عمران سیریز
ڈاگ کرائم
مظہر کلیم ایم اے
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

چند باتیں

محترم قارئین۔ سلام مسنون۔ عمران اور فورسٹارز کے سلسلے کا ایک نیا ناول "ڈاگ کرائم" آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس بار عمران اور فورسٹارز نے ملک میں سرطان کی طرح پھیلے ہوئے ایک گھٹیا، انتہائی قابل نفرت اور مکروہ ترین جرم کے خلاف انتہائی دلیرانہ جدوجہد کی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کو یہ ناول ہر لحاظ سے پسند آئے گا لیکن اپنی آراء سے ضرور مطلع کیجئے گا اور اب حسب سابق پہلے اپنے چند خطوط اور ان کے جواب بھی ملاحظہ کر لیجئے۔

تیمرگرہ [illegible] سے عبد[illegible] و عبداللہ اور شیخ ساجان لکھتے ہیں۔ "آپ کے ناول ہمیں بے حد پسند ہیں۔ ویسے تو ہم آپ کے خاموش قاری ہیں لیکن اس بار یہ خط اس لئے لکھ رہے ہیں کہ ہم آپ کو ایک مشورہ دینا چاہتے ہیں۔ گو آپ کو مشورہ دینا چٹان کو آئینہ دکھانے والی بات ہے یعنی آپ کسی کے مشورے پر سرے سے عمل ہی نہیں کرتے۔ لیکن پھر بھی مشورہ دیا تو جا سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ کافرستان سیکرٹ سروس کے شاگل اور اسرائیل کے کرنل ڈیوڈ دونوں کے کرداروں کو کسی آئندہ ناول میں ختم کر دیں کیونکہ عمران ان دونوں کی نفسیات سے اچھی طرح واقف ہو چکا ہے۔ اس لئے وہ ان

دونوں کو ان کی نفسیات کے مطابق ڈیل کر لیتا ہے جبکہ ہم چاہتے ہیں کہ ان کی جگہ جو نئے کردار آئیں گے ان کے ساتھ کام کرتے ہوئے عمران کو پریشانی ہو گی اور اس طرح کہانی مزید دلچسپ ہو جائے گی۔"

محترم عبدالولی و عبدالقادر شیخ صاحبان۔ خط لکھنے، ناول پسند کرنے اور اس قدر گراں قدر مشورہ دینے کا بے حد شکریہ۔ چٹان کو آئینہ دکھانے والا محاورہ واقعی نیا بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ آپ کا مشورہ واقعی چٹان کو آئینہ نہیں بلکہ آتشی شیشہ اور وہ بھی عین دوپہر کے وقت دکھانے والی بات ہے تاکہ چٹان کو آتشی شیشے کے ذریعے منعکس ہونے والی سورج کی شعاعوں کی حدت سے چٹخایا جا سکے ورنہ عمران تو ایک کردار شاگل کو موقع ملنے کے باوجود ختم نہیں کرنا چاہتا کہ اس طرح اسے مشن مکمل کرنے میں سہولت رہتی ہے۔ آپ نے تو بیک وقت دو اہم کرداروں کے خاتمے کا مشورہ دے دیا ہے۔ بہرحال آپ کا مشورہ عمران تک پہنچا دیا جائے گا۔

لاہور سمن آباد سے ذوالقرنین مجید صاحب لکھتے ہیں۔" آپ کے ناول انتہائی معیاری، بے حد معلوماتی اور اس قدر جامع ہوتے ہیں کہ ہر ناول ہمارے ذہنی افق کو مزید وسیع کر دیتا ہے البتہ آپ سے ایک شکایت ہے کہ عمران صرف زبانی مذاق کرتا ہے۔ اچھل کود۔ الٹی سیدھی حرکتیں اب نہیں کرتا۔ اس سے تو یہ تاثر جنم لیتا ہے کہ عمران بوڑھا ہوتا جا رہا ہے۔ میری درخواست ہے کہ عمران کو بوڑھا ہونے سے بچایئے۔ ہمیں وہی عمران اچھا لگتا ہے جو ہنستا مسکراتا اور اٹھکیلیاں کرتا نظر آتا ہے۔"

محترم ذوالقرنین مجید صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے کا بے حد شکریہ۔ جہاں تک آپ کی شکایت کا تعلق ہے تو واقعی عمران نے اب زبانی مزاح تک اپنے آپ کو محدود کر لیا ہے۔ شاید وہ اب یہ سمجھنے لگ گیا ہے کہ اس کا بچپن کا دور ختم ہو گیا ہے۔ اس لئے اب اسے بچوں جیسی حرکتیں نہیں کرنی چاہئیں لیکن اسے شاید معلوم نہیں ہے کہ بوڑھے حضرات کو اچھلتے کودتے بچے اس لئے اچھے لگتے ہیں کہ انہیں اچھلتا کودتا دیکھ کر وہ خود اپنے بچپن کے دور میں پہنچ جاتے ہیں۔ بہرحال آپ کے جذبات عمران تک پہنچ جائیں گے اور مجھے امید ہے کہ وہ ذہنی بلوغت کے باوجود جسمانی طور پر اپنے آپ کو دوبارہ بچہ سمجھنا شروع کر دے گا۔ امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

منڈی وار برٹن سے محمد عمران شیخ صاحب لکھتے ہیں۔" آپ کے شاہکار ناول ہمیں ہر لحاظ سے پسند آتے ہیں۔ کرنل فریدی کو آپ نے جب سے اسلامی سیکورٹی کونسل کا سربراہ بنایا ہے وہ فیلڈ میں کام کرنا ہی چھوڑ گئے ہیں اور نہ صرف اس طرح ان کی کارکردگی ختم ہو گئی ہے بلکہ اس کے بعد عمران کے خالہ زاد قاسم سے ہماری ملاقات ہی نہیں ہو سکی۔ امید ہے آپ اس طرف ضرور توجہ دیں گے۔"

محترم محمد عمران شیخ صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے کا بے حد

شکریہ۔ جہاں تک کرنل فریدی کی کارکردگی کا تعلق ہے تو وہ تو اپنی فیلڈ میں کام کرتا رہتا ہے لیکن اب چونکہ عمران کے ساتھ اس کا مشن مشترکہ نہیں ہوتا۔ اس لئے آپ تک اس کی کارکردگی کی تفصیلات نہیں پہنچ رہیں اور واقعی عمران کا خالہ زاد قاسم بھی اسی وجہ سے پس منظر میں چلا گیا ہے لیکن آپ فکرمند نہ ہوں۔ انشاءاللہ جلد ہی کرنل فریدی اور خالہ زاد قاسم دونوں سے آپ کی ملاقات ہوگی۔ صرف ملاقات ہی نہیں بلکہ یہ انتہائی بھرپور ملاقات بھی ہوگی۔

اب اجازت دیجئے

والسلام

آپ کا مخلص

مظہر کلیم ایم اے

عمران اپنے فلیٹ میں ایک کتاب کے مطالعے میں مصروف تھا کہ دروازے پر دستک کی آواز سنائی دی۔

"اب تو جدید زمانے میں دستک دینے والا کون آگیا"...... عمران نے کتاب ایک طرف رکھ کر صوفے سے اٹھتے ہوئے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا دروازے کی طرف بڑھ گیا چونکہ سلیمان مارکیٹ گیا ہوا تھا اس لئے اسے خود جانا پڑا تھا اس نے دروازہ کھولا تو دوسرے لمحے وہ بے اختیار چونک پڑا دروازے پر ایک سات آٹھ سال کا بچہ کھڑا تھا اس کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار نمایاں تھے۔

"آپ۔ آپ کا نام علی عمران ہے ناں انکل"...... بچے نے پریشان سے لہجے میں کہا۔

"ہاں ہے تو یہی مگر"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میری ممی شدید بیمار ہیں پلیز کسی ڈاکٹر کو بلوا دیجئے"...... بچے

نے اسی طرح پریشان سے لہجے میں کہا۔

"تمہاری ممی کہاں ہیں"...... عمران نے اور زیادہ حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"یہاں سے آٹھواں فلیٹ ہے ممی اکیلی ہیں پلیز انکل ان کی طبیعت بہت خراب ہے"...... بچے نے انتہائی بے چین سے لہجے میں کہا۔

"اوہ اچھا ایک منٹ میں ایمرجنسی بیگ لے آؤں شاید ابتدائی طبی امداد دینی پڑے"...... عمران نے کہا اور تیزی سے مڑا اور ایک کمرے میں موجود ایمرجنسی میڈیکل بیگ اٹھایا اور واپس باہر آگیا بچہ اس دوران آخری سیڑھی پر کھڑا تھا عمران نے جلدی سے دروازہ بند کیا اور پھر بیگ لے کر وہ سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے آگیا تھوڑی دیر بعد وہ واقعی ایک فلیٹ میں بچے کے ساتھ داخل ہو رہا تھا فلیٹ صاف ستھرا تھا اور اسے اچھے اور خوبصورت انداز میں سجایا گیا تھا۔

"آیئے آیئے انکل جلدی آیئے"...... بچے نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا اور عمران سرہلاتا ہوا اس کے پیچھے ایک کمرے کی طرف بڑھتا چلا گیا کمرے میں ایک بیڈ پر ایک نوجوان خاتون بے ہوش پڑی ہوئی تھی اس کا چہرہ ٹماٹر کی طرح سرخ نظر آرہا تھا عمران نے جلدی سے آگے بڑھ کر اس کی نبض پکڑی۔

"اوہ انہیں تو بہت تیز بخار ہے اور یہ بخار کی شدت سے بے ہوش ہیں"...... عمران نے کہا اور جلدی سے بیگ کھول کر اس نے ایک انجکشن اور سرنج نکالی اور پھر انجکشن تیار کر کے اس نے خاتون کے بازو

میں لگا دیا۔

"کیا آپ ڈاکٹر ہیں انکل میری ممی بچ جائیں گی ناں۔ مر تو نہیں جائیں گی"...... بچے نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

"اوہ نہیں بیٹے گھبرانے والی کوئی بات نہیں آپ کی ممی بالکل ٹھیک ہو جائیں گی فون کہاں ہے میں ڈاکٹر کو کال کر لوں"۔ عمران نے کہا۔

"فون تو دو روز سے خراب ہے انکل اس لئے تو ممی ڈاکٹر کو فون نہیں کر سکی تھیں"...... بچے نے جواب دیا۔

"اچھا میں اپنے فلیٹ سے فون کر لیتا ہوں"...... عمران نے کہا اور تیزی سے واپس دروازے کی طرف مڑ گیا۔ جب وہ واپس اپنے فلیٹ پر پہنچا تو سلیمان آچکا تھا۔

"آپ کہاں چلے گئے تھے صاحب"...... سلیمان نے حیران ہو کر کہا۔

"یہاں سے آٹھویں فلیٹ سے ایک بچہ آیا تھا اس کی ماں بیمار ہے ان کا فون خراب ہے وہ مجھے بلا کر لے گیا تھا اب میں ڈاکٹر کو فون کرنے آیا ہوں"...... عمران نے فون کا رسیور اٹھانے تک تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ مسز مراد کی بات کر رہے ہیں آپ"...... سلیمان نے چونک کر کہا۔

"کیا تم اسے جانتے ہو"...... عمران نے چونک کر کہا۔

"جی ہاں مجھے دیجئے میں کرتا ہوں ان کے فیملی ڈاکٹر کو فون"۔

سلیمان نے کہا اور رسیور عمران سے لے کر اس نے تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"سلیمان بول رہا ہوں ڈاکٹر صاحب مسز مراد بیمار ہیں پلیز آپ فوراً آجائیے"...... سلیمان نے دوسری طرف سے آواز سنتے ہی کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

"کون ہیں یہ مسز مراد تم نے پہلے تو کبھی ذکر نہیں کیا اور وہ بچہ میرا نام بھی جانتا تھا"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہاں کسی سکول میں پڑھاتی ہیں انتہائی شریف اور نیک خاتون ہیں کچھ عرصہ پہلے جب آپ ملک سے باہر تھے تو میں رات کا کھانا کھا کر ویسے ہی ٹہلنے کے لئے نکلا تو میں نے انہیں ان کے فلیٹ کی سیڑھیوں پر قریباً نیم غشی کی حالت میں دیکھا میں نے ویسے ہی ازراہ ہمدردی پوچھ لیا کہ انہیں کسی مدد کی تو ضرورت نہیں اس پر انہوں نے کہا کہ اوپر فلیٹ پر ان کا لڑکا عامر ہے اسے بلا لاؤ میں اوپر جا کر عامر کو بلا لایا تو انہوں نے عامر سے کہا کہ وہ ساتھ والے فلیٹ میں رہنے والی کسی خاتون کو بلا لائے لڑکا جا کر کسی خاتون کو بلا لایا تو اس خاتون کی مدد سے وہ اوپر فلیٹ پر چلی گئیں میں آگے چلا گیا کچھ دنوں بعد میں مارکیٹ سے واپس آ رہا تھا تو میں نے اس بچے عامر کو انتہائی پریشانی کے عالم میں سیڑھیوں کے پاس سڑک پر کھڑے دیکھا اس کی حالت دیکھ کر میں نے اس سے پوچھا کہ وہ کیوں پریشان ہے تو اس نے بتایا کہ اس کی ممی کی حالت خراب ہے انکا فون بھی خراب ہے اور انکے ہمسائے بھی

کہیں گئے ہوئے ہیں وہ ڈاکٹر کو فون کرنا چاہتا ہے میں اسے یہاں اپنے فلیٹ پر لے آیا اس سے نمبر پوچھ کر میں نے ڈاکٹر کا نمبر ملایا اور فون اسے دے دیا اس نے ڈاکٹر سے بات کی پھر میں اس کے ساتھ فلیٹ پر گیا ڈاکٹر بھی آگیا اس کے بعد ان کے ہمسائے بھی آگئے میں نے انہیں بتایا کہ میں اس فلیٹ پر رہتا ہوں میں نے آپ کا نام بھی بتلایا وہ خاتون آپ کے نام کے بارے میں جانتی تھی"...... سلیمان نے جواب دیا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر واپس تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"میں بھی آپ کے ساتھ آ رہا ہوں صاحب"...... سلیمان نے کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا تھوڑی دیر بعد وہ واپس فلیٹ کے پاس پہنچے تو ایک کار وہاں آکر رکی۔

"یہ ڈاکٹر اعظم صاحب ہیں"...... سلیمان نے کار سے اترنے والے ایک ادھیڑ عمر آدمی سے عمران کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"اور ڈاکٹر صاحب یہ علی عمران صاحب ہیں"...... سلیمان نے عمران کا تعارف کراتے ہوئے ڈاکٹر سے کہا۔

"او اچھا آپ سے ملاقات ایسے ماحول میں ہو رہی ہے بہر حال خوشی ہوئی آپ سے مل کر"...... ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے کہا اور عمران نے بھی یہی فقرہ بول دیا کیونکہ اس وقت کسی مذاق کرنے کا ماحول نہ تھا اور پھر وہ ڈاکٹر سمیت اوپر پہنچ گئے خاتون اسی طرح بے ہوش پڑی ہوئی تھیں اور بچہ بڑی بے چینی کے عالم میں وہاں ٹہل رہا تھا ڈاکٹر

کو دیکھ کر اس کے چہرے پر یکلخت اطمینان کے تاثرات ابھر آئے۔

"انکل ڈاکٹر دیکھیں میری ممی کو کیا ہو گیا ہے"....... بچے نے جس کا نام سلیمان نے عامر بتایا تھا ڈاکٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"فکر مت کرو بیٹے یہ ابھی ٹھیک ہو جائیں گی"....... ڈاکٹر نے کرسی گھسیٹ کر بیڈ کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا عمران نے ڈاکٹر کو بتایا کہ اس نے ایک انجکشن خاتون کو لگایا ہے۔

"اوہ آپ بھی ڈاکٹر ہیں"....... ڈاکٹر اعظم نے حیران ہو کر کہا۔

"جی نہیں بس ابتدائی طبی امداد کے لئے میں کچھ نہ کچھ جانتا ہوں"....... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو ڈاکٹر نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر خاتون کی نبض اور آنکھیں کھول کر دیکھنے کے بعد انہوں نے اپنا بیگ کھولا اور انجکشن تیار کرنے لگے۔

"ان خاتون کو گنٹھیا ہے شاید"....... عمران نے اس انجکشن والی شیشی پر موجود لیبل کو دیکھتے ہوئے کہا اور ڈاکٹر اعظم نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر انجکشن لگا کر انہوں نے بیگ سے ہی گولیوں کا ایک پیکٹ نکالا اور سلیمان کی طرف بڑھا دیا۔

"سلیمان صاحب یہ ابھی ہوش میں آ جائیں گی پھر انہیں بتا دیجئے کہ انہوں نے یہ گولیاں دن میں تین بار کھانی ہے اور کل مجھے کلینک میں مل لیں گی"....... ڈاکٹر اعظم نے کہا اور بیگ بند کر کے اٹھ کھڑا ہوا۔

"اب مجھے اجازت عمران صاحب"....... ڈاکٹر اعظم نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آپ کی فیس"....... عمران نے جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔

"اوہ نہیں عمران صاحب مسز مراد میری بچی کی استاد ہیں میں ان سے فیس نہیں لیا کرتا شکریہ"....... ڈاکٹر نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا جب کہ عمران اور سلیمان وہیں بیٹھ گئے تھوڑی دیر بعد اس خاتون نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں بخار کی شدت کی وجہ سے ان کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں چند لمحوں تک تو ان کی آنکھوں میں شعور کی چمک پیدا نہ ہوئی لیکن شعور آتے ہی جیسے ہی ان کی نظریں سامنے بیٹھے ہوئے عمران پر پڑیں ان کی آنکھوں میں حیرت کی جھلکیاں ابھریں اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے لاشعوری طور پر سمٹ کر اٹھنے کی کوشش کی۔

"لیٹے رہیے مسز مراد میں آپ کا ہمسایہ ہوں اور ہمسائے تو ماں جائے میرا مطلب بھائیوں کی طرح ہوتے ہیں"....... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سلیمان۔ تم....... مگر"....... خاتون نے ایک طرف پڑی ہوئی چادر گھسیٹ کر اپنے جسم پر ڈالتے ہوئے سلیمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ میرے صاحب ہیں علی عمران صاحب"....... سلیمان نے جواب دیا۔

"اوہ۔ اوہ۔ اچھا۔ مگر۔ آپ کو تکلیف ہوئی شاید عامر نے آپ کو بلایا ہو گا میں شرمندہ ہوں"....... خاتون نے اس بار قدرے اطمینان

بھرے لہجے میں کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں مسز مراد ہمسائے تو ایک دوسرے کے دکھ سکھ کے ساتھی ہوتے ہیں"...... عمران نے کہا پھر سلیمان نے پانی کا گلاس لا کر مسز مراد کو ڈاکٹر کی دی ہوئی ایک گولی کھلائی چند لمحوں بعد وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اب ان کے چہرے پر موجود سرخی خاصی کم ہو گئی تھی۔

"بیٹے عامر عمران صاحب کے لئے فریج سے مشروب لے آؤ یہ پہلی بار ہمارے فلیٹ پر آئے ہیں"...... مسز مراد نے عامر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس ممی"...... عامر نے مسکراتے ہوئے کہا اور تیزی سے دوسرے کمرے کی طرف دوڑ گیا۔

"آپ خواہ مخواہ تکلف کر رہی ہیں آپ بتایئے اب آپ کی طبیعت کیسی ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اب میں اپنے آپ کو کافی بہتر محسوس کر رہی ہوں ساتھ والے ہمسائے بے حد اچھے ہیں وہ مجھے سنبھال لیتے ہیں لیکن وہ کسی شادی کے سلسلے میں باہر گئے ہوئے ہیں اس لئے جیسے ہی میری طبیعت خراب ہوئی میں نے عامر سے کہا کہ وہ سلیمان انکل کو بلا لائے پھر مجھے ہوش ہی نہیں رہا"...... مسز مراد نے جواب دیا اسی لمحے عامر ہاتھ میں جوس کے دو ڈبے لئے ہوئے واپس آیا۔

"یہ لیجئے انکل اور انکل آپ بھی"...... عامر نے مسکراتے ہوئے ایک ڈبہ عمران کے ہاتھ میں اور دوسرا سلیمان کی طرف بڑھاتے ہوئے

کہا۔

"معاف کیجئے مجھے ذاتی سوال کرنے تو نہیں چاہیں لیکن آپ کی پوزیشن دیکھنے کے بعد میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ عامر کے ساتھ اکیلی کیوں رہ رہی ہیں جب کہ آپ پر یہ بیماری بھی حملہ آور ہو چکی ہے"...... عمران نے جوس سپ کرتے ہوئے کہا تو مسز مراد نے ایک طویل سانس لیا اس کے چہرے پر یکلخت انتہائی کرب کے تاثرات ابھر آئے۔

"عمران صاحب عامر کے والد مراد میرے شوہر آج سے چھ سال قبل اچانک غائب ہو گئے وہ یہاں سوشل ویلفیئر ڈیپارٹمنٹ میں آفیسر تھے اس وقت عامر کی عمر ایک سال تھی اور ہماری شادی کو دو سال ہوئے تھے مراد حسب معمول اس منحوس صبح کو تیار ہو کر دفتر گئے۔ پھر جب وہ رات تک واپس نہ آئے تو میں بے حد پریشانی ہوئی۔ میں نے ان کے ملنے جلنے والوں ان کے دوستوں کو فون کئے۔ مگر سب لاعلم تھے پھر رات گزر گئی۔ دوسری صبح میں خود ان کے دفتر گئی تو پتہ چلا کہ وہ تو کل دفتر ہی نہیں آئے۔ پھر عمران صاحب میں نے نجانے کہاں کہاں ٹکریں ماریں۔ پولیس کو رپورٹ کرائی۔ اخبارات میں اشتہارات دیئے۔ نجانے کہاں کہاں انہیں تلاش کیا لیکن ان کے متعلق کچھ بھی معلوم نہ ہو سکا۔ نجانے انہیں آسمان کھا گیا یا زمین نگل گئی۔ یہ فلیٹ ان کا ذاتی تھا جو جمع پونجی تھی وہ سب میں نے کھالی تو مجبوراً مجھے سکول میں سروس کرنی پڑی۔ مراد صاحب کے والدین وفات پا چکے تھے۔ میرا

بھی صرف ایک بھائی تھا جو شادی شدہ ہے۔ اس نے مجھے لپنے گھر لے جانا چاہا۔ لیکن میں مراد کا گھر نہ چھوڑنا چاہتی تھی اور مجھے ان کا انتظار بھی تھا۔ لیکن آج چھ سال ہو گئے ہیں۔ آج تک بس انتظار ہی کر رہی ہوں۔ یہ بیماری بھی اس پریشانی اور اعصابی دباؤ کی وجہ سے ہوئی ہے"۔ مسز مراد نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"صاحب میں جاؤں"...... سلیمان نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا

"ہاں میرا بیگ لے جاؤ میں آ رہا ہوں"...... عمران نے کہا اور سلیمان عمران کا بیگ اٹھا کر اور مسز مراد کو سلام کر کے واپس چلا گیا۔

"مراد صاحب دفتر کس چیز پر جاتے تھے"...... عمران نے پوچھا۔

"بس پر۔ میں نے بس اڈوں پر جا کر معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن کچھ پتہ نہ چلا"...... مسز مراد نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"پولیس نے کوئی انکوائری کی"...... عمران نے پوچھا۔

"جی پولیس والوں نے پہلے تو مجھے تسلی دی پھر آہستہ آہستہ انہوں نے بے رخی اختیار کر لی اور اس کے بعد انہوں نے صاف جواب دے دیا"..... مسز مراد نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"آپ کے پاس ان کا فوٹو تو ہو گا"...... عمران نے کہا۔

"جی ہاں"...... مسز مراد نے جواب دیا۔

"آپ ان کا فوٹو مجھے دے دیں۔ میں لپنے طور پر کوشش کرتا ہوں شاید کوئی بہتری کی صورت نکل آئے"...... عمران نے کہا۔

"اب کیا صورت نکلے گی بہرحال آپ فوٹو لے لیں۔ عامر بیٹے جا کر البم لے آؤ اور عمران صاحب کو دے دو"...... مسز مراد نے کہا اور عامر سر ہلاتا ہوا واپس چلا گیا چند لمحوں بعد وہ ایک بڑی سی البم لے کر واپس آیا۔

"اس میں ہماری شادی سے لے کر ان کے غائب ہونے تک سب فوٹو موجود ہیں۔ ان میں سے جو آپ چاہیں لے لیں"...... مسز مراد نے کہا تو عمران نے البم کھولی اور اسے دیکھنے لگا۔ مراد واقعی ایک سمارٹ اور وجیہہ نوجوان تھا۔ اس کے چہرے پر شرافت کے تاثرات بھی نمایاں تھے۔ عمران البم دیکھتا رہا۔ آخر میں ایک فوٹو دیکھ کر وہ چونک پڑا۔ اس میں مراد کے ساتھ ایک اور آدمی کھڑا ہوا تھا۔

"یہ کون صاحب ہیں"...... عمران نے البم مسز مراد کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یہ ان کے دفتر کے ساتھی ہیں۔ اقبال فہیم صاحب۔ ان کے بڑے گہرے دوست تھے۔ انہوں نے بھی انہیں تلاش کرنے کی بے حد کوشش کی لیکن بے سود"...... مسز مراد نے کہا۔

"کیا یہ اب بھی دفتر میں کام کرتے ہیں"...... عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں اب تو یہ کافی بڑے افسر ہیں"...... مسز مراد نے جواب دیا اور عمران نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے البم سے ایک چھوٹا مگر صاف فوٹو نکالا اور مسز مراد کو دکھا کر اس نے اسے جیب میں رکھ لیا۔ پھر اس نے مسز مراد سے اس کے شوہر کے غائب ہونے کی حتمی تاریخ

پوچھی اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں آپ کو فی الحال کوئی امید تو نہیں دلا سکتا لیکن بہر حال میں کوشش ضرور کروں گا اور ہاں آپ کو کسی بھی وقت کسی قسم کی بھی ضرورت ہو۔ آپ بلاتکلف مجھے یا سلیمان کو کہہ سکتی ہیں۔ میں سلیمان سے کہہ دیتا ہوں کہ وہ آپ کا فون بھی درست کرانے کی کوشش کرے۔ اب مجھے اجازت دیجئے"....... عمران نے کہا تو مسز مراد نے اس کا شکریہ ادا کیا اور عمران سر ہلاتا ہوا فلیٹ سے باہر آ گیا۔

"سلیمان مسز مراد کا فون خراب ہے۔ اسے ٹھیک کرانے کے لئے کمپلینٹ درج کرا دو"....... عمران نے فلیٹ میں پہنچ کر سلیمان کو آواز دیتے ہوئے کہا جو باورچی خانے میں تھا۔

"جی صاحب"....... سلیمان نے وہیں سے جواب دیا تو عمران سر ہلاتا ہوا ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے لباس تبدیل کیا اور پھر سلیمان کو دروازہ بند کر دینے کا کہہ کر وہ فلیٹ سے باہر آیا اور چند لمحوں بعد اس کی کار خاصی تیز رفتاری سے میونسپل لائبریری کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ وہ ان تاریخوں کے اخبارات چیک کرنا چاہتا تھا جب مراد اس طرح اچانک غائب ہوا تھا۔ یہ بات اس کے حلق سے نہ اتر رہی تھی کہ ایک پڑھا لکھا شریف اور سمجھدار آدمی گھر سے دفتر جانے کے لئے نکلے اور پھر اس طرح غائب ہو جائے۔ اسے اس چکر کے پیچھے کوئی خاص راز نظر آ رہا تھا اور وہ بہر حال اسے حل کرنا چاہتا تھا۔

میونسپل لائبریری کی پارکنگ میں اس نے کار روکی اور پھر کار سے اتر کر

وہ لائبریری کے مین گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد وہ اس سیکشن میں پہنچ گیا جہاں اخبارات کا ریکارڈ رکھا جاتا تھا۔ اس شعبے کا انچارج ایک ادھیڑ عمر آدمی تھا۔ لیکن اس کے چہرے پر بیزاری اور بوریت کے تاثرات اتنے واضح تھے کہ عمران بے اختیار چونک پڑا۔

"جی فرمایئے جناب آپ بھی فرمایئے"....... اس آدمی نے اسی طرح بیزار اور ناخوشگوار سے لہجے میں عمران سے مخاطب ہو کر کہا تو عمران نے کرسی گھسیٹی اور اطمینان سے اس کی میز کے ساتھ رکھ کر بیٹھ گیا۔

"کیا آپ میری فرمائش واقعی پوری کریں گے"....... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی۔ کیسی فرمائش۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ میں یہاں لوگوں کی فرمائشیں تو پوری کرنے کے لئے نہیں بیٹھا ہوا"....... اس آدمی نے اور زیادہ بیزار لہجے میں کہا۔

"تو پھر آپ یہاں کس لئے بیٹھے ہوئے ہیں"....... عمران نے جواب دیا۔

"آپ پلیز فالتو باتیں نہ کریں۔ بتایئے کیا کام ہے آپ کو کیا چاہئے"....... اس آدمی نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"آپ کا نام کیا ہے"....... عمران نے پوچھا۔

"میرا نام۔ کیوں۔ کیا یہاں آپ میرا نام پوچھنے آئے ہیں۔ دیکھئے صاحب میرے پاس آپ کے فضول سوالوں کے جواب دینے کا قطعی وقت نہیں ہے"....... اس آدمی نے اور زیادہ اکھڑے ہوئے لہجے میں

کہا۔

"چلیے آپ وہ سوال بتا دیں۔ جن کے جواب دینے کا آپ کے پاس وقت ہو"........ عمران نے کہا۔

"کیا۔ کیا مطلب۔ آپ ہیں کون۔ کیا مقصد ہے آپ کا"........ اس آدمی نے اور زیادہ اکھڑتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر اب بیزاری کے ساتھ ساتھ غصے کے تاثرات بھی ابھر آئے تھے۔

"میرا نام علی عمران ہے اور میرا تعلق اقوام متحدہ کی ورلڈ لائبریری سے ہے"........ عمران نے کہا۔

"ہو گا تو پھر میں کیا کروں"........ اس آدمی کی کیفیت ہی نہ بدل رہی تھی۔

"آپ رمبا سمبا ناچ سکتے ہیں۔ ٹوئسٹ کر سکتے ہیں بریک ڈانس کر سکتے ہیں۔ آپ تو سب کچھ کر سکتے ہیں"........ عمران نے اسے اور چڑاتے ہوئے کہا۔

"کیا۔ کیا نام لئے ہیں آپ نے۔ کیا ناچ۔ کیا مطلب۔ دیکھیں جناب آپ جو بھی ہیں۔ گورنر ہیں صدر ہیں۔ خدائی فوجدار ہیں۔ ہوں گے لیکن پلیز آپ مجھے تنگ نہ کریں"........ اس آدمی نے اور زیادہ غصیلے لہجے میں کہا۔

"میں نے آپ کا نام پوچھا تھا۔ کہیں آپ کا نام نسوانی قسم کا تو نہیں کہ آپ بتاتے ہوئے شرما رہے ہیں"........ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نسوانی نام۔ یعنی میں آپ کو عورت نظر آرہا ہوں۔ آپ سمجھتے کیا ہیں مجھے۔ میرا نام رانا نور ہے اور میں آپ جیسے بکواس کرنے والوں کا منہ بھی توڑ سکتا ہوں"........ رانا صاحب اس بار واقعی تو تڑاک پر اتر آئے تھے۔

"چلو اسی بہانے نام کا تو پتہ لگا۔ ہاں رانا نور صاحب۔ آپ نے لائبریری سائنس میں ڈگری کس یونیورسٹی سے لی ہے"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ آخر ہیں کیا بلا۔ کیوں آپ یہ الٹی سیدھی باتیں کر رہے ہیں۔ کیا قصور ہے میرا۔ کیا کہا ہے میں نے۔ پتہ نہیں کس عذاب میں پھنس گیا ہوں۔ جو منہ اٹھائے آتا ہے۔ ایسی ہی الٹی سیدھی باتیں شروع کر دیتا ہے"........ رانا نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑتے ہوئے انتہائی جھلائے ہوئے لہجے میں کہا تو عمران کرسی سے اٹھا اور تیزی سے مڑ کر وہ ہیڈ لائبریرین کے آفس کی طرف بڑھ گیا۔ ہیڈ لائبریرین کا باقاعدہ دفتر بنا ہوا تھا۔ دروازے پر ایک چپڑاسی بھی موجود تھا۔

"صاحب میٹنگ میں مصروف ہیں"........ چپڑاسی نے عمران کو دروازے کی طرف بڑھتے دیکھ کر سٹول سے اٹھتے ہوئے قدرے کرخت لہجے میں کہا۔

"کس کے ساتھ"..... عمران نے مسکرا کر پوچھا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتا عمران نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا۔ ایک بڑی سی دفتری میز کے پیچھے ایک منحنی سا

گنجے سروالا آدمی بیٹھا ہوا تھا ۔ میز کی سائیڈوں پر دو آدمی موجود تھے ۔ وہ
تینوں چائے پینے اور گپیں ہانکنے میں مصروف تھے ۔

" جی ۔ جی ۔ آپ ۔ اوہ ۔ مگر "...... اسی گنجے آدمی نے چونک کر
عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ۔

" معذرت خواہ ہوں آپ کی انتہائی سنجیدہ میٹنگ میں دخل
اندازی کر رہا ہوں ۔ میرا نام علی عمران ہے "...... عمران نے
مسکراتے ہوئے قدرے طنزیہ لہجے میں کہا ۔

" اوہ کتابوں کی خریداری کے سلسلے میں کاروباری بات ہو رہی
تھی ۔ بہرحال تشریف رکھیں "...... اس آدمی نے کہا اور عمران ایک
سائیڈ پر رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا ۔

" ہمیں اجازت دیجئے سلام صاحب "...... پہلے سے بیٹھے ہوئے
دونوں آدمیوں نے کہا اور اٹھ کھڑے ہوئے ۔ سلام صاحب نے ان
سے دعا سلام کی اور پھر وہ دونوں عجیب سی نظروں سے عمران کو دیکھتے
ہوئے واپس چلے گئے ۔

" جی فرمائیں عمران صاحب میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا
ہوں "...... ہیڈ لائبریرین نے عمران کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا ۔

" پہلے تو یہ بتایئے کہ جو صاحب اخبارات سیکشن کے انچارج ہیں
اور جن کا نام شاید رانا نور ہے ۔ وہ کب سے یہاں کام کر رہے
ہیں "...... عمران نے کہا ۔

" اوہ ۔ اوہ آپ کو شاید ان کے رویئے سے کوئی شکایت پیدا ہوئی

ہے ۔ اب کیا کیا جائے صاحب یہاں تو اندھیر نگری ہے ۔ یہ رانا
صاحب محصول چونگی محکمے میں سپروائزر ہیں ۔ ان کا لائبریری سے یا
کتابوں سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے ۔ ان کے خلاف لارڈ میئر صاحب
کو شکایت پہنچائی گئی چنانچہ لارڈ میئر صاحب نے انہیں سزا کے طور پر
وہاں سے ہٹا کر یہاں لائبریری میں تعینات کر دیا ۔ اب وہ صاحب ہیں
کہ کسی سے سیدھے منہ بات ہی نہیں کرتے اور ہر آدمی میرے پاس آ
جاتا ہے ۔ لیکن میں کیا کر سکتا ہوں ۔ میں نے لارڈ میئر صاحب کو لکھ کر
بھیجا ہے کہ انہیں یہاں سے شفٹ کریں لیکن کوئی جواب ہی نہیں
آیا "۔ سلام صاحب نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا تو عمران نے بے
اختیار ایک طویل سانس لیا ۔ اسے اب سمجھ آئی تھی کہ رانا صاحب کے
چہرے پر بیزاریت کیوں تھی اور وہ کیوں کاٹ کھانے کو دوڑ رہے تھے ۔

" تو یہ لائبریری نہیں ہے ۔ سزا یافتہ افراد کا ادارہ ہے ۔ آپ کون
سے شعبے سے یہاں شفٹ ہوئے ہیں "...... عمران نے مسکراتے
ہوئے کہا ۔

" ایسی بات نہیں ہے جناب میں تو یہاں ہیڈ لائبریرین ہوں "۔
سلام نے مسکراتے ہوئے کہا ۔

" اس لحاظ سے دیکھا جائے تو اصل سزا رانا نور کو نہیں آپ کو مل
رہی ہے "...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور سلام صاحب نے
اثبات میں سر ہلا دیا ۔

" ان رانا صاحب کو بلوایئے میں کوشش کرتا ہوں کہ آپ کو ملنے

والی یہ سزا ختم کرادوں"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی۔ مگر۔ آپ نے اپنا تعارف نہیں کرایا"...... سلام صاحب نے عمران کی بات سن کر چونکتے ہوئے کہا۔

"تعارف تو وہی ہے جو میں نے پہلے کرا دیا ہے۔ یعنی میرا نام علی عمران ہے اور بس"...... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو سلام صاحب نے میز پر رکھی ہوئی گھنٹی پر ہاتھ مارا۔ دوسرے لمحے چپڑاسی اندر داخل ہوا۔

"رانا نور صاحب کو بلالاؤ"...... سلام صاحب نے کہا اور چپڑاسی سر ہلاتا ہوا واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہی بیزار شخصیت اندر داخل ہوئی اس نے عمران کو وہاں بیٹھے دیکھ کر برا سا منہ بنایا لیکن بغیر کچھ کہے وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔

"کیا بات ہے۔ آپ نے مجھے بلایا ہے۔ ان صاحب نے شکایت کی ہوگی۔ کرتے رہیں شکایت۔ میرا کیا بگاڑ لیں گے یہ یا آپ"...... رانا نور نے اسی طرح اکھڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"رانا صاحب سلام صاحب نے مجھے بتایا ہے کہ لارڈ میئر صاحب نے آپ کو بطور سزا یہاں بھیجا ہے۔ کیا شکایت تھی آپ کے خلاف ان کو"...... عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"شکایت کیا ہونی تھی۔ میں نے کون سا پہاڑ توڑ دیا تھا ان پر۔ اپنے کسی سفارشی کو جگہ دینی تھی۔ دے دی اور مجھے یہاں پھینکوا دیا"...... رانا نور نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

"لارڈ میئر خلیفہ حکیم صاحب ہیں ناں"...... عمران نے سلام سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"جی ہاں وہی ہیں"...... سلام نے جواب دیا۔

"ان کا فون نمبر کیا ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"کیوں۔ کیا آپ انہیں فون کرنا چاہتے ہیں"...... سلام نے چونک کر پوچھا۔

"میں آپ کی اور رانا صاحب دونوں کی سزا ختم کرانا چاہتا ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ لائبریری میں آنے والے صاحبان کی بھی جن کا رابطہ رانا صاحب سے پڑ جاتا ہے اور نجانے یہاں کتنے رانا صاحبان موجود ہوں گے"...... عمران نے کہا۔

"صاحب یہ تو ہوتا رہتا ہے۔ آپ فرمائیں آپ کیا چاہتے ہیں۔ میں آپ کی خدمت کر دیتا ہوں"...... سلام صاحب نے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں آپ کی شکایت نہیں ہوگی آپ نمبر بتائیں ورنہ مجھے انکوائری سے پوچھنا پڑے گا"...... عمران نے جواب دیا تو اس بار ہیڈ لائبریرین نے فون نمبر بتا دیا۔ عمران نے رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"پی اے ٹو لارڈ میئر"...... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک کرخت سی آواز سنائی دی۔

"لارڈ میئر سے بات کرائیں میں علی عمران بول رہا ہوں"۔ عمران نے کہا۔

"کون علی عمران" ...... دوسری طرف سے پہلے سے بھی زیادہ کرخت لہجے میں کہا گیا۔

"اسسٹنٹ ڈائریکٹر جنرل سنٹرل انٹیلی جنس بیورو" ...... عمران نے سرد لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"جی ۔ جی ۔ جی صاحب ہولڈ کیجئے صاحب" ...... اس بار دوسری طرف سے پی اے کا لہجہ بھیک مانگنے والوں جیسا ہو گیا تھا اور یہی حال سلام اور ان رانا نور صاحب کا بھی ہوا تھا ۔ وہ بے اختیار مؤدب نظر آنے لگ گئے تھے ۔

"یس کون صاحب" ...... چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ایک بھاری اور باوقار آواز سنائی دی ۔

"علی عمران بول رہا ہوں ۔ آپ سے ایک سال پہلے سر سلطان سیکرٹری وزارت خارجہ کی رہائش گاہ پر ملاقات ہوئی تھی" ...... عمران نے کہا۔

"اوہ ۔ اوہ ۔ ہاں ہاں مجھے یاد آگیا ۔ فرمایئے آج کیسے فون کیا ہے" ...... دوسری طرف سے چونک کر کہا گیا۔

"میں یہاں میونسپل لائبریری سے بول رہا ہوں ۔ اس لائبریری کا انتظام آپ کے پاس ہے ۔ میں اس انتظام کی تعریف کرنا چاہتا تھا" ۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی بے حد شکریہ ۔ ہماری تو ہمیشہ یہی کوشش رہی ہے کہ لوگوں کی بھرپور انداز میں خدمت کی جائے" ...... دوسری طرف سے

جواب دیا گیا۔

"خدمت تو واقعی انتہائی بھرپور انداز میں ہو رہی ہے کہ محصول چونگی کے سپروائزر صاحب کے خلاف شکایت کی گئی تو آپ نے اسے بطور سزا یہاں لائبریری میں تعینات کر دیا اور اب وہ یہاں آنے والوں سے اس لئے لڑ رہے ہیں کہ تاکہ ان کے خلاف شکایت ہو تو ان کی جان یہاں سے چھوٹ جائے ۔ ویسے آپ نے بڑی زیادتی کی ہے کہ انہیں یہاں لائبریری میں بھجوا دیا ہے ۔ جہاں اہل علم علم کی پیاس بجھانے آتے ہیں اور ان کا واسطہ پڑ جاتا ہے رانا نور صاحب جیسے لوگوں سے" ...... عمران نے بڑے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"کیا ۔ کیا کہہ رہے ہیں آپ ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے ۔ آپ مذاق تو نہیں کر رہے" ...... لارڈ میئر نے چونک کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"رانا نور صاحب میرے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں ۔ اگر آپ کو ان کے خلاف کوئی شکایت تھی تو آپ انہیں معطل کر کے انکوائری کراتے ۔ یہ کیا سزا ہوئی کہ ان کی پوسٹنگ لائبریری میں کر دی ۔ کیا آپ کی نظر میں لائبریری جیل کا درجہ رکھتی ہے" ...... عمران کا لہجہ یکلخت تلخ ہو گیا۔

"اوہ سوری عمران صاحب مجھے واقعی معلوم نہیں ہے ۔ یہ یقیناً کسی سپرنٹنڈنٹ کا کام ہو گا ۔ بہرحال میں انکوائری کراتا ہوں ۔ آئندہ ایسی کوئی شکایت نہ ہو گی ۔ واقعی یہ اہل علم کے ساتھ زبردست زیادتی ہے ۔ ایک چونگی سپروائزر کو لائبریرین لگا دیا جائے ۔ کیا نام بتایا ہے

آپ نے رانا نور"...... دوسری طرف سے معذرت بھرے لہجے میں کہا گیا۔

"ہاں رانا نور اور یہ بھی سن لیں لارڈ میئر صاحب کہ آئندہ اگر ایسی کوئی مثال سامنے آئی تو پھر مجھے انتہائی اعلیٰ سطح پر اس سلسلے میں بات کرنی ہو گی"...... عمران نے تلخ لہجے میں کہا۔

"میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔ میں خاص طور پر خیال رکھوں گا۔ آپ ان رانا نور صاحب سے میری بات کرائیں"...... لارڈ میئر نے انتہائی معذرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہیڈ لائبریرین صاحب سے بات کر لیں جن کے ان رانا نور صاحب کے خلاف شکایات سنتے سنتے کان پک گئے ہیں انہوں نے آپ کو لکھ کر بھی بھیجا تھا۔ لیکن آپ نے کوئی نوٹس ہی نہیں لیا"۔ عمران نے اسی طرح سخت لہجے میں کہا اور رسیور سلام صاحب کی طرف بڑھا دیا

"جج۔ جی۔ صاحب۔ میں ہیڈ لائبریرین بول رہا ہوں جناب"۔ سلام صاحب نے انتہائی مؤدبانہ لیکن کانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"رانا نور کو فوراً ہدایت کریں کہ وہ ابھی اور اسی وقت میرے دفتر آجائے"...... دوسری طرف سے انتہائی سخت لہجے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ سلام صاحب نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

"رانا صاحب آپ کو لارڈ میئر صاحب اپنے آفس میں ملنا چاہتے

ہیں"...... سلام نے کہا۔

"ٹھیک ہے مل لیتا ہوں"...... رانا نے اسی طرح منہ بناتے ہوئے کہا اور اٹھ کر تیز تیز قدم اٹھاتا بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"صاحب آپ نے واقعی اس لائبریری اور اس میں آنے والوں پر احسان کیا ہے۔ ورنہ ہمارے لئے تو یہ رانا صاحب ایک لاینحل مسئلہ بن گئے تھے۔ آپ فرمایئے آپ کیا پینا پسند کریں گے"...... سلام نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"سوری پہلے ہی کافی وقت ضائع ہو گیا ہے۔ مجھے آج سے چھ سال پہلے کے اخبارات دیکھنے تھے"...... عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"اوہ آئیں میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں"...... سلام نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ عمران کے ساتھ ہی اس سیکشن میں پہنچا۔ عمران نے وہاں موجود اسسٹنٹ کو وہ حتمی تاریخ بتائی جس روز مراد غائب ہوا تھا اور اس تاریخ سے پندرہ روز پہلے کے اخبارات طلب کیے تھوڑی دیر بعد اخبارات اسے مہیا کر دیئے گئے اور عمران اس کے مطالعے میں مصروف ہو گیا۔ ہیڈ لائبریرین واپس چلے گئے تھے۔ لیکن چند لمحوں بعد اسسٹنٹ نے مشروب کی ایک بوتل عمران کے سامنے لا کر رکھ دی اور پھر اس سے پہلے کہ عمران چونک کر کچھ کہتا وہ واپس چلا گیا۔ عمران نے مسکراتے ہوئے بوتل اٹھائی اور اسے سپ کرنے لگا۔ وہ اخبارات کا بڑی باریک بینی سے مطالعہ کر رہا تھا۔ پھر چوتھے روز کے ایک مقامی اخبار میں اس کی نظریں جیسے ہی ایک خبر پر پڑیں وہ بے

اختیار چونک پڑا۔ یہ خبر بردہ فروشوں کے ایک گروہ کی گرفتاری کے سلسلے میں تھی۔ عمران چونکا اس لیے تھا کہ اس میں ذکر تھا کہ اس گروہ کی گرفتاری کے لئے محکمہ سوشل ویلفیئر کے ایک افسر نے پولیس کو مخبری کی تھی لیکن اس آدمی کا نام درج نہ کیا گیا تھا۔ عمران نے اس تھانے کا نام دیکھا جس نے اس گروہ کی گرفتاری کی تھی اور پھر باقی اخبارات دیکھنے میں مصروف ہو گیا۔ لیکن اس کے بعد اسے ایسی کوئی خبر نظر نہ آئی جس پر وہ چونکتا۔ اس نے ایک بار پھر وہ اخبار اٹھایا۔ اس کی تاریخ دیکھی وہ مراد کی گمشدگی سے ایک ہفتہ قبل کا اخبار تھا اس نے ایک بار پھر وہ خبر پڑھی اور اخبارات رکھ کر وہ کرسی سے اٹھا اور پھر اسسٹنٹ کا شکریہ ادا کر کے وہ تیز تیز قدم اٹھاتا لائبریری سے باہر آ گیا۔ چند لمحوں بعد اس کی کار تیزی سے دانش منزل کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔

کار دارالحکومت کے ایک پرانے محلے کی تنگ اور ٹوٹی پھوٹی سڑک پر چلتی ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ سیرنگ پر چوہان تھا جب کہ سائیڈ سیٹ پر صدیقی بیٹھا ہوا تھا۔ عقبی سیٹ پر نعمانی اور خاور موجود تھے۔

"تمہیں یقین ہے چوہان کہ کرمو کا تعلق بردہ فروشوں سے ہے"...... صدیقی نے سیرنگ پر بیٹھے ہوئے چوہان سے مخاطب ہو کر کہا۔ وہ چاروں اس وقت مقامی میک اپ میں تھے۔ ان کے جسموں پر عام سے لباس تھے۔ انہوں نے میک اپ بھی عام بد معاشوں جیسے ہی کئے ہوئے تھے۔

"ہاں مجھے ایک خاص آدمی نے بتایا ہے"...... چوہان نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"لیکن یہ بچے اغوا کر کے اور انہیں فروخت کر کے کیا کرتے ہیں"۔

عقبی سیٹ پر بیٹھے ہوئے خاور نے

"اس آدمی نے بتایا تھا کہ پاکیشیا کے شمالی پہاڑی علاقے میں جعلی مال تیار کرنے والی بڑی بڑی فیکٹریاں لگی ہوئی ہیں جو ہر چیز کی نقل تیار کر کے اسے انتہائی منظم طریقے سے پاکیشیا میں پھیلا دیتے ہیں۔ ان فیکٹریوں میں وہ ان بچوں سے بیگار لیتے ہیں"...... چوہان نے جواب دیا۔

"ویری بیڈ یہ تو انتہائی ظلم ہے۔ ایک تو مال نقلی تیار کرنا جرم ہے پھر ان بچوں کا اغوا۔ یہ تو انتہائی بھیانک مجرم ہیں"...... خاور نے کہا اور باقی ساتھیوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ تھوڑی دیر بعد کار ایک چوک پر پہنچ کر رک گئی۔

"وہ سامنے ہوٹل ہے کرمو کا"...... چوہان نے چوک کے جنوبی طرف ایک گھٹیا درجے کے ہوٹل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"آؤ"...... صدیقی نے کہا اور کار سے نیچے اتر آیا۔ باقی ساتھی بھی نیچے اترے اور پھر وہ چاروں تیز تیز قدم اٹھاتے اس گندے اور انتہائی گھٹیا ہوٹل کی طرف بڑھنے لگے۔ جب وہ ہوٹل میں داخل ہوئے تو وہاں غنڈے ٹائپ کے افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ گھٹیا سگریٹوں اور منشیات کے دھوئیں سے ہوٹل کی فضا زہر آلود سی ہو رہی تھی۔ ہوٹل کی حالت بھی بے حد گندی تھی۔ لیکن وہاں موجود لوگ اس طرح اطمینان سے بیٹھے ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے ہنس بول رہے تھے جیسے وہ اس گندے ہوٹل کی بجائے کسی اعلیٰ ہوٹل میں بیٹھے ہوئے ہوں۔ ایک طرف کاؤنٹر سا تھا۔ جو کسی مشروب بنانے والی

کمپنی کی طرف سے بنایا گیا تھا۔ اس پر اس کا اشتہار پینٹ کیا گیا تھا۔ بہرحال یہ کاؤنٹر اس قدر گندہ ہو رہا تھا کہ اسے دیکھنے کو بھی جی نہ چاہ رہا تھا۔ کاؤنٹر کے پیچھے ایک موٹی توند والا آدمی ایک سٹول پر چڑھا بیٹھا ہوا تھا۔ موٹا سا پیٹ اس نے کاؤنٹر پر رکھا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر عجیب مکروہ سی مسکراہٹ جیسے ثبت نظر آتی تھی۔

"کرمو دادا کون ہے"...... صدیقی نے اس موٹے پیٹ والے لمبوترے سے مخاطب ہو کر کہا۔

"پہلے بتاؤ کہ تم کون ہو۔ کہاں سے آئے ہو اور کیوں آئے ہو"۔ اس موٹے پیٹ والے نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"میرا نام [illegible] ہے اور یہ میرے ساتھی ہیں۔ ہم مکرات سے آئے ہیں۔ ہمیں کرمو دادا سے انتہائی ضروری کام ہے"...... صدیقی نے جواب دیا۔

"بولو کیا کام ہے میرا نام کرمو ہے"...... اس موٹے پیٹ والے نے انہیں غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بڑے سودے کی بات کرنی ہے۔ کیا یہیں کاؤنٹر پر ہی ہو گی"۔ صدیقی نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

"بڑا سودا۔ کس قسم کا سودا کھل کر بات کرو"...... کرمو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"پچاس بچے چاہئیں"۔ صدیقی نے آواز دبا کر بات کرتے ہوئے کہا۔

"بچے۔ کیا مطلب"...... کرمو نے بری طرح چونکتے ہوئے کہا۔

"مطلب تو تم اچھی طرح جانتے ہو کرمو دادا بڑا خان تو تمہاری تعریفیں کر رہا تھا کہ کھرا کام کرنے والا ہے"...... صدیقی نے جواب دیا۔

"اوہ۔اوہ۔اچھا تو بڑے خان نے تمہیں بھیجا ہے۔اوہ تو یوں کہو ناں۔لیکن کوئی نشانی بھی لے آئے ہو"...... کرمو نے جلدی سے کاؤنٹر پر رکھا ہوا پیٹ ہٹا کر سٹول سے اترتے ہوئے کہا۔اب اس کے کاندھے صرف کاؤنٹر کے باہر تھے۔باقی جسم کاؤنٹر کے اندر چھپ گیا تھا۔

"نشانی بھی مل جائے گی"...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا اور کرمو دادا نے اثبات میں سرہلا دیا اور پھر کسی شرفو کو اس نے آواز دی۔دوسرے لمحے ایک لمبا تڑنگا غنڈہ کہیں سے نمودار ہو کر کاؤنٹر کے پاس پہنچ گیا۔

"تم کاؤنٹر سنبھالو شرفو میں ذرا ان لوگوں سے دو چار باتیں کر لوں"...... کرمو دادا نے کاؤنٹر کے پیچھے سے نکلتے ہوئے اس آدمی سے کہا۔

"ٹھیک ہے دادا"...... شرفو نے جواب دیا اور کاؤنٹر کے پیچھے چلا گیا۔

"آؤ جی"...... کرمو دادا نے صدیقی اور اس کے ساتھیوں سے کہا اور پھر سائیڈ میں موجود ایک پتلی سی راہداری میں گھس گیا۔موٹی توند اس کے چلتے ہوئے مسلسل ہل رہی تھی۔لیکن کرمو دادا کی چال میں خاصی تیزی اور مستعدی تھی۔راہداری کے آخر میں ایک دروازہ تھا

جسے کرمو دادا نے کھولا اور پھر وہ انہیں اپنے پیچھے اندر آنے کا اشارہ کرتا ہوا کمرے میں داخل ہو گیا۔صدیقی اور اس کے ساتھی بھی اس کے پیچھے اندر داخل ہوئے۔یہ کمرہ بھی انتہائی گندہ سا تھا۔اس میں ایک میز اور اس کے گرد چھ سات پرانی سی کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔

"بیٹھو اور پہلے مجھے بڑے خان کی نشانی دکھاؤ تاکہ کھل کر بات ہو سکے"...... کرمو دادا نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"نشانی یہی ہے کہ کرمو دادا کہ بڑے خان نے کہا تھا کہ اس کا نام لے دینا بس کافی ہے"...... صدیقی نے جواب دیا۔

"ہونہہ اچھا تو بولو۔کیا بات ہے"...... کرمو دادا کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا۔

"ہمیں پلّے چاہئیں۔بتایا تو ہے"...... صدیقی نے جواب دیا۔

"لیکن میں نے یہاں کتوں کا فارم تو نہیں کھول رکھا کہ تم پلّے لینے آگئے ہو۔یہ تو ہوٹل ہے"...... کرمو دادا نے اکھڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تم ہم پر اعتبار نہیں کر رہے تو ٹھیک ہے مت کرو۔ہم کسی اور سے بات کر لیتے ہیں"...... صدیقی نے منہ بنا کر کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کے ساتھی بھی کھڑے ہو گئے۔صدیقی دروازے کی طرف مڑا۔لیکن ابھی اس نے قدم بڑھائے ہی تھے کہ کرمو دادا بول پڑا۔

"آجاؤ۔اب مجھے یقین آگیا ہے۔آجاؤ"...... کرمو دادا نے کہا اور

صدیقی واپس پلٹ پڑا۔

"یہ لفظ سننے کے بعد تمہیں یقین آجانا چاہیے تھا۔ تم خود جانتے ہو کہ یہ لفظ اغوا شدہ بچوں کے لئے وہی استعمال کرتے ہیں جو اس بزنس میں ہوتے ہیں"...... صدیقی نے منہ بناتے ہوئے کہا اور دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے باقی ساتھی بھی خاموشی سے بیٹھ گئے۔

"ناراض ہونے کی ضرورت نہیں۔ تمہیں معلوم تو ہے کہ سرکاری لوگ ہمارے پیچھے لگے رہتے ہیں۔ بہرحال بتاؤ کتنی عمر کے چاہئیں اور کب"...... کرمو دادا نے اس بار مکروہ سے انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔

"درمیانی عمر کے اور آج ہی"...... صدیقی نے کہا۔

"آج۔ تو کیا واقعی تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ میں نے ان کا فارم کھول رکھا ہے"...... کرمو دادا ایک بار پھر بگڑ گیا تھا۔

"ہمیں تو یہی بتایا گیا تھا کہ تمہارے پاس ہر وقت سٹاک موجود رہتا ہے"...... صدیقی نے جواب دیا۔

"سٹاک۔ میرا دماغ تو خراب نہیں ہے کہ ان کا سٹاک رکھوں میں تو آرڈر پر کام کرتا ہوں۔ آرڈر دے جاؤ رقم پوری ایڈوانس اور مال ایک مہینے بعد ملے گا"...... کرمو دادا نے کہا۔

"پھر تم سے بات نہیں ہو سکتی"...... صدیقی نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"جتنے ہوں ڈمپو۔ اتنے تو لے لیں۔ باقی بعد میں سپلائی کر دیں گے"...... اس بار چوہان بول پڑا۔

"ہاں ایسا تو ہو سکتا ہے۔ کم از کم پارٹی کچھ تو مطمئن ہو جائے گی"...... صدیقی نے کہا۔

"دس سے کام چل جائے گا فوری طور پر"...... کرمو دادا نے کہا۔

"دس تو تھوڑے ہیں پچیس تو دو"...... صدیقی نے کہا۔

"اس سے زیادہ ہم رکھتے ہی نہیں۔ آرڈر بھی زیادہ سے زیادہ دس پندرہ کا ہی ہوتا ہے۔ تم پہلے آدمی ہو جو پچاس اکٹھے مانگ رہے ہو۔ کیا نئی فیکٹری کھولی ہے تمہاری پارٹی نے"...... کرمو دادا نے کہا۔

"ہمیں کسی فیکٹری سے کوئی مطلب نہیں۔ ہماری پارٹی نے آرڈر دیا ہے اور ہم نے اسے سپلائی کرنے ہیں۔ چلو دس ہی سہی باقی کب تک ہو جائیں گے"...... صدیقی نے پوچھا۔

"بتایا تو ہے۔ ایک ماہ لگے گا"...... کرمو دادا نے کہا۔

"نہیں ایک ماہ تو بہت لمبا عرصہ ہے۔ زیادہ سے زیادہ ایک ہفتے کی بات کرو"...... صدیقی نے کہا۔

"نہیں اس قدر تیز رفتاری سے بچے اغوا ہونے شروع ہو جائیں تو لوگ چیخ پڑتے ہیں اور پھر پولیس کی کارروائی تیز ہو جاتی ہے۔ بہت ہی کم ہو تو بیس روز تو بہرحال لگ ہی جائیں گے"...... کرمو دادا نے کہا۔

"چلو دس روز کر لو۔ باقی چالیس پکے ہی تو دینے ہیں تم نے۔ کون سا سینکڑوں ہزاروں کی بات ہو رہی ہے"...... صدیقی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"چلو تمہارے لئے پندرہ دن۔ بس اس سے کم نہیں ہو سکتا۔ اس

کے بعد تمہاری مرضی"...... کرمو دادا نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ اب ریٹ بتاؤ۔ لیکن خیال رکھنا کہ ہم بڑا سودا کر رہے ہیں اور یہ پہلا سودا ہے تمہارے ساتھ۔ اس کے بعد نجانے اور کتنے بڑے سودے ہوں گے"...... صدیقی نے کہا۔

"دس ہزار فی پلّا اور کسی بات کی فکر مت کرنا۔ پلّا صحت مند ہو گا"...... کرمو دادا نے کہا۔

"آخری بار کہہ رہا ہوں کرمو دادا۔ لینے دینے کی بات کرو۔ جو آخری بات ہو وہ بتا دو اگر ہمیں منظور ہو گا تو رقم پچاس پلّوں کی ایڈوانس دے دیں گے۔ نہ منظور ہو گا تو خاموشی سے اٹھ کر چلے جائیں گے۔ تم اپنی جگہ خوش ہم اپنی جگہ خوش"...... صدیقی نے کہا۔

"تم واقعی بڑے سخت لوگ ہو۔ ٹھیک ہے۔ آخری بات کر رہا ہوں اس سے ایک پیسہ بھی کم نہ لوں گا۔ سات ہزار روپے فی پلّا"...... کرمو دادا نے کہا۔

"سات نہیں پانچ بولو۔ اگر منظور ہو تو دوں ڈھائی لاکھ روپے"...... صدیقی نے جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔

"نہیں ایک پیسہ بھی اس سے کم نہیں ہو سکتا۔ ہم دس سے کم کسی صورت بھی نہیں دیتے۔ ہمیں آگے بھی دینا ہوتا ہے۔ پھر ان کی خوراک وغیرہ کا خرچہ بھی ہوتا ہے۔ پولیس والوں کا منہ بھی بند کرنا پڑتا ہے۔ کتا کام ہے یہ۔ دردسری زیادہ ہے آمدنی کم ہے۔ لیکن اب کیا کیا جائے۔ کام تو کرنا ہی ہے"...... کرمو دادا نے کہا۔

"او کے ٹھیک ہے سات ہمیں منظور ہیں۔ لیکن دس پلّے ابھی میرے حوالے کرنے ہوں گے"...... صدیقی نے کہا۔

"ہاں لے لو۔ ہم نے ان کا اچار تو نہیں ڈالنا۔ لیکن رقم پہلے دو"...... کرمو دادا نے کہا اور صدیقی نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور بڑے نوٹوں کی گڈیاں نکال کر میز پر رکھنی شروع کر دیں۔ یہ چار گڈیاں تھیں چار لاکھ روپے دیکھ کر کرمو دادا کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی۔ اس نے ہاتھ بڑھانا چاہا۔ لیکن صدیقی نے گڈیوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

"نہیں پہلے وہ دس پلّے دکھاؤ۔ ہو سکتا ہے کمزور اور بیمار ہوں۔ رقم اس لئے باہر نکالی ہے تاکہ تم دیکھ لو"...... صدیقی نے کہا اور گڈیاں دوبارہ اٹھا کر جیب میں رکھنا شروع کر دیں۔

"ٹھیک ہے آؤ کوئی سواری ہے تمہارے پاس"...... کرمو دادا نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ہاں کار ہے"...... صدیقی نے کہا۔

"آؤ"...... کرمو دادا نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"شرفو میں آ رہا ہوں خیال رکھنا"...... کرمو دادا نے کاؤنٹر پر کھڑے ہوئے نوجوان سے کہا اور تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد وہ ان کے ساتھ کار میں بیٹھا ہوا تھا۔ صدیقی نے اسے فرنٹ سائیڈ سیٹ پر بٹھایا تھا جبکہ وہ خود عقبی سیٹ پر چلا گیا تھا۔

"کہاں جانا ہے"...... چوہان نے جو سٹیرنگ پر تھا کار موڑتے ہوئے کہا۔

"لعل کالونی چلو"....... کرمو دادا نے کہا تو چوہان نے سرہلا دیا۔ پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ ایک مضافاتی کالونی میں پہنچ گئے جو ابھی پوری طرح آباد نہ ہوئی تھی۔ کہیں کہیں مکانات بنے ہوئے تھے۔ پھر اس کالونی کا خاتمہ ہو گیا اور کار کھیتوں کے درمیان کچی سڑک پر آگے بڑھتی چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک کچے سے دیہاتی ڈیرے میں پہنچ گئے۔ جہاں چار غنڈے ٹائپ آدمی چارپائیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ لیکن ان کے جسموں پر دیہاتی لباس ہی تھے۔ لیکن شکل وصورت سے وہ چھٹے ہوئے غنڈے ہی دکھائی دے رہے تھے۔ لیکن جیسے ہی انہوں نے کرمو دادا کو کار سے اترتے ہوئے دیکھا ان کے چہروں پر اطمینان کے آثار ابھر آئے۔

"وہ دس بلے کہاں ہیں جامو گاہکوں کو لے آیا ہوں"....... کرمو دادا نے کہا۔

"موجود ہیں دادا۔ کیا سب دینے ہیں یا ان میں سے چھانٹنے ہیں"....... ایک آدمی نے کہا۔

"ان کی مانگ تو پچاس کی ہے۔ رقم ایڈوانس دے رہے ہیں"....... کرمو دادا نے جواب دیا۔

"پچاس۔ اوہ لیکن دادا نئے لوگ ہیں"....... اس آدمی نے بڑی مشکوک نظروں سے صدیقی اور اس کے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں لیکن بڑے خان کی نشانی لے کر آئے ہیں۔ میں نے چیکنگ

...ن ہے"....... کرمو دادا نے کہا۔

"ٹھیک ہے اگر تم مطمئن ہو تو پھر ٹھیک ہے۔ آؤ"....... جامو نے کہا اور پھر ڈیرے کے بیرونی دروازے کی طرف چل پڑا۔ کرمو دادا اس کے پیچھے چل پڑا۔ صدیقی اور اس کے ساتھی بھی ساتھ چل پڑے۔ ڈیرے کے عقبی طرف ایک بڑا رہائشی مکان سا تھا جس کا دروازہ بند تھا جامو نے دروازے پر مخصوص انداز میں دستک دی۔ تو دروازہ کھلا اور ایک اور غنڈہ نما آدمی باہر آ گیا۔

"اوہ کرمو دادا تم اور یہاں"....... آنے والے نے چونک کر کہا اور پھر حیرت سے صدیقی اور اس کے ساتھیوں کو دیکھنے لگا۔

"ہاں دس بلوں کا سودا کیا ہے۔ باقی چالیس پندرہ دن میں دینے ہیں۔ یہ مال دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ساتھ آنا پڑا"....... کرمو دادا نے کہا۔

"ہاں تو ایک نمبر ہے"....... اس آدمی نے کہا اور واپس مڑ گیا۔ یہ ایک وسیع صحن تھا جس کے بعد برآمدہ تھا اور اس کے پیچھے کمروں کے دروازے تھے۔ مکان خالص دیہاتی تھا۔ برآمدے میں دو آدمی موجود تھے جن کے کاندھوں سے مشین گنیں لٹکی ہوئی تھیں۔

"بڑے کمرے کا دروازہ کھولو"....... آنے والے نے برآمدے میں موجود ایک آدمی سے کہا اور وہ سرہلاتا ہوا مڑا اور ایک بند دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دروازے میں لگا ہوا تالا کھولا اور کنڈی کھول کر اس نے دروازے کو دھکیلا اور کھول دیا۔

"آؤ دیکھ لو اپنا مال" ...... کرمو دادا نے کہا اور اندر داخل ہو گیا۔
صدیقی اور اس کے ساتھی اس بڑے کمرے میں داخل ہوئے تو کمرے میں خشک گھاس بچھا ہوا تھا اور وہاں واقعی سات سال سے لے کر بارہ تیرہ سال کے شہری بچے بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے پیروں میں زنجیریں باندھی گئی تھیں۔ ان کے چہروں پر شدید خوف تھا۔ کمرے میں شدید بو سی تھی۔ بچوں کے جسموں پر پھٹے ہوئے کپڑے تھے اور معصوم سے چہرے بری طرح کملائے ہوئے تھے۔

"کھڑے ہو جاؤ کتے کے پلو کھڑے ہو جاؤ" ...... دروازہ کھولنے والے نے انتہائی کرجدار آواز میں کہا تو وہ دس کے دس بچے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ لیکن ان میں سے اکثر سسکنے لگے۔

"خبردار اگر منہ سے آواز نکلی تو گردن کاٹ دوں گا" ...... اس آدمی نے اور زیادہ گرجدار لہجے میں کہا۔

"دیکھو ڈمپو۔ کیسے صحت مند پلے ہیں۔ ہیں ناں" ...... کرمو دادا نے بڑے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"کتنے دنوں سے پکڑے ہوئے ہیں" ...... صدیقی نے پوچھا۔

"تین چار روز کی پکڑ ہے" ...... اس دروازہ کھولنے والے نے بڑے فخریہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔ آؤ باہر" ...... صدیقی نے مطمئن سے انداز میں کہا اور بیرونی دروازے کی طرف مڑ گیا۔ چند لمحوں بعد وہ باہر صحن میں آ گئے

"اب رقم دے دو اور ہاں ان پلوں کو کس طرح لے جانا پسند کر

... یہ بتادوں کہ ہم انہیں تمہارے حوالے کرنے کے بعد کسی بات کے ذمہ دار نہ ہوں گے اور نہ بعد میں ہم اسے تسلیم کریں گے کہ تم نے یہ بچے یہاں سے حاصل کئے ہیں" ...... کرمو دادا نے کہا۔

"ظاہر ہے ایسا ہی ہونا ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ تمہارے آدمیوں ... یہ دیکھ کر میں مایوس ہو گیا ہوں اگر ایک ہفتے میں انہوں نے دس بچے پکڑے ہیں تو پندرہ دنوں میں یہ چالیس کیسے پکڑ لیں گے میرا خیال ہے کہ ان سے دس کا ہی سودا کر لیا جائے باقی کے لئے کسی اور پارٹی سے بات کی جائے" ...... صدیقی نے کہا۔

"باقی پارٹیوں کے پاس تو اتنے بچے چھ ماہ میں بھی اکٹھے نہ ہو سکیں یہ تو صرف جامو کا کام ہے زیادہ تر سپلائی یہی کرتا ہے" ...... کرمو ... نے ...۔

"ٹھیک ہے ایسا ہی ہو گا آؤ ادھر ڈیرے میں بیٹھ کر باتیں ہوں ... صدیقی نے کہا اور پھر اس مکان سے نکل کر وہ واپس ڈیرے پہنچ گئے جامو بھی ان کے ساتھ ہی آ گیا تھا۔

"کرمو دادا اور جامو کے علاوہ باقی لوگ تو فالتو ہی ہیں"۔ اچانک صدیقی نے اپنے ساتھیوں سے کہا تو سب نے سر ہلا دیئے۔

"یہ مطلب" ...... کرمو دادا نے چونکتے ہوئے کہا لیکن دوسرے ... ٹھک ٹھک کی آوازوں سے گونج اٹھا وہاں موجود چار آدمی بغیر ... زمین پر گرے اور چند لمحے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گئے ... ان کی کھوپڑیوں میں گھس گئی تھیں۔

"خبردار ذرا بھی حرکت کی تو گولی جسم میں اتر جائے گی"۔ صد
اور خاور نے بیک وقت کہا۔ان دونوں کے سائیلنسر لگے مشین پ
کرمو داد اور جامو کی گردن کی پشت پر جمے ہوئے تھے اسی لمحے اچانک
جامو نے تیزی سے مڑ کر مشین پسٹل پر ہاتھ ڈالنا چاہا لیکن دوسرے
وہ بری طرح چیختا ہوا اچھل کر ایک دھماکے سے نیچے گرا خاور نے ا
کے حرکت کرتے ہی بازو گھما کر اس کی کنپٹی پر مڑی ہوئی انگلی کا ہک
دیا تھا جب کہ اس کے گرتے ہی کرمو نے بھی بھاگنے کی کوشش
لیکن اس کا بھی حشر یہی ہوا اور پھر صدیقی اور خاور دونوں نے چند لم
میں ان کی کنپٹیوں پر ضرب لگا کر انہیں بے ہوش کر دیا۔

"تم یہیں ٹھہرو میں اور خاور دوسروں کا خاتمہ کر آئیں"۔ صد
نے چوہان اور نعمانی سے کہا اور پھر وہ خاور سمیت تیزی سے چلتے ہو
ڈیرے سے نکلے اور عقبی طرف مکان کی طرف بڑھ گئے دروازہ بند تھ

"میں اسے باہر نکالوں گا تم اندر جا کر فائر کھول دینا"...... صد
نے خاور سے کہا اور خاور نے اثبات میں سر ہلا دیا صدیقی نے درواز
پر اسی طرح مخصوص انداز میں دستک دی جیسے پہلے جامو نے دی
اور پھر وہ دونوں سائیڈوں پر ہٹ کر کھڑے ہو گئے دوسرے
دروازہ کھلا تو صدیقی نے بجلی کی سی تیزی سے اس آدمی کی گردن پر
ڈالا اور اس کے ساتھ ہی وہ آدمی چیختا ہوا اچھل کر سامنے ایک طرف
گرا خاور بجلی کی سی تیزی سے اندر داخل ہوا وہ آدمی نیچے گر کر ابھی ا
کی کوشش کے لئے جسم کو سمیٹ ہی رہا تھا کہ صدیقی نے اس پ

نے دیا اور پلک جھپکنے میں اس کی کھوپڑی میں سوراخ ہو گئے اندر
ہ بھی ٹھک ٹھک کی آوازوں کے ساتھ ہی اندر موجود افراد کے گرنے
ے دھماکے سنائی دیئے اور پھر خاور باہر آ گیا۔

"دو آدمی تھے دونوں کو ختم کر دیا ہے"...... خاور نے کہا۔

"اس کو بھی کھینچ کر اندر لے جا کر ڈال دو"...... صدیقی نے کہا اور
ر نے جھک کر اس آدمی کی لاش کی ٹانگ پکڑی اور پھر اسے گھسیٹتا
اندر لے گیا صدیقی بھی اس کے پیچھے اندر آ گیا۔

"ان بچوں کو بھی نکالا جائے"...... خاور نے کہا۔

"ہاں لیکن میرا خیال ہے پہلے اس کرمو اور جامو دونوں سے اس
ہ ترین دھندے کی باقی پارٹیوں کے بارے میں پوچھ گچھ کر لی
ے"...... صدیقی نے کہا۔

"لیکن ان بچوں کا کیا کریں گے انہیں کیسے ان کے گھروں تک
پہنچایا جائے گا خدا کی پناہ اس قدر ظالم اور سفاک لوگ بھی اس دنیا
میں بستے ہیں نجانے میں نے کس طرح برداشت کیا ہے ورنہ میرا تو دل
یہ تھا کہ ان سب کی بوٹیاں اڑا دوں"...... خاور نے کہا۔

"یہ بڑا گینگ ہے خاور ایک دو کے مرنے سے کچھ نہیں ہو گا باقی
بچے تو ان کی فکر مت کرو یہاں ایک فلاحی ادارہ ہے بچے ان کے
لے کر دیئے جائیں گے وہ انہیں بحفاظت ان کے والدین کے پاس
پہنچا دیں گے آؤ پہلے ان دونوں سے پوچھ گچھ کر لیں ویسے میرا تو جی چاہتا
ہے دونوں کو اٹھا کر ہیڈ کوارٹر لے جایا جائے اور ان کی بوٹیاں

اڑادی جائیں"...... صدیقی نے واپس مڑتے ہوئے کہا۔

"میرا بھی دل یہی کہہ رہا ہے لیکن ان مکروہ لوگوں کو میں اب میں اپنے ساتھ برداشت نہ کر سکوں گا"...... خاور نے کہا۔

"اوہ۔ ایک منٹ میرے پاس ٹرانسمیٹر ہے عمران صاحب کیوں نہ بات کر لی جائے ہو سکتا ہے وہ انہیں زندہ رکھنا چاہیں" صدیقی نے واپس ڈیرے پر پہنچتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے کر لو بات"...... خاور نے کہا اور صدیقی نے ج سے ٹرانسمیٹر نکالا اور اس پر عمران کی فریکونسی ایڈجسٹ کر کے اس بٹن دبا دیا۔

"ہیلو چیف آف فور سٹارز کالنگ اوور"...... صدیقی نے بار بار دینا شروع کر دی۔

"یس ٹوئنکل سٹار اٹنڈنگ یو اوور"...... اچانک عمران کی ہوئی آواز سنائی دی۔

"یہ نام آپ نے واقعی خوبصورت اور حسب حال چنا ہے ع صاحب اوور"...... صدیقی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اب کیا کروں نہ سپر سٹار بن سکتا ہوں نہ ففتھ سٹار نہ بلیک نہ وائٹ سٹار یہ تو بس اچانک ہی ذہن میں نام آگیا ہے اوور"۔ ع کی زبان رواں ہو گئی۔

"آپ کے ذہن میں ٹوئنکل سٹار درست آیا ہے اس لئے کہ جس کے لئے میں نے کال کی ہے اس کا تعلق بھی بچوں سے ہی ہے اور

ٹوئنکل ٹوئنکل لٹل سٹار بچوں کی ہی نظم ہے اوور"...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بچے کیا مطلب شادی سے پہلے اوہ بڑا جدید دور آگیا ہے اوور"۔ عمران نے چونکتے ہوئے لہجے میں کہا تو صدیقی بے اختیار کھل کھلا کر ہنس پڑا اور پھر اس نے چوہان کی اطلاع سے لے کر کرمو داوا کے ہوٹل اور پھر وہاں سے لعل کالونی کے عقب میں اس ڈیرے تک پہنچنے اور وہاں دس بچوں کی قید سے لے کر ان آدمیوں کے خاتمے تک پوری تفصیل بتا دی۔

"اوہ اوہ۔ ویری بیڈ اس قدر مکروہ دھندہ۔ ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں اوور"...... عمران کے لہجے میں شدید تاسف موجود تھا۔

"میرا خیال ہے عمران صاحب کہ یہ کام بہت سی پارٹیاں کر رہی ہیں اس لئے اس کرمو داوا اور جامو کو ہم ہیڈ کوارٹر لے جائیں تاکہ ان سے ذرا تفصیلی پوچھ گچھ ہو سکے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ دس بچوں کو بھی ساتھ لے آنا ہے اور ہمارے پاس ایک ہی کار ہے اوور"۔ صدیقی نے کہا۔

"مجھے تفصیل سے جگہ بتاؤ میں خود آرہا ہوں میں ان سے خود پوچھ گچھ کروں گا اوور"...... عمران نے کہا اور صدیقی نے تفصیل سے اسے پتہ بتا کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

"عمران صاحب آرہے ہیں میرا خیال ہے اب بچوں کو بھی یہیں لے آئیں"...... صدیقی نے ٹرانسمیٹر آف کر کے اسے جیب میں ڈالتے

ہوئے کہا۔

"ہاں میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں"......خاور نے کہا اور صدیقی سر ہلاتا ہوا باہر کی طرف مڑ گیا خاور اس کے پیچھے تھا مکان میں داخل ہو کر وہ برآمدے کو کراس کر کے اس دروازے تک پہنچے جواب دوبارہ بند کر دیا گیا تھا لیکن اب تالے کی بجائے کنڈی لگی ہوئی تھی صدیقی نے ہاتھ بڑھا کر کنڈی کھولی اور پھر دروازہ کھول کر وہ دونوں اندر داخل ہو گئے بچے جو سر جھکائے بیٹھے ہوئے تھے انہیں دیکھ کر چونک پڑے اور یکلخت سہم سے گئے تھے۔

"خدا نے تمہاری سن لی ہے ننھے فرشتو ہم تمہیں یہاں سے آزاد کر کے تمہیں تمہارے ماں باپ کے پاس پہنچانے آئے ہیں"۔ صدیقی نے آگے بڑھ کر بچوں کے سر پر شفقت بھرے انداز میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تو بچے بے اختیار رونے لگے۔

"ہمیں کہیں مت لے جاؤ ہمیں ہمارے گھر پہنچا دو"......بچوں نے سسکتے ہوئے کہا۔

"گھبراؤ نہیں ایسا ہی ہو گا"......صدیقی نے کہا اور پھر اس نے زنجیر کو دیوار میں لگے ہوئے ہک سے کھینچنا شروع کر دیا لیکن جب وہ نہ کھلی تو اس نے جیب سے مشین پسٹل نکالا اور پھر سٹاک سٹاک کی آوازوں کے ساتھ ہی زنجیر ٹوٹ گئی بچے مشین پسٹل دیکھ کر اور زیادہ زور سے رونے لگے تھے۔

"بہت خوفزدہ ہیں بیچارے پتہ نہیں ان کے ماں باپ کا کیا حال ہو

گا"......صدیقی نے ایک ٹھنڈا سانس لیتے ہوئے کہا اور پھر خاور اور صدیقی دونوں نے مل کر ان سب بچوں کے پیروں سے زنجیریں کھول دیں۔

"آؤ ہمارے ساتھ اور خود دیکھ لو کہ ہم نے ان ظالموں کا کیا حشر کیا ہے"......صدیقی نے کہا اور بچوں کو لے کر وہ جیسے ہی کمرے سے باہر آئے برآمدے میں دو لاشیں پڑی دیکھ کر بچے خوف سے سمٹ سے گئے۔

"ڈرو نہیں۔ یہ وہ ظالم لوگ ہیں جو تم پر ظلم کرتے تھے آؤ"۔ صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک چھوٹے بچے کو اٹھا کر اسے پیار کیا تو سارے بچوں کے خوف زدہ چہروں پر قدرے اطمینان کے تاثرات ابھر آئے بچوں کو وہ لے کر ڈیرے پر آئے۔

"یہ بہت ظالم ہے انکل۔ یہ ہمیں اس طرح مارتا تھا جیسے ہم پتھر کے ہوں یہ دیکھئے یہ میرا جسم"......ایک بچے نے زمین پر بے ہوش پڑے ہوئے جامو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے قمیض اٹھا کر دکھائی تو اس کے پھول جیسے جسم پر سرخ لکیریں پڑی ہوئی تھیں۔

"ان کا حشر انتہائی عبرت ناک ہو گا تم فکر نہ کرو"......صدیقی نے کہا اور پھر اس نے بچوں سے ان کے گھروں کے متعلق پوچھنا شروع کر دیا تھوڑی دیر بعد اسے اطمینان ہو گیا کہ سارے بچے دارالحکومت کی مختلف کالونیوں سے ہی پکڑے گئے تھے۔

"ہمارا ساتھی کار لے کر آ رہا ہے پھر ہم اکٹھے یہاں سے جائیں گے اور

تمہیں تمہارے گھر پہنچا دیا جائے گا"...... صدیقی نے کہا اور بچوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے اب ان کے چہروں پر گہرے اطمینان اور مسرت کے تاثرات ابھر آئے تھے شاید اب انہیں یقین آ گیا تھا کہ وہ محفوظ ہاتھوں میں پہنچ گئے ہیں۔

عمران جیسے ہی دانش منزل کے آپریشن روم میں داخل ہوا بلیک زیرو احتراماً اٹھ کھڑا ہوا۔

"عمران صاحب میرا خیال ہے کہ مجرموں نے پاکیشیا آنے یا اس کے خلاف کام کرنے سے توبہ کر لی ہے کہ اب دور دور تک کسی کیس کا کوئی پتہ ہی نہیں ہے"...... سلام دعا کے بعد بلیک زیرو نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"ہاں لگتا تو ایسا ہی ہے کہ اب ایکسٹو کی دہشت صرف اس کے ممبروں تک ہی محدود نہیں رہی بلکہ مجرموں پر بھی پڑ گئی ہے"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور ٹرانسمیٹر پر فریکونسی ایڈجسٹ کرنے میں مصروف ہو گیا۔ بلیک زیرو مسکراتا ہوا اٹھا اور کچن کی طرف بڑھ گیا۔

"ہیلو ہیلو عمران کالنگ اوور"...... فریکونسی ایڈجسٹ کرنے کے

بعد عمران نے کال دینی شروع کر دی۔

"یس ٹائیگر اٹنڈنگ یو اوور"...... چند لمحوں بعد ہی ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

"ایک تاریخ نوٹ کرو اوور"...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے آج سے چھ سال قبل کی ایک تاریخ دوہرا دی۔

"یس باس اوور"...... دوسری طرف سے ٹائیگر نے جواب دیا۔

"اس تاریخ یا اس سے ایک روز پہلے نارتھ کرافٹ پولیس اسٹیشن پر پولیس نے بردہ فروشوں کے ایک گروہ کو گرفتار کیا تھا۔ اخبار میں اس کی خبر بھی آئی تھی۔ اس خبر میں درج ہے کہ اس کی مخبری محکمہ سوشل ویلفیئر کے کسی افسر نے کی تھی تم نے تھانے کے ریکارڈ سے یہ معلوم کرنا ہے کہ ملزم کون تھے۔ ان کے تفصیلی کوائف معلوم کرنے ہیں اور خاص بات یہ کہ وہ مخبر کون تھا۔ یہ ساری تفصیلات معلوم کرنی ہیں اوور"...... عمران نے کہا۔

"مخبر کے متعلق تو شاید معلوم نہ ہو سکے البتہ باقی تفصیلات معلوم ہو جائیں گی اوور"...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

"کیوں اوور"...... عمران نے چونک کر پوچھا۔

"پولیس مخبروں کے نام ریکارڈ پر نہیں رکھتی۔ البتہ اس دور میں تھانے کا جو انچارج ہو گا اسے ذاتی طور پر اس کا علم ہو گا۔ لیکن اب چھ سال بعد نجانے وہ کہاں ہو۔ بہرحال میں معلومات حاصل کرتا ہوں اوور"...... دوسری طرف سے ٹائیگر نے جواب دیا۔

"کتنی دیر لگے گی تمہیں اوور"...... عمران نے پوچھا۔

"باس زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ کیونکہ مجرموں اور تھانے والوں کا خاصا گٹھ جوڑ ہوتا ہے۔ بس مجھے اس علاقے کے کسی بڑے بدمعاش کے پاس جانا پڑے گا۔ معلومات مل جائیں گی اوور"...... ٹائیگر نے کہا۔

"اوکے۔ معلومات حاصل کر کے مجھے میری فریکونسی پر کال کرو اوور اینڈ آل"...... عمران نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اسی لمحے بلیک زیرو نے چائے کی ایک پیالی لا کر عمران کے سامنے رکھی اور دوسری ہاتھ میں پکڑے وہ اپنی سیٹ پر جا کر بیٹھ گیا۔ عمران نے ٹرانسمیٹر پر اپنی مخصوص فریکونسی ایڈجسٹ کی اور پھر چائے کی پیالی اٹھا لی۔

"کیا کوئی کیس شروع ہو گیا ہے"...... بلیک زیرو نے پوچھا۔

"نہیں حق ہمسائیگی ادا کر رہا ہوں"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو بلیک زیرو چونک پڑا۔

"حق ہمسائیگی کیا مطلب"...... بلیک زیرو نے حیران ہو کر پوچھا تو عمران نے اسے بچے کی آمد سے لے کر لائبریری جا کر اس خبر کے پڑھنے اور پھر ٹائیگر کو کال کرنے کی ساری باتیں مختصر طور پر بتا دیں۔

"اوہ تو آپ کا خیال ہے کہ یہ مخبری مراد صاحب نے کی ہو گی اور اس کی پاداش میں اسے غائب کر دیا گیا ہو گا"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"ابھی کوئی اندازہ تو نہیں لگایا جا سکتا۔ اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارنے والی بات ہے"...... عمران نے جواب دیا۔

"ویسے یہ بات ہے تو انتہائی عجیب کہ اچھا بھلا پڑھا لکھا آدمی اس طرح غائب ہو جائے۔ نہ اس کی لاش ملے نہ وہ خود"...... بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اصل حیرت اس بات کی ہے کہ اس کے غائب ہونے کے پیچھے کوئی وجہ سامنے نہیں آرہی۔ نہ ہی وہ شخص مالی طور پر غیر آسودہ تھا نہ بیوی بچوں سے تنگ تھا۔ نہ اس پر کوئی بڑا قرضہ تھا نہ کوئی دشمنی"۔ عمران نے کہا۔

"اوہ تو آپ اس بنیاد پر سوچ رہے ہیں کہ وہ خود اپنی مرضی سے غائب ہو گیا ہے"...... بلیک زیرو نے چونک کر کہا۔

"یورپ ایکریمیا میں تو ایسے قصے عام ہیں۔ وہاں تو لوگ اسی طرح کرتے ہیں لیکن یہاں پاکیشیا میں ایسا کوئی کیس اب تک سامنے نہیں آیا۔ لیکن اس کے باوجود اگر اسے کسی نے اغوا کیا تو کیوں اور پھر کہیں نہ کہیں سے تو بہر حال سراغ مل ہی جاتا"...... عمران نے کہا اور بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد ٹرانسمیٹر کال آگئی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو ٹائیگر کالنگ اوور"...... بٹن آن ہوتے ہی ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

"عمران بول رہا ہوں اوور"...... عمران نے کہا۔

"باس میں نے معلومات حاصل کر لی ہیں۔ تھانے کے ریکارڈ کے مطابق مخبر جس کا تعلق محکمہ سوشل ویلفیئر سے تھا کی اطلاع پر پولیس

نے نزدیکی گاؤں میں ایک مکان پر چھاپہ مار کر وہاں سے چار بردہ فروش اور پندرہ معصوم اغوا شدہ بچے برآمد کئے تھے۔ یہ بردہ فروش مقامی بدمعاش تھے جو بعد میں ضمانتوں پر رہا ہو گئے۔ چونکہ بچوں کے والدین نے پیروی نہ کی اور گواہ بھی نہ مل سکے تھے۔ اس لئے ملزم بعد میں بری ہو گئے۔ ریکارڈ کے مطابق اس گروہ کا سرغنہ ایک شخص میرن نامی تھا مخبر کے بارے میں کوئی ریکارڈ موجود نہیں ہے۔ البتہ یہ معلوم ہوا ہے کہ اس وقت اس تھانے کا انچارج عالم خان تھا جو اب ریٹائرڈ ہو چکا ہے اور اب وہ سٹیلائٹ ٹاؤن کی کوٹھی نمبر چھ سو چھ اے بلاک میں رہائش پذیر ہے اور خاصا امیر آدمی ہے۔ اس کا اب دارالحکومت میں کوئی نجی کاروبار بتایا جاتا ہے اوور"...... ٹائیگر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"او کے ٹھیک ہے۔ اوور اینڈ آل"...... عمران نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

"مخبر کے بارے میں یقیناً عالم خان جانتا ہو گا"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"ہاں اس عالم خان سے پوچھ گچھ کرنی پڑے گی۔ وہ بنیادی آدمی ہے"...... عمران نے کہا اور کرسی سے اٹھنے ہی لگا تھا کہ ٹرانسمیٹر پر ایک بار پھر کال آنا شروع ہو گئی۔

"اوہ میری ذاتی فریکونسی پر دوسری کال کس نے کی ہے"۔ عمران نے چونکتے ہوئے کہا کیونکہ ٹرانسمیٹر پر ابھی تک اس کی ذاتی فریکونسی

ایڈجسٹ شدہ تھی۔

"ہیلو ہیلو چیف آف فور سٹارز کالنگ اوور"...... عمران کے بٹن آن کرتے ہی صدیقی کی آواز سنائی دی تو عمران کے ساتھ ساتھ بلیک زیرو بھی چونک پڑا۔

"یس ٹو سنگل سٹار اٹنڈنگ یو اوور"...... عمران نے چہکتے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر ان کے درمیان گفتگو شروع ہو گئی لیکن جیسے جیسے گفتگو آگے بڑھی عمران اور بلیک زیرو دونوں کے چہروں پر گہری سنجیدگی کے تاثرات ابھر آئے۔

"اوہ اوہ عمران صاحب اس قدر مکروہ اور گھناؤنا جرم"۔ ٹرانسمیٹر آف ہوتے ہی بلیک زیرو نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"انسان اب انسان ہی نہیں رہا بلیک زیرو۔ کاش مجھے کوئی ایسا اختیار مل جاتا کہ میں ایسے لوگوں کو ایک کروڑ بار مارتا اور ایک کروڑ بار زندہ کرتا۔ یہ دنیا کے مکروہ ترین لوگ ہیں اور یہ بچوں کا اغوا جرم ہی نہیں ذلیل ترین جرم ہے۔ ڈاگ کرائم ہے"...... عمران نے انتہائی نفرت بھرے لہجے میں کہا اور پھر تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف مڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار دانش منزل سے نکل کر تیزی سے لعل کالونی کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ اس کے ذہن میں صدیقی کی بتائی ہوئی تفصیلات سن کر واقعی زلزلہ سا آیا ہوا تھا۔ بار بار اس کے ذہن میں ان والدین کا تصور آ جاتا جن کے بچوں کو اس طرح اغوا کر لیا گیا تھا۔ اس کا چہرہ غصے کی شدت سے سرخ پڑا ہوا تھا اس کا

بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اڑ کر وہاں پہنچے اور ان مکروہ ترین انسانوں کے جسموں کی ایک ایک بوٹی اپنے دانتوں سے علیحدہ کر دے۔ لعل کالونی کو کراس کر کے وہ اس کچے راستے پر کار بھگاتا آخر کار اس دیہاتی ڈیرے پر پہنچ ہی گیا۔ وہاں واقعی دس پھول سے معصوم بچے بھی موجود تھے۔ صدیقی اور اس کے ساتھی بھی اور کرمو دادا اور جامو کے ساتھ ساتھ ان کے ساتھیوں کی لاشیں بھی۔

"تم ان بچوں کو لے کر جاؤ اور فوری طور پر ان کے والدین تک انہیں پہنچاؤ۔ میں ان دونوں کو لے کر رانا ہاؤس جا رہا ہوں۔ تم ان سب کو چھوڑ کر وہیں آ جانا"...... عمران نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ انہیں کسی فلاحی ادارے کے حوالے کر دیا جائے وہ لوگ انہیں گھروں تک پہنچا دیں گے"...... صدیقی نے کہا۔

"لیکن کیا کسی پر ان حالات میں اعتبار کیا جا سکتا ہے"...... عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"ایک ادارے کا سربراہ میرا ذاتی دوست ہے وہ واقعی ہمدرد دل انسان ہے۔ غلط نہیں ہے"...... صدیقی نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے وہیں انہیں لے جاؤ لیکن تم لوگوں نے اس وقت تک وہیں رکنا ہے جب تک سب بچے اپنے والدین تک پہنچ نہیں جاتے میں ان حالات میں ایک فیصد رسک بھی نہیں لینا چاہتا"۔ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"لیکن ان کے والدین کو کیا کہا جائے گا"...... صدیقی نے کہا۔

"یہی کہنا کہ انہیں کسی گروہ نے بیگار کیمپ کے لئے اغوا کیا
ان سے چھڑوایا گیا ہے اور کیا کہنا ہے"...... عمران نے جواب دیا
صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر خاور اور چوہان نے بے ہوش ا
بندھے ہوئے کرمو دادا اور جامو کو عمران کی کار کی عقبی سیٹوں
درمیان ایک دوسرے کے اوپر ڈالا اور بچوں کو انہوں نے اپنی کار میں
سوار کیا۔ جب کہ چوہان کو عمران نے اپنے ساتھ لے لیا تھا تاکہ
کار میں سما سکیں اور چند لمحوں بعد دونوں کاریں تیزی سے آگے بڑھ
دوڑتی ہوئی شہر کی طرف روانہ ہو گئیں۔ شہر میں داخل ہو کر عمران
نے کار کا رخ رانا ہاؤس کی طرف موڑ دیا۔

"تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا تھا چوہان کہ ان بچوں کو فیکٹریوں میں
کام کرانے کے لئے اغوا کیا جاتا ہے"...... اچانک عمران نے چوہان
سے مخاطب ہو کر کہا۔

"بس اتفاق ہے کہ ایک ہوٹل میں بیٹھے ہوئے جعلی مال کے
بارے میں بات چیت شروع ہو گئی۔ وہاں ایک ریٹائرڈ پولیس آفیسر
بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے یہ بات بتائی اور کرمو دادا کے بارے
میں بھی انہوں نے ہی بتایا تھا کہ وہ اس دھندے میں بڑی شہرت رکھتا
ہے میں نے جب اس کا ذکر صدیقی سے کیا تو وہ فوراً اس سلسلے میں
کارروائی پر تل گیا اور اس طرح یہ بچے برآمد ہو گئے"...... چوہان نے
جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کون تھا وہ ریٹائرڈ پولیس آفیسر۔ کیا تم اسے جانتے ہو"۔ عمران

نے پوچھا۔

"جانتا تو نہیں ہوں۔ البتہ اس نے خود بتایا تھا کہ وہ ریٹائرڈ
پولیس آفیسر ہے اور اب کوئی کاروبار کرتا ہے"...... چوہان نے جواب
دیا۔

"کیا اس کرمو دادا کے بارے میں اس نے خاص طور پر بتایا تھا یا
ویسے ہی بات کر دی تھی"...... عمران نے پوچھا۔

"نہیں خاص طور پر تو اس نے بات نہ کی تھی۔ بس ویسے ہی نام
لے لیا تھا۔ پھر میں نے جب اس کے بارے میں تفصیل پوچھی تو اس
نے موضوع ہی بدل دیا۔ پہلے تو میں سمجھا کہ اس نے ویسے ہی اپنی
بات رکھنے کے لئے ایک فرضی نام لے دیا ہے۔ اس لئے میں نے ایک
بوڑھے ویٹر سے اس بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ ایسا آدمی واقعی
ہے اور جرائم کی دنیا میں خاصا بدنام آدمی ہے۔ ہر قسم کے دھندوں
میں ملوث رہتا ہے۔ اس کے ہوٹل کے بارے میں تفصیل بھی مجھے
اسی ویٹر نے ہی بتائی تھی اور پھر اس ویٹر سے جب میں نے بچوں کے
اغوا کے بارے میں بات کی تو اس نے بتایا کہ ایسے لوگ موجود ہیں
جن کا دھندہ یہی ہے۔ یہ بھی اسی نے بتایا تھا کہ ایسے جرائم پیشہ لوگ
اغوا شدہ بچوں کو اپنے کوڈ میں پکارتے ہیں۔ مطلب ہے گتے کا بچہ۔ یہ
ان کا خاص کوڈ ہے اور یہ بات بھی اسی نے بتائی تھی کہ اس دھندے
میں بڑا نام بڑے خان کا بھی سننے میں آتا رہا ہے"...... چوہان نے
تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"لیکن اس ویٹر کو اس قدر تفصیلات کیسے معلوم ہو گئی تھیں۔ کیا وہ بھی اس مکروہ دھندے میں ملوث رہا تھا"...... عمران نے پوچھا۔

"میں نے اس سے پوچھا تھا۔ اس نے بتایا کہ اس کا ایک رشتہ دار کچھ عرصہ اسی دھندے میں ملوث رہا۔ لیکن ایک بار اس کے بچے کو کسی نے اغوا کر لیا تو اس نے بڑی مشکل سے اپنا بچہ واپس حاصل کیا تب اسے پہلی بار احساس ہوا کہ یہ کس قدر مکروہ دھندہ ہے۔ اس لئے وہ اس دھندے کو چھوڑ کر غیر ملک مزدوری کرنے چلا گیا۔ اس ویٹر کے بقول یہ باتیں اس رشتہ دار نے اسے بتائی تھیں"...... چوہان نے جواب دیا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد کار رانا ہاؤس پہنچ گئی۔ عمران نے مخصوص انداز میں ہارن دیا تو بڑا پھاٹک میکانکی انداز میں کھلتا چلا گیا اور عمران کار اندر لے گیا۔ پورچ میں جا کر اس نے کار روکی اور پھر نیچے اتر آیا۔

"ماسٹر بڑے دنوں بعد چکر لگایا ہے"...... برآمدے میں کھڑے جوانا نے نیچے اتر کر عمران کی طرف بڑھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"چکر چلایا ہے۔ کیا مطلب"...... عمران نے چونک کر کہا تو جوانا بے اختیار ہنس پڑا۔

"چکر چلایا نہیں لگایا ہے"...... جوانا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"جب چکر تم جیسا طاقتور ہو تو پھر چلانے کی تو واقعی نوبت نہیں آتی"...... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور جوانا ایک بار پھر ہنس پڑا۔

"چوہان تم جوانا کے ساتھ مل کر ان دونوں کو کار سے اتارو اور جوانا انہیں بلیک روم میں کرسیوں پر فکسڈ کر دو"...... عمران نے جوانا سے کہا۔

"کن کو ماسٹر"...... جوانا نے حیران ہو کر کہا۔

"ادھر کار کی عقبی سیٹوں کے درمیان دو آدمی پڑے ہیں یہ دنیا کے مکروہ ترین لوگ ہیں"...... عمران نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد کرمو دادا اور جامو دونوں لوہے کی کرسیوں پر راڈز سے جکڑے ہوئے بیٹھے ہوئے تھے۔ جب کہ عمران چوہان کے ساتھ ان کے سامنے کرسیوں پر بیٹھا ہوا انہیں اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے وہ کسی انسان کو نہیں کسی انتہائی مکروہ کیڑے کو دیکھ رہا ہو۔ اس کے چہرے پر شدید ترین نفرت کے تاثرات پوری طرح نمایاں تھے۔

"اس کرمو دادا کو ہوش میں لے آؤ جوانا"...... عمران نے سائیڈ پر کھڑے جوانا سے کہا تو جوانا نے آگے بڑھ کر اس موٹے کا ناک اور منہ دونوں ہاتھوں سے بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد جب اس کے جسم میں حرکت کے تاثرات نمودار ہوئے تو جوانا پیچھے ہٹ گیا۔

"یہ کون لوگ ہیں ماسٹر آپ کے چہرے پر ان کے لئے انتہائی نفرت ہے۔ حالانکہ ایسی نفرت میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی"۔ جوانا نے کہا۔

"یہ معصوم بچوں کو اغوا کر کے انہیں آگے فروخت کر دیتے ہیں۔ انہیں ان کے والدین اور بہن بھائیوں سے جدا کرتے ہیں۔ ان پر غیر

انسانی قلم توڑتے ہیں"...... عمران نے اسی طرح نفرت بھرے لہجے میں کہا تو جوانا کے ہونٹ بھی بھنچ گئے۔اسی لمحے کرمو دادا نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔پہلے چند لمحوں تک تو اس کی آنکھیں دھندلی دھندلی سی نظر آتی رہیں پھر ان میں شعور کی چمک ابھر آئی۔

"یہ۔یہ۔میں کہاں ہوں۔یہ۔یہ۔تم کون ہو"...... کرمو دادا نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔اس کے ساتھ ہی وہ حیرت بھرے انداز میں ادھر ادھر دیکھ کر ماحول کا جائزہ بھی لے رہا تھا۔

"تمہارا نام کرمو دادا ہے اور تم بچے اغوا کرنے والے گروہ کے سرغنہ ہو"...... عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

"بب بب بچے۔اغوا کرنے والے گروہ کا سرغنہ۔اوہ نہیں۔ایسی کوئی بات نہیں۔میرا بچوں کے اغوا سے کوئی تعلق نہیں ہے میں تو صرف سودا کرتا ہوں۔میں نے کبھی کوئی بچہ اغوا نہیں کیا۔تم یقین کرو میں نے کبھی کوئی بچہ اغوا نہیں کیا"...... کرمو دادا نے تیز لہجے میں کہا۔

"کس کس کے ہاتھ آج تک بچوں کا سودا کرتے رہے ہو"۔عمران نے کہا۔

"لیکن۔لیکن تم کون ہو۔اوہ۔اوہ۔یہ تو وہ آدمی ہے جو بچے خریدنے آیا تھا۔مم۔مگر۔مگر۔تم کون ہو۔پولیس کے آدمی ہو اگر ایسا ہے تو سنو مجھ سے سودا کر لو۔مجھے پکڑ کر تمہیں کچھ نہیں ملے گا۔جب کہ میں تمہیں بہت سی دولت دے سکتا ہوں"...... کرمو دادا نے

پنے مخصوص انداز میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"جو میں نے پوچھا ہے اس کا جواب دو کس کس سے سودا کرتے ہے ہو اب تک"...... عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

"اب مجھے کیا یاد رہتا ہے۔ہزاروں سودے کئے۔سودے تو ہوتے رہتے ہیں"...... کرمو دادا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہ بڑا خان کون ہے۔جس کی نشانی تم مانگ رہے تھے"۔عمران نے پوچھا۔

"وہ بہت بڑا آدمی ہے۔بڑا خان ہی کہلاتا ہے۔بچوں کو خرید تا رہتا ہے۔وہ سب سے زیادہ بچے خریدتا ہے۔ویسے اس کا نام چلتا ہے۔وہ بھی سامنے نہیں آیا۔اس کے آدمی آتے رہتے ہیں"...... کرمو دادا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اس کے کسی آدمی کا نام اور پتہ بتاؤ"...... عمران نے پوچھا۔

"میں تو کسی کو نہیں جانتا۔نئے نئے لوگ آتے ہیں۔وہ سب نی لے کر آتے ہیں۔نشانی ہر بار نئی ہوتی ہے۔لیکن ہر بار سفید کے کبوتر کی تصویر ہوتی ہے۔کبھی کسی انگوٹھی پر سفید کبوتر بنا ہوتا ہے کبھی کسی تصویر پر کبھی کسی رومال پر بس یہی نشانی ہوتی ہے خان کی۔سودا ہوتا ہے اور بچے لے کر چلے جاتے ہیں"۔کرمو نے جواب دیا۔

"وہ بچے خرید کر کیا کرتا ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"اس کے آدمی بتاتے ہیں کہ وہ انہیں آگے غیر ملکوں میں بیچ دیتا

ہے"...... کرمودادا نے جواب دیا۔

"بچے اغوا کرنے کا کام یہ جامو کرتا ہے"...... عمران نے ساتھ وا کرسی پر بے ہوش لیکن بندھے ہوئے جامو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں"...... کرمودادا نے جواب دیا۔

"اس کے پاس کتنے آدمی ہیں"...... عمران نے پوچھا۔

"بہت آدمی ہیں کافی بڑا گروہ ہے سمہاں کے سب گروہوں سے بڑا"...... کرمودادا نے جواب دیا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

"کیا مطلب کیا اور گروہ بھی یہی کام کرتے ہیں"...... عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں چار پانچ اور گروہ بھی ہیں لیکن وہ سب اس جامو کے گر سے چھوٹے ہیں"...... کرمودادا نے جواب دیا۔

"کیا ان کا سودا بھی تم کرتے ہو"...... عمران نے پوچھا۔

"نہیں جی۔ میں تو صرف جامو کے اغوا شدہ بچوں کا سودا کر ہوں"...... کرمودادا نے جواب دیا۔

"کیا ان کا خریدار صرف بڑا خان ہے یا کوئی اور بھی ہے"۔ عمرا نے پوچھا۔

"اور بھی ہیں۔ ایسے ٹھیکیدار بھی ہیں جو بیگار کیمپ چلاتے ہیں وہ قدرے بڑے لڑکے مانگتے ہیں۔ بھکاریوں کے گروہ بھی ہیں جو بچے خرید کر لے جاتے ہیں اور پھر ان کے ہاتھ بازو توڑ کر اور شکلیں

کر ان سے بھیک منگواتے ہیں"...... کرمودادا نے جواب دیا۔

"کسی میرن کو جانتے ہو"...... عمران نے پوچھا تو کرمودادا چونک پڑا۔

"میرن جامو کا باپ تھا۔ ایک سال پہلے مر گیا ہے۔ وہ بھی یہی کام کرتا تھا"...... کرمودادا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"جوانا اب اس جامو کو بھی ہوش میں لے آؤ"...... عمران نے جوانا سے کہا اور جوانا نے آگے بڑھ کر جامو کا ناک اور منہ دونوں ہاتھوں سے بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد جب جامو کے جسم میں حرکت کے تاثرات نمودار ہوئے تو وہ پیچھے ہٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد جامو نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔

"تمہارا نام جامو ہے"...... عمران نے اس سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں مگر تم کون ہو۔ اوہ کرمودادا تم۔ یہ ہم کہاں ہیں"۔ جامو نے ساتھ بیٹھے ہوئے کرمودادا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یہ پولیس کے افسر ہیں جامو۔ پوچھ گچھ کر رہے ہیں"...... کرمودادا نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے خاص لہجے میں کہا اور ساتھ ہی آنکھ دبا کر اشارہ کر دیا۔ عمران خاموش بیٹھا اس کا اشارہ دیکھ رہا تھا۔

"تم کب سے بچوں کے اغوا کا دھندہ کر رہے ہو جامو"...... عمران نے جامو سے مخاطب ہو کر کہا۔

"میں۔ میں نے تو کبھی یہ گندہ کام نہیں کیا جناب میں تو ویسے ہی وہاں ڈیرے پر دوستوں سے ملنے چلا گیا تھا"...... جامو نے جواب دیا۔

"جوانا خنجر نکالو اور الماری سے سرخ مرچوں کا بھرا ہوا ڈبہ بھی اٹھا لاؤ اور اس جامو کے جسم پر فی الحال ایک زخم ڈال کر اس میں مرچیں بھر دو۔ اس کے بعد یہ جتنی بار بھی جھوٹ بولے اتنے زخم ڈال کر مرچوں سے بھر دینا"...... عمران نے سرد لہجے میں جوانا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس ماسٹر"...... جوانا نے جواب دیا اور تیزی سے مڑ کر سائیڈ کی دیوار میں بنی ہوئی الماری کی طرف بڑھ گیا۔

"کیوں اپنی جان پر ظلم لیتے ہو جامو۔ جو کچھ پوچھتے ہیں بتا دو۔ یوں تمہیں کون سا پھانسی پر چڑھا دیا جائے گا"...... کرمو دادا نے جامو سے مخاطب ہو کر کہا۔

"لیکن کرمو دادا"...... جامو نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"بتانا تو اسے بہرحال سب کچھ پڑے گا۔ اب یہ اس کی مرضی ہے کہ یہ کس طرح بتاتا ہے"...... عمران نے سرد مہرانہ لہجے میں کہا۔

"احمق ہو گئے ہو جامو۔ عدالت کی کارروائی پڑی ہے۔ تمہیں پتہ تو ہے کہ کیا ہوتا ہے کیوں خواہ مخواہ ضد کر رہے ہو"...... کرمو دادا نے کہا اور عمران بے اختیار مسکرا دیا کیونکہ اب وہ سمجھا تھا کہ کرمو دادا کیا سوچ رہا ہے کہ یہاں جو کچھ بھی وہ بتائے گا عدالت میں جا کر اس سے مکر جائے گا اور پھر ان کے سرپرست ان کے مقدمے لڑیں گے اور گواہوں کو دھمکیاں دے کر وہ اپنے حق میں گواہیاں کرا لیں گے اس طرح وہ صاف بری ہو جائیں گے۔ یہی وجہ تھی کہ کرمو دادا نے بغیر

کسی ہچکچاہٹ کے سب کچھ بتا دیا تھا۔

"ٹھیک ہے میں بتاتا ہوں پوچھو کیا پوچھتے ہو"...... جامو نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"لیکن سچ بولنا پڑے گا تمہیں"...... عمران نے کہا۔

"سچ ہی بولوں گا۔ مجھے جھوٹ بولنے سے کیا فائدہ ملے گا"...... جامو نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

"کب سے یہ بچوں کے اغوا کا کام کر رہے ہو"...... عمران نے پوچھا۔

"دس سال سے"...... جامو نے جواب دیا۔

"کتنے بچے اب تک اغوا کئے ہیں تم نے"...... عمران نے پوچھا۔

"اب مجھے ان کی تعداد تو یاد نہیں سینکڑوں کئے ہوں گے"۔ جامو نے اس طرح جواب دیا جیسے وہ معصوم بچوں کی بجائے واقعی کتے کے پلوں کی بات کر رہا ہو۔

"تمہارے گروپ میں کل کتنے آدمی ہیں"...... عمران نے پوچھا۔

"بس وہی ہیں جو اڈے پر تھے"...... جامو نے کہا۔

"جوانا"...... عمران نے جوانا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو جوانا جو ایک ہاتھ میں خنجر اور دوسرے ہاتھ میں ایک بوتل پکڑے کھڑا تھا بجلی کی سی تیزی سے آگے بڑھا اور دوسرے لمحے کمرہ جامو کے حلق سے نکلنے والی کربناک چیخ سے گونج اٹھا۔ جوانا نے انتہائی بے دردی سے اس کی ران میں خنجر اتار دیا تھا۔ پھر اس نے ایک جھٹکے سے خنجر کھینچا اور

دوسرے لمحے ہاتھ میں پکڑی ہوئی بوتل کا منہ کھول کر اس نے بوتل کو اس خون ابلتے زخم پر رکھ کر جھٹکا دینا شروع کر دیا۔ جامو پہلی چیخ کے بعد ہی بے ہوش ہو چکا تھا۔

"اس طرح نہیں۔ اس طرح تو خون نکلنے کی وجہ سے مرچیں زخم میں نہ بھری جا سکیں گی۔ ٹیڑھا کٹ لگاؤ"...... عمران نے سرد لہجے میں کہا تو جوانا نے ایک جھٹکے سے بوتل سیدھی کر لی۔ دوسرے لمحے اس نے خنجر کی مدد سے جامو کے بازو پر کٹ لگایا اور ایک بار پھر بوتل میں بھری ہوئی مرچیں اس پر انڈیل دیں۔ دوسرے لمحے جامو کا جسم بری طرح کانپنے لگا اور وہ ہوش میں آ کر بری طرح چیخنے لگا۔

"ارے ابھی سے۔ ابھی تو ایک ہی زخم لگا ہے"...... عمران نے سفاک لہجے میں کہا۔

"بیس بیس آدمی کام کرتے ہیں۔ یہ۔ یہ۔ ہٹاؤ۔ یہ مت کرو۔ میں مر جاؤں گا"...... جامو نے ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا۔

"جوانا اس کے زخموں پر سپرے کر دو۔ مجھے یقین ہے کہ اب یہ جھوٹ نہیں بولے گا"...... عمران نے کہا تو جوانا تیزی سے واپس مڑا۔ اس نے الماری میں خنجر اور مرچوں کی بھری ہوئی بوتل رکھی اور وہاں سے ایک اور بوتل اٹھائی جس پر سپرے پمپ لگا ہوا تھا۔ جامو کی حالت لمحہ بہ لمحہ خراب ہوتی جا رہی تھی۔ اس کا جسم اب بری طرح پھڑکنے لگا تھا۔ اس کا منہ کھلا ہوا تھا۔ لیکن تکلیف کی شدت سے اس کے حلق سے اب چیخ تک نہ نکل رہی تھی۔ جوانا نے بوتل سے اس کے

دونوں زخموں پر سپرے کیا تو جامو کا کھلا ہوا منہ بند ہوا اور اس نے ایک بار پھر چیخیں مارنی شروع کر دیں لیکن آہستہ آہستہ اس کی چیخوں میں کمی آتی چلی گئی۔ اس کا چہرہ جو تکلیف کی شدت سے بری طرح بگڑ گیا تھا دوبارہ نارمل ہونے لگ گیا۔ اس سے ظاہر تھا کہ اس کے زخموں میں ہونے والی ناقابل برداشت تکلیف اس سپرے کی وجہ سے ختم ہوتی چلی جا رہی تھی۔

"اب بولو کتنے آدمی ہیں تمہارے گروہ میں"...... عمران نے کہا۔

"بب۔ بب۔ بیس۔ بیس ہیں۔ خدا کی قسم بیس ہیں"...... جامو نے ہذیانی سے انداز میں کہا۔

"کہاں رہتے ہیں کیا نام ہیں ان کے۔ تفصیل بتاؤ اور یہ سن لو کہ اگر ایک نام و پتہ بھی غلط نکلا تو تمہارا حشر عبرتناک ہو گا"...... عمران نے کہا اور جامو نے جلدی جلدی نام و پتے بتانے شروع کر دیئے۔

"چوہان کاغذ اور قلم لے لو اور یہ جو نام و پتے بتاتا جائے وہ لکھتے جاؤ"...... عمران نے ساتھ بیٹھے ہوئے چوہان سے کہا اور چوہان سر ہلاتا ہوا اٹھا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔ جامو اب لمبے لمبے سانس لے رہا تھا۔

"میں نے پہلے ہی تمہیں کہا تھا کہ سب کچھ بتا دو خواہ مخواہ جاہلوں کی طرح ضد کر رہے تھے"...... کرمو دادا نے جامو سے کہا اور جامو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد چوہان واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک ڈائری اور بال پوائنٹ تھا۔

"لکھواؤ جامو"...... عمران نے جامو سے کہا تو جامو نے نام و پتے

لکھوانے شروع کر دیئے۔

"تمہارے علاوہ یہاں دارالحکومت میں اور کتنے گروہ یہ دھندہ کرتے ہیں"...... عمران نے پوچھا۔

"چار"...... جامو نے جواب دیا۔

"ان گروہوں کے سرغنوں کے نام و پتے بتا دو"...... عمران نے کہا تو جامو نے ایک بار پھر نام و پتے بتانے شروع کر دیئے۔

"کوئی رہ تو نہیں گیا۔ سوچ لو اور اگر کسی کا نام و پتہ غلط بتایا ہو تو وہ بھی بتا دو۔ اب موقع ہے۔ ورنہ اگر بعد میں کوئی غلطی نکلی تو"...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"میں نے سب بتا دیا ہے"...... جامو نے جواب دیا۔

"میرن تمہارا باپ تھا"...... عمران نے پوچھا۔

"ہاں مگر تمہیں کیسے معلوم ہوا"...... جامو نے حیران ہو کر پوچھا۔

"میرن بھی یہی دھندہ کرتا تھا"...... عمران نے پوچھا تو جامو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"میرن آج سے چھ سال پہلے پکڑا گیا تھا۔ اس کی مخبری کسی نے کی تھی۔ کیا تم اس مخبر کے بارے میں جانتے ہو"...... عمران نے پوچھا۔

"وہ تو کئی بار پکڑا گیا تھا۔ مجھے تو معلوم نہیں ہے"...... جامو نے جواب دیا۔ تو عمران نے جیب سے ریوالور نکالا اور اس کے ساتھ ہی پے در پے دھماکوں کے ساتھ ہی جامو کے حلق سے صرف ایک چیخ نکلی اور وہ تڑپ کر ہلاک ہو گیا۔ کرمو دادا کے چہرے کا رنگ یکلخت زرد پڑ

گیا تھا۔ اس کی آنکھیں خوف سے پھٹ گئی تھیں۔

"تت تت تم نے اسے قانون کے حوالے کرنے کی بجائے مار دیا"...... کرمو دادا نے انتہائی خوفزدہ سے لہجے میں رک رک کر کہا۔

"کاش میں اسے بار بار زندہ کرتا۔ بار بار مارتا۔ یہ انسان نہیں دنیا کی مکروہ ترین مخلوق ہے"...... عمران نے غراتے ہوئے کہا تو کرمو دادا کا چہرہ اور زیادہ زرد پڑ گیا۔

"اور تم۔ تم بھی دنیا کے ذلیل ترین انسان ہو۔ تمہیں معصوم بچوں پر ظلم کرتے ان کا سودا کرتے ہوئے کبھی یہ خیال نہیں آیا کہ یہ معصوم بچے ہیں پھولوں جیسے۔ ان کو ان کے والدین اور بھائی بہنوں سے تم صرف چند روپوں کی خاطر جدا کر کے انہیں جیتے جی جہنم میں دھکیل رہے ہو۔ تمہیں کبھی ان بچوں کے والدین کی چیخیں سسکیاں اور کراہیں سنائی نہ دی تھیں۔ تمہیں کبھی ان پھول جیسے بچوں پر رحم نہ آیا تھا بولو تم ذلیل انسان بولو"...... عمران نے یکلخت کرمو دادا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مم۔ مم میں تو صرف کاروبار کرتا ہوں۔ کمیشن لیتا ہوں۔ بب بب بچے تو نہیں پکڑتا۔ مجھے معاف کر دو"...... کرمو دادا نے انتہائی خوف بھرے لہجے میں کہا۔

"تمہیں معاف کر دوں تمہیں۔ تم جو انسانیت کے جسم پر ایک ناسور ہو تمہیں معاف کر دوں"...... عمران نے غراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کے ریوالور نے ایک بار پھر شعلے اگلنے شروع کر

دیئے اور کرمو دادا کی چیخوں سے کمرہ گونج اٹھا۔ اس کا جسم بے اختیار جھٹکے کھانے لگا اور پھر ساکت ہو گیا۔

"جوانا ان دونوں کو برقی بھٹی میں ڈال دو"...... عمران نے جوانا سے کہا اور تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف مڑ گیا۔

سٹیلائٹ ٹاؤن خاصی جدید اور وسیع آبادی تھی۔ یہاں بڑی بڑی کوٹھیوں کے ساتھ ساتھ متوسط درجے کی کوٹھیاں بھی موجود تھیں۔ ے بلاک کی کوٹھی نمبر چھ سو چھ بھی ایک متوسط درجے کی کوٹھی تھی ستون پر ایک نیم پلیٹ موجود تھی جس پر صرف نام عالم خان لکھا ہوا تھا۔ کوٹھی کا گیٹ بند تھا۔ عمران نے کار کوٹھی کے گیٹ کے سامنے جا کر روک دی۔ اس کے ساتھ ٹائیگر تھا۔ کار رکتے ہی ٹائیگر نیچے اترا اور گیٹ پر لگے ہوئے کال بیل کے بٹن کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے بٹن پریس کیا اور پھر پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا ڈرائیونگ سیٹ پر عمران خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ چند لمحوں بعد چھوٹا گیٹ کھلا اور ایک نوجوان جو اپنے چہرے مہرے اور لباس سے ملازم لگ رہا تھا باہر آ گیا۔

"عالم خان صاحب ہیں"...... ٹائیگر نے اس نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جی ہاں صاحب ابھی آئے ہیں دفتر سے آپ"...... نوجوان نے غور سے ٹائیگر اور عمران کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"انہیں کہیں کہ اسسٹنٹ ڈائریکٹر سنٹرل انٹیلی جنس علی عمران ان سے ملنے آئے ہیں"...... عمران نے نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اوہ اچھا جناب میں پھاٹک کھولتا ہوں آپ کار اندر لے آئیں"...... نوجوان نے چونک کر کہا اور تیزی سے واپس مڑ گیا۔ سنٹرل انٹیلی جنس کا نام سنتے ہی اس کے جسم میں جیسے برقی لہر سی دوڑ گئی تھی۔ ٹائیگر واپس آکر کار میں بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد پھاٹک کھل گیا تو عمران نے کار آگے بڑھا دی۔ پورچ میں پہلے سے دو کاریں موجود تھیں۔ دونوں ہی نئی اور جدید ماڈل کی کاریں تھیں۔ عمران نے ان کے عقب میں کار روکی اور پھر وہ ٹائیگر سمیت نیچے اتر آیا۔ نوجوان پھاٹک بند کر کے تیز تیز قدم اٹھاتا واپس ان کی طرف آیا۔

"تم عالم خان کے ملازم ہو"...... عمران نے نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جی ہاں میرا نام رشید ہے۔ آیئے ادھر ڈرائنگ روم میں تشریف لائیے"...... نوجوان نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ ڈرائینگ روم خاصے قیمتی فرنیچر سے مزین تھا۔ رشید انہیں وہاں بٹھا کر واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا تو ایک ادھیڑ عمر آدمی جس کے جسم پر تھری پیس سوٹ تھا اندر داخل ہوا۔ اس کے دائیں ہاتھ کی انگلیوں میں مختلف قیمتی نگینوں کی کئی انگوٹھیاں موجود تھیں۔ جسمانی ساخت کے لحاظ سے وہ

خاصا مضبوط آدمی تھا۔ چہرہ بھاری اور درشت سا تھا۔ آنکھوں میں تیز چمک تھی۔ سر کے بال چھوٹے چھوٹے اور اوپر کو اٹھے ہوئے تھے۔

"میرا نام عالم خان ہے"...... اس نے اندر داخل ہوتے ہی عمران اور ٹائیگر کی طرف دیکھتے ہوئے قدرے سخت سے لہجے میں کہا۔

"میرا نام علی عمران اور یہ رضوان ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے میرے ملازم نے بتایا ہے کہ آپ کا تعلق سنٹرل انٹیلی جنس سے ہے"...... عالم خان نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں فطری سختی بدستور موجود تھی۔

"جی ہاں آپ کے ملازم نے آپ کو درست بتایا ہے"...... عمران نے جواب دیا۔

"مگر سنٹرل انٹیلی جنس کا مجھ سے کیا تعلق"...... عالم خان نے مصافحہ کرنے کے بعد صوفے کی کرسی پر ان کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ہم ایک پرانے کیس پر کام کر رہے ہیں۔ آپ کا تعلق پولیس سے رہا ہے اور آپ آج سے چھ سال قبل نارتھ کرافٹ پولیس اسٹیشن پر بطور ایس ایچ او تعینات تھے۔ آپ نے بردہ فروشوں کا ایک گروہ پکڑا تھا جس کے سرغنہ کا نام میرن تھا"...... عمران نے سادہ سے لہجے میں کہا۔

"ہو گا مجھے بطور خاص یاد نہیں ہے کیونکہ پولیس کی ملازمت میں ایسے بے شمار گروہ پکڑے جاتے ہیں لیکن آپ کیوں پوچھ رہے

ہیں"...... عالم خان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ لیکن عمران نے دیکھا تھا کہ اس کی آنکھوں میں میرن کا نام سن کر ایک خاص قسم کی چمک سی ابھر آئی تھی۔

"ہمیں دراصل اس گروہ کو گرفتار کرانے والے مخبر کے بارے میں معلومات چاہئیں"...... عمران نے کہا۔

"مخبر۔ لیکن کیوں۔ اتنے طویل عرصے بعد آپ کو اس مخبر کی تلاش کیوں ہے"...... عالم خان نے بری طرح چونکتے ہوئے کہا۔

"یہ سنٹرل انٹیلی جنس کا مسئلہ ہے۔ آپ کیا اور کیوں کے چکر میں نہ پڑیں تو بہتر رہے گا"...... عمران نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ لیکن اتنے طویل عرصے بعد مجھے اب اس بارے میں کچھ بھی یاد نہیں ہے۔ پولیس کے تو بے شمار مخبر ہوتے ہیں۔ اب آدمی کس کس کو یاد رکھے"...... عالم خان نے اور زیادہ سخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اخبار میں جو خبر شائع ہوئی تھی۔ اس کے مطابق اس مخبر کا تعلق محکمہ سوشل ویلفیئر سے تھا وہ وہاں افسر تھا"...... عمران نے کہا۔

"ہوگا مجھے اب یاد نہیں ہے"...... عالم خان نے صاف جواب دیتے ہوئے کہا لیکن اس کے چہرے پر ابھرنے والے اثرات بتا رہے تھے کہ وہ جان بوجھ کر بتانا نہیں چاہ رہا۔

"آپ آج کل کون سا کاروبار کر رہے ہیں"...... عمران نے پوچھا۔

"میں امپورٹ ایکسپورٹ کا کام کرتا ہوں"...... عالم خان نے

جواب دیا۔

"آپ کے کتنے بیٹے ہیں"...... عمران نے پوچھا۔

"تین بیٹے ہیں۔ ایک بیٹی۔ دو بیٹے اور ایک بیٹی شادی شدہ ہیں۔ سب سے چھوٹا یونیورسٹی میں پڑھتا ہے اور ہاسٹل میں رہتا ہے۔ مگر آپ کیوں یہ ذاتی باتیں پوچھ رہے ہیں"...... عالم خان نے ناخوشگوار سے لہجے میں کہا۔

"کرمو دادا کو آپ کب سے جانتے ہیں"...... عمران نے اچانک کہا تو عالم خان بے اختیار اچھل پڑا۔

"کر۔ کرمو۔ کرمو دادا۔ کیا۔ کیا مطلب۔ میں تو کسی کرمو دادا کو نہیں جانتا"...... عالم خان نے بڑی مشکل سے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"اوکے آپ کا بے حد شکریہ۔ اب ہمیں اجازت دیجئے"...... عمران نے اچانک کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور عمران کے اٹھتے ہی ٹائیگر بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"بیٹھئے میں کچھ پینے کے لئے منگواتا ہوں"...... عالم خان نے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے قدرے گڑبڑائے ہوئے سے لہجے میں کہا۔

"شکریہ"...... عمران نے کہا اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ لیکن دوسرے لمحے کمرہ عالم خان کے چہرے پر پڑنے والے زور دار تھپڑ اور اس کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے گونج اٹھا۔ عمران نے عالم خان کے قریب سے گزرتے ہوئے بازو گھما دیا تھا۔ عالم خان چیختا ہوا

اچھل کر فرش پر بچھے ہوئے قالین پر جا گرا تھا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ اٹھتا عمران کی لات حرکت میں آئی اور کنپٹی پر پڑنے والی بھرپور ضرب نے عالم خان کے جسم کو یکلخت بے حس و حرکت کر دیا۔

"باہر جا کر اس رشید اور اس کے علاوہ جتنے بھی آدمی ہوں سب کو بے ہوش کر دو اور رسی بھی ڈھونڈ لاؤ۔ اب اس عالم خان سے تفصیلی مذاکرات کرنے پڑیں گے"...... عمران نے ٹائیگر سے کہا اور ٹائیگر سر ہلاتا ہوا ڈرائنگ روم سے باہر نکل گیا۔ عمران نے جھک کر فرش پر پڑے ہوئے بے ہوش عالم خان کو بازو سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے اٹھایا اور صوفے پر ڈال دیا تھوڑی دیر بعد ٹائیگر واپس ڈرائنگ روم میں داخل ہوا تو اس کے ہاتھ میں رسی کا بنڈل موجود تھا۔

"اس رشید کے علاوہ دو ملازم اور ایک شاید اس کی بیوی تھی انہیں میں نے بے ہوش کر دیا ہے"...... ٹائیگر نے کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ٹائیگر نے آگے بڑھ کر عمران کی مدد سے عالم خان کو ایک کرسی پر بٹھا کر رسی سے اچھی طرح باندھ دیا۔ عمران نے عالم خان کی ناک اور منہ دونوں ہاتھوں سے بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد عالم خان کے جسم میں حرکت کے تاثرات نمودار ہونے لگے تو عمران پیچھے ہٹ گیا۔

"تم باہر کا خیال رکھو ٹائیگر"...... عمران نے ٹائیگر سے کہا اور ٹائیگر سر ہلاتا ہوا ایک بار پھر باہر چلا گیا۔ عمران سامنے کرسی پر اطمینان سے بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد عالم خان نے کراہتے ہوئے

آنکھیں کھول دیں۔ پوری طرح ہوش میں آتے ہی اس نے جھٹکے سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن رسی سے بندھا ہونے کی وجہ سے وہ صرف کسمسا کر رہ گیا۔

"یہ۔ یہ۔ مجھے کیوں باندھ رکھا ہے۔ کون ہو تم"...... عالم خان نے چیختے ہوئے سامنے بیٹھے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"چیخنے چلانے کی ضرورت نہیں ہے عالم خان تمہارے ملازم اور تمہاری بیوی سب بے ہوش پڑے ہیں۔ اس لئے کوئی تمہاری مدد کے لئے نہیں آ سکتا"...... عمران کا لہجہ بے حد سرد تھا۔

"مم۔ مم مگر کیوں۔ تم نے یہ سب کچھ کیوں کیا ہے۔ کیا تم ڈاکو ہو۔ کون ہو تم"...... عالم خان نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"تمہارا تعلق پولیس سے رہا ہے اس لئے تمہیں سب چور ڈاکو ہی نظر آئیں گے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو پھر۔ تو پھر تم کون ہو"...... عالم خان نے سخت الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"دیکھو عالم خان مجھے معلوم ہے کہ تمہیں وہ ساری معلومات حاصل ہیں۔ جو میں نے پہلے تم سے پوچھی ہیں۔ لیکن تم نامعلوم وجوہات کی بنا پر جواب نہیں دے رہے۔ جب کہ جواب مجھے چاہئے اور یہ بتا دوں کہ تمہیں شاید یہ غلط فہمی ہو گی کہ تمہارے ساتھ ہم سخت سلوک نہیں کریں گے۔ لیکن یہ بات ذہن میں رکھ لو کہ تمہارے جسم کا ایک ایک ریشہ ادھیڑا جا سکتا ہے۔ تمہارے جسم کی ایک ایک

ہڈی توڑی جا سکتی ہے اور ہمارا ہاتھ روکنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ اس لئے تمہارے حق میں بہتر یہی ہے کہ جو کچھ میں پوچھوں اس کا درست جواب دے دو۔" عمران کا لہجہ ایک بار پھر سرد ہو گیا۔

"جو میں جانتا ہی نہیں یا مجھے یاد ہی نہیں ہے میں وہ کیسے بتا دوں"۔ عالم خان نے کہا تو عمران کرسی سے اٹھا۔ اس نے جیب سے ریوالور نکالا اور اس کی نال عالم خان کی پیشانی پر رکھ دی۔

"سنو میں صرف پانچ تک گنوں گا۔ اس کے بعد ٹریگر دبا دوں گا۔ اگر پانچ تک گننے کے باوجود تمہاری یادداشت نے کام نہ کیا تو پھر تم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اندھیری قبر میں اتر جاؤ گے"۔ عمران نے غراتے ہوئے سرد لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رک رک کر گنتی شروع کر دی۔

"رک جاؤ میں بتاتا ہوں مجھے سب یاد آگیا ہے رک جاؤ"۔ یکلخت عالم خان نے ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا۔

"بولتے جاؤ"...... عمران کا لہجہ اسی طرح سرد تھا۔

"اس مخبر کا نام مراد تھا وہ سوشل ویلفیئر میں افسر تھا"...... عالم خان نے جواب دیا تو عمران نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا اور پیچھے ہٹ کر دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ عالم خان کا چہرہ پسینے سے تر تھا اور وہ اب لمبے لمبے سانس لے رہا تھا۔

"تم نے پہلے یہ بات کیوں چھپائی تھی"...... عمران نے پوچھا۔

"مجھے یاد نہیں آرہا تھا"...... عالم خان نے جواب دیا۔

"دیکھو عالم خان تم اس وقت انتہائی نازک دوراہے پر کھڑے ہو۔ تم نے ایک ہوٹل میں بات چیت کے دوران کرمو دادا کا بھی نام لیا تھا یہ نام تمہاری زبان سے پھسل گیا تھا۔ گو تم نے اس پر مزید کوئی روشنی نہ ڈالی تھی۔ لیکن اس نام سے ہی بردہ فروشوں کا ایک بڑا گینگ پکڑا گیا ہے ان کے قبضے سے بے شمار معصوم اغوا شدہ بچے برآمد ہو گئے ہیں۔ کرمو دادا اغوا شدہ بچوں کا سودا کرانے کا دھندہ کرتا تھا۔ جب کہ بچے اغوا کرنے والے گروہ کا سرغنہ جامو تھا جس کے باپ کا نام میرن تھا اور میرن اس گروہ کا سرغنہ تھا جسے تم نے سوشل ویلفیئر کے محکمے کے افسر مراد کی مخبری پر گرفتار کیا تھا۔ لیکن مراد خان مخبری کے بعد اغوا کر لیا گیا اور آج چھ سال گزر چکے ہیں۔ اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔ اس کی بیوی نے انتہائی اعلیٰ سطح پر اپنے شوہر کی برآمدگی کے بارے میں کوششیں کی ہیں چنانچہ اب انتہائی اعلیٰ حکام نے سنٹرل انٹیلی جنس کو مراد کے اغوا اور غائب ہونے کے سلسلے میں کام کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس لئے تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ تم ان ساری باتوں کے بارے میں جو کچھ جانتے ہو سب کچھ بلا کم و کاست بتا دو۔ اگر تم خود بھی اس سلسلے میں ملوث ہوئے تب بھی تمہیں سرکاری گواہ بنا کر بچایا جا سکتا ہے لیکن اگر تم نے کچھ چھپایا تو پھر تم کسی بھی رعایت کے مستحق نہ رہو گے"...... عمران نے سرد لہجے میں تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

"کیا تمہارا تعلق واقعی سنٹرل انٹیلی جنس سے ہے"...... عالم خان

نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"ہاں لیکن میرے کام کرنے کا طریقہ الگ ہے۔ ہمارا گروپ سپیشل گروپ کہلاتا ہے اور ہم کام کے دوران صرف نتائج حاصل کرنے کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں چاہے کتنے آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتارنا پڑے ہم دریغ نہیں کیا کرتے۔ ہم قانون کے حوالے صرف ان افراد کو کرتے ہیں جو ہمارے ساتھ تعاون کرتے ہیں جو تعاون نہیں کرتے انہیں قبروں میں اترنا پڑتا ہے"...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا تم واقعی مجھے سرکاری گواہ بنا دو گے۔ کیا تم وعدہ کرتے ہو"...... عالم خان نے کہا۔

"اگر تم نے سب کچھ سچ سچ بتا دیا اور وہ سب کچھ بعد میں سچ بھی ثابت ہو گیا"...... عمران نے جواب دیا۔

"میں سب کچھ سچ بتا دیتا ہوں لیکن پلیز مجھے مت مارو"...... عالم خان نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ بتاؤ کہ تم نے مراد کا نام کیوں چھپایا تھا"۔ عمران نے کہا۔

"اصل بات یہ ہے کہ مراد کے کہنے پر میں نے بردہ فروشوں کا گروہ جس کا سرغنہ میرن تھا۔ گرفتار کیا تھا اور ان کے قبضے سے بچے بھی برآمد کئے تھے۔ لیکن پھر پہاڑی علاقے کی ایک بہت بڑی شخصیت جسے سب بڑا خان کہتے ہیں کے آدمیوں نے مجھ سے رابطہ قائم کیا۔ انہوں

نے مجھے بڑی بھاری رقم رشوت کے طور پر دی اور مجھ سے مخبر کے بارے میں پوچھا۔ میں نے بتا دیا پھر مجھے معلوم ہوا کہ بڑے خان کے آدمیوں نے مراد کو اغوا کر کے پہاڑی علاقے میں پہنچا دیا ہے۔ اس کے بعد اس کا کیا ہوا۔ مجھے نہیں معلوم۔ یہی وجہ ہے کہ جب تم نے مخبر کے بارے میں پوچھا تو میں بات چھپا گیا"...... عالم خان نے جواب دیا

"اب بھی تم بات چھپا رہے ہو۔ اگر مسئلہ صرف رشوت کا ہوتا تو تم اب ریٹائرڈ ہو چکے ہو اور رشوت کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اس لئے تمہیں اس بارے میں بتانے پر کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ اس لئے اب آخری بار کہہ رہا ہوں کہ سب کچھ سچ سچ بتا دو۔ اس کے بعد شاید تمہیں کوئی موقع نہ ملے"...... عمران کا لہجہ بے حد سخت ہو گیا۔

"وہ۔ وہ۔ اصل بات یہ ہے کہ میں خود اس دھندے میں ملوث ہو گیا تھا۔ میں نے بردہ فروشوں کے کئی گروہوں سے رابطہ قائم کر لیا اور کرمو دادا اور ایسے ہی دوسرے افراد کے ذریعے میں بچے خریدتا اور بڑے خان کے آدمیوں کے پاس فروخت کر دیتا تھا۔ اس طرح مجھے بھاری معاوضہ ملنے لگ گیا تھا۔ اس وقت چونکہ مجھے پولیس کا تحفظ حاصل تھا اس لئے کسی کو مجھ پر شک نہ ہو سکا۔ ریٹائر ہونے کے بعد میں نے یہ کام چھوڑ دیا اور اکٹھی کی ہوئی دولت سے کاروبار شروع کر دیا"۔ عالم خان نے جواب دیا۔

"بڑا خان سے تمہارا رابطہ کس سطح پر ہوا اور اس کے بارے میں کیا تفصیل ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"میں واقعی اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ اس کے ایک خاص آدمی تھا جس کا نام سردار ارباب تھا۔ وہ میرا دوست بن گیا تھا اور اس کے اکسانے پر میں اس دھندے میں شامل ہوا تھا۔ میں نے سردار ارباب سے کئی بار پوچھا بھی لیکن وہ ٹال گیا۔ بڑے خان کا صرف نام چلتا ہے اور نشانی چلتی ہے۔ سفید کبوتر اس کی نشانی ہے جب بھی سردار ارباب کو بچے خریدنے ہوتے وہ یہ نشانی مجھے دے دیتا۔ میں اپنے آدمیوں کو یہ نشانی دے کر بڑے خان کے آدمی بنا کر سودا اور ایسے دوسرے افراد کے پاس بھجوا دیتا اور بچے خرید کر سردار ارباب کے حوالے کر دیتا وہ مجھے معاوضہ ادا کرتا اور پھر بچوں کو ٹرکوں میں ڈال کر لے جاتا۔ اس طرح نام بڑے خان کا چلتا۔ میں درمیان میں نہ آتا تھا۔ لیکن معاوضہ مجھے بہت بھاری ملتا۔ سردار ارباب کو یہ فائدہ ہو جاتا کہ اگر کوئی گروپ پکڑا جاتا تو میں پولیس میں ہونے کی وجہ سے اسے بچا لیتا تھا۔ اسے تحفظ مل جاتا تھا اور مجھے معاوضہ"...... عالم خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہ بڑا خان ان بچوں کا کیا کرتا ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"ان سے فیکٹریوں میں کام لیا جاتا ہے۔ غیر ملکوں میں انہیں بطور ملازم بھی فروخت کیا جاتا ہے"...... عالم خان نے جواب دیا۔

"کن فیکٹریوں کی بات کر رہے ہو"...... عمران نے چونک کر پوچھا۔

"پہاڑی علاقوں میں ہر قسم کا جعلی مال۔ جعلی ادویات اور اسلحہ

بنانے کی خفیہ فیکٹریاں قائم ہیں۔ اغوا شدہ بچوں اور بڑوں سے وہاں کام لیا جاتا ہے۔ اس طرح فیکٹریاں بھی چلتی رہتی ہیں اور کسی کو ان کے بارے میں علم بھی نہیں ہوتا۔ جو بچے کام کرنے کے قابل نہیں ہوتے۔ انہیں غیر ملک میں فروخت کر دیا جاتا ہے یا ہلاک کر دیا جاتا ہے"...... عالم خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"سردار ارباب اب کہاں ہے۔ اس کے بارے میں پوری تفصیل بتاؤ"...... عمران نے پوچھا۔

"وہ تو دو سال پہلے ایک ایکسیڈنٹ کے دوران ہلاک ہو گیا تھا"...... عالم خان نے جواب دیا تو عمران ایک جھٹکے سے کرسی سے اٹھا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریوالور کی نال عالم خان کی پیشانی پر رکھ کر دبا دی۔

"تم نے پھر جھوٹ بولنا شروع کر دیا ہے۔ اس لئے اب تم کسی رعایت کے مستحق نہیں ہو"...... عمران نے اس قدر سرد لہجے میں کہا کہ عالم خان کا جسم یکلخت جھٹکے کھانے لگا۔

"وہ۔ وہ آرام باغ میں رہتا ہے۔ وہ آرام باغ میں رہتا ہے۔ اس کا بہت بڑا ہوٹل ہے۔ ہوٹل دلکشا"...... عالم خان نے ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا۔

"تم نے پھر کیوں یہ بات چھپائی تھی"...... عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

"وہ۔ وہ دراصل میں اب بھی یہی دھندہ کرتا ہوں۔ میں نے سوچ

کہ اگر تم اس تک پہنچ گئے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا"...... عالم خان نے کانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"لیکن تم تو کہتے ہو کہ تم امپورٹ ایکسپورٹ کا کام کرتے ہو"...... عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔

"وہ تو ایک آڑ ہے۔ ورنہ پورے ملک میں میرے آدمی یہی کام کرتے ہیں اور میں مال خرید کر کے سردار ارباب کے ذریعے بڑے خان کو فروخت کر دیتا ہوں"...... عالم خان نے جواب دیتے ہوئے کہا تو عمران نے ریوالور جیب میں رکھا اور ایک طرف رکھے ہوئے فون کی طرف مڑ گیا۔ اس نے رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"رانا ہاؤس"...... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے جوزف کی آواز سنائی دی۔

"جوزف جوانا کو ساتھ لے کر سٹیلائٹ ٹاؤن کی کوٹھی چھ سو چھ اے بلاک فوراً پہنچو میں وہیں موجود ہوں"...... عمران نے سرد لہجے میں کہا اور رسیور رکھ کر وہ گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

"ٹائیگر"...... عمران نے دروازے پر رک کر کہا۔

"یس باس"...... برآمدے میں کھڑے ٹائیگر نے تیزی سے دروازے کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

"جوزف اور جوانا کو میں نے یہاں بلوایا ہے۔ تم انہیں پھاٹک کھول کر اندر لے آؤ"...... عمران نے کہا اور واپس مڑ گیا۔ عالم خان خاموش بیٹھا ہوا تھا۔

"تم نے بتایا ہے تمہارے تین بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ کیا تم نے کبھی سوچا ہے کہ اگر تمہارے بیٹوں کو کوئی اغوا کر کے فروخت کر دے تو تمہارا کیا حال ہو گا"...... عمران نے انتہائی نفرت بھرے لہجے میں عالم خان سے مخاطب ہو کر کہا۔ لیکن عالم خان نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ خاموش بیٹھا رہا۔

"تم لوگ انسان نہیں ہو۔ انتہائی مکروہ ترین مخلوق ہو"۔ عمران نے انتہائی نفرت بھرے لہجے میں کہا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تم۔ تم مجھے اپنے وعدے کے مطابق قانون کے حوالے کر دو"۔ چند لمحوں بعد عالم خان نے رک رک کر کہا۔

"میں ایسا ہی کروں گا فکر مت کرو"...... عمران نے سرد لہجے میں کہا تو عالم خان کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے۔ تھوڑی دیر بعد باہر سے کار کی آواز سنائی دی اور پھر جوزف اور جوانا ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے۔ عالم خان ان دو سیاہ فاموں کی جوڑی کو دیکھ کر بے اختیار چونک پڑا۔ وہ بڑی حیرت بھری نظروں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"اس کا نام عالم خان ہے اور یہ ریٹائرڈ پولیس آفیسر ہے۔ یہ بچوں کو اغوا کرنے کے دھندے میں ملوث ہے۔ بقول اس کے اس کے آدمی پورے پاکیشیا میں پھیلے ہوئے ہیں اور وہ سب یہی مکروہ دھندہ کرتے ہیں۔ تم اسے رانا ہاؤس لے جاؤ اور اس سے اس کے متعلق تمام افراد کے بارے میں تفصیلات حاصل کرو اور پھر تمہارا کام ان لوگوں کو انتہائی عبرتناک انداز میں ٹھکانے لگانا ہو گا۔ کسی نرمی اور رحم کی

ضرورت نہیں ہے۔ یہ لوگ انسان ہی نہیں ہیں۔ جب اس کے سب افراد کا خاتمہ ہو جائے۔ تب اسے بلیک قانون کے حوالے کر دینا سمجھ گئے ہو"۔۔۔۔ عمران نے جوزف اور جوانا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس باس آپ بے فکر رہیں آپ کے حکم کی پوری پوری تعمیل ہو گی"۔۔۔ جوزف نے جواب دیا۔

"اس کے گھر والے اور ملازم بے ہوش پڑے ہیں انہیں کچھ نہ کہنا صرف اسے لے جاؤ میں ٹائیگر کے ساتھ اس گروہ کے ایک اور آدمی کے پیچھے جا رہا ہوں"۔۔۔۔ عمران نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

اس نے ٹائیگر کو ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور چند لمحوں بعد اس کی کار کوٹھی کے پھاٹک سے باہر نکل کر تیزی سے دائیں ہاتھ پر مڑ کر آگے بڑھتی چلی گئی۔ اس کے چہرے پر پتھریلی سنجیدگی طاری تھی۔

"اب آپ کہاں جا رہے ہیں۔ اس عالم خان نے کیا بتایا ہے"۔۔ اچانک ٹائیگر نے ڈرے اور سہمے ہوئے لہجے میں کہا وہ شاید عمران کے چہرے پر موجود پتھریلی سنجیدگی کی وجہ سے سہما ہوا تھا۔

"میں تصور بھی نہ کر سکتا تھا کہ صرف دولت کی غرض سے لوگ اس حد تک مکروہ کام بھی کر سکتے ہیں۔ معصوم بچوں کو اغوا کرنا دنیا کا سب سے مکروہ ترین جرم ہے یہ ڈاگ کرائم ہے۔ میرا تو جی چاہتا ہے کہ ان لوگوں کو زندہ آگ میں جلا دوں"۔۔۔۔ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور ٹائیگر خاموش ہو گیا۔

"ہوٹل دلکشا دیکھا ہوا ہے تم نے۔ آرام باغ کے علاقے میں

ہے"۔۔۔۔ اچانک عمران نے پوچھا۔

"نہیں کوئی عام سا ہوٹل ہو گا۔ میں تو یہ نام ہی پہلی بار سن رہا ہوں"۔۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اس کا مالک سردار ارباب نامی کوئی شخص ہے۔ وہ اس گینگ کا بڑا ہے۔ اس سے پوچھ گچھ کرنی ہے"۔۔۔۔ عمران نے کہا اور ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد کار شہر کے ایک پرانے علاقے میں داخل ہوئی۔ عمران نے ایک چوک پر کار روکی اور ایک دکاندار سے ہوٹل دلکشا کے بارے میں پوچھا۔

"آگے چلے جائیں صاحب۔ کافی آگے جا کر دائیں ہاتھ پر مڑ جائیں۔ وہاں سے ہوٹل دلکشا کی عمارت نظر آتی ہے"۔۔۔۔ دکاندار نے جواب دیا تو عمران نے اس کا شکریہ ادا کیا اور کار آگے بڑھا دی اور پھر واقعی کافی آگے جانے کے بعد انہیں موڑ پر دور سے ہی ہوٹل دلکشا کا بورڈ نظر آ گیا۔ عمارت تین منزلہ تھی لیکن عمارت کا طرز تعمیر انتہائی قدیم اور بالکل اس انداز کا تھا جیسے کبوتروں کے کابک بنائے جاتے ہیں۔ بورڈ بھی پرانا سا تھا اور اس کے الفاظ بھی آدھے سے زیادہ مٹ چکے تھے۔ نچلی منزل پر ریستوران تھا جب کہ اوپر والی دونوں منزلیں رہائشی کمروں پر مشتمل تھیں۔ عمران نے کار سائیڈ پر کر کے روکی اور پھر نیچے اتر آیا۔ دوسری طرف سے ٹائیگر بھی نیچے اتر آیا۔

"کار کو لاک کر کے آجاؤ"۔۔۔۔ عمران نے چابیاں ٹائیگر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ تیز تیز قدم اٹھاتا مین گیٹ کی

طرف بڑھنے لگا۔ ہوٹل میں جانے اور باہر نکلنے والے لوگوں میں سے
اکثریت عام کاروباری افراد کی تھی۔ چونکہ یہ ہوٹل دور تک پھیلے
ہوئے بازاروں کے درمیان واقع تھا اس لئے یہاں کاروباری افراد کی
اکثریت نظر آرہی تھی۔ مین گیٹ سے داخل ہو کر عمران ایک لمحے کے
لئے رک گیا۔ ہال میں بے پناہ شور تھا۔ لوگ کھانا کھانے اور اونچی
آواز میں مسلسل باتیں کرنے میں مصروف تھے۔ ہال میں اس قدر شور
تھا کہ وہ جگہ مچھلی منڈی کا سا سماں پیش کر رہی تھی۔ ایک طرف
ایک پرانا سا کاؤنٹر تھا۔ جس کے پیچھے ایک سیاہ لمبی داڑھی والا ادھیڑ عمر
آدمی کھڑا ہوا تھا۔ جو ویٹروں کو بل بنا کر دینے اور ان سے کھانے کی
رقم وصول کرنے میں مصروف تھا۔ جب کہ ایک اور نوجوان کاؤنٹر
کے ایک کونے میں سامنے ایک فون رکھے ہوئے خاموش بیٹھا جیسے
اونگھ سا رہا تھا اس کی آنکھیں آدھی سے زیادہ بند تھیں۔ اسی لمحے ٹائیگر
بھی اندر آگیا اور پھر عمران اسے ساتھ لئے کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔

"کیا آپ رات کو جاگتے رہتے ہیں" عمران نے اونگھتے ہوئے
نوجوان کے قریب جا کر کہا تو نوجوان نے ایک جھٹکے سے آنکھیں
کھولیں اور پھر اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر عمران کو دیکھنے لگا جیسے
اسے سرے سے کچھ نظر نہ آرہا ہو۔

"جس طرح آپ آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھ رہے ہیں۔ اس طرح تو
میں آپ کو ہاتھی سے بھی زیادہ چوڑا نظر آرہا ہوں گا" عمران نے کہا
تو نوجوان کے چہرے پر یکلخت شرمندہ سی مسکراہٹ رینگنے لگی۔

"جی۔ جی۔ فرمایئے" نوجوان نے شرمندہ سے لہجے میں کہا۔

"سردار ارباب سے ملنا ہے" عمران نے کہا تو نوجوان ایک
چونک پڑا۔

"آپ کا نام۔ کام۔ کہاں سے آئے ہیں۔ کس نے بھیجا ہے۔"
اس طرح تیزی سے بولنے لگا جیسے اچانک کوئی ٹیپ چل پڑا ہو۔

"نام علی عمران۔ کام کی تلاش جاری ہے۔ بیرونی دروازے سے
آیا ہوں اور مجھے عالم خان ریٹائرڈ سب انسپکٹر پولیس نے بھیجا
ہے" عمران نے بھی اسی طرح میکانکی انداز میں جواب دیتے
ہوئے کہا تو نوجوان ایک بار پھر جھینپ سا گیا۔ اس نے جلدی سے
سامنے رکھے ہوئے فون کا رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر ڈائل کرنے
کر دیئے۔

"طرف بول رہا ہوں جناب۔ کاؤنٹر سے جناب۔ دو صاحبان آئے
ہیں۔ ایک کا نام علی عمران ہے انہیں عالم خان ریٹائرڈ سب انسپکٹر
نے بھیجا ہے" اس کے بولنے کا انداز ویسے ہی میکانکی تھا۔

"بہتر صاحب" دوسری طرف سے کچھ سننے کے بعد اس نے
عمران کی طرف بڑھا دیا۔

"سردار صاحب سے خود بات کر لیجئے" نوجوان نے کہا تو
نے مسکراتے ہوئے رسیور اس کے ہاتھ سے لے لیا۔

"ہیلو سردار ارباب صاحب میں علی عمران بول رہا ہوں" عمران
رسیور لیتے ہی کہا۔

"آپ کون صاحب ہیں اور کس سلسلے میں مجھ سے ملنا چاہتے ہیں" دوسری طرف سے ایک بھاری اور قدرے سخت آواز سنائی دی۔

"... خان نے مجھے بھیجا ہے اور سلسلہ تو آپ کو ان کا نام سنتے ہی معلوم ہو گیا ہو گا" عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میں اس وقت بے حد مصروف ہوں۔ آپ کل تشریف لائیں" دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

"بہت مہربانی سردار صاحب آپ نے ملاقات کا وقت دے دیا ہے" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

"اب کہاں جانا ہو گا" عمران نے نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مجھے حیرت ہے کہ انہوں نے آپ کو وقت دے دیا ہے وہ کسی اجنبی سے پہلی بار نہیں ملا کرتے بہرحال دوسری منزل کمرہ نمبر اٹھارہ میں چلے جائیے" نوجوان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"آپ ذرا اٹھیئے اور ہمارے ساتھ چلیے۔ اس طرح آپ کے اوپر چھائی ہوئی سستی بھی دور ہو جائے گی اور ہمیں بھی ادھر ادھر نہیں بھٹکنا پڑے گا" عمران نے جیب سے ایک بڑا نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا تو نوجوان کو جیسے الیکٹرک کرنٹ لگ گیا۔

"... اوہ۔ اوہ بالکل جناب بالکل آپ کی خدمت تو ہمارا فرض ہے" نوجوان نے جلدی سے نوٹ کو جیب میں ڈالتے ہوئے کہا اور تیزی سے کاؤنٹر سے باہر آ گیا۔ اب اسے دیکھ کر کوئی نہ کہہ سکتا تھا کہ چند لمحے پہلے یہی نوجوان بیٹھا اونگھ رہا تھا۔

"شکریہ" ...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نوجوان کی رہنمائی میں وہ دائیں ہاتھ پر ایک راہداری میں جا کر سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر دوسری منزل پر پہنچ گئے۔ یہ ایک طویل راہداری تھی جس میں کمروں کے دروازے تھے۔ کمرہ نمبر اٹھارہ کے سامنے جا کر نوجوان رک گیا۔

"بس ٹھیک ہے۔ اب آپ جا سکتے ہیں" ...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور نوجوان تیزی سے سر ہلاتا ہوا واپس مڑ گیا۔ اس کا عمران کو دیکھنے کا انداز ایسے تھا جیسے عمران دنیا کا سب سے احمق ہو جس نے صرف چند سیڑھیاں چڑھنے کے لئے اسے اتنی بڑی مالیت کا نوٹ دے دیا ہو۔ حالانکہ وہ نہ جانتا تھا کہ عمران اسے صرف اس لئے وہاں تک لے آیا تھا تاکہ عمران کے سردار ارباب تک پہنچنے سے پہلے وہ اسے دوبارہ فون نہ کر دے۔ عمران نے دروازے پر ہاتھ رکھ کر دبایا لیکن دروازہ اندر سے بند تھا۔ دروازے کی ساخت بتا رہی تھی کہ کمرہ ساؤنڈ پروف بنایا گیا ہے۔ دروازے پر ڈور فون موجود تھا عمران نے اس کا بٹن دبا دیا۔

"کون ہے" ...... فون سے وہی آواز سنائی دی جو اس سے پہلے

عمران نے کاؤنٹر فون پر سنی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ اس نوجوان
جس نے فون پر بات کرتے ہوئے اپنا نام عارف بتایا تھا۔ اس
غلط رہنمائی نہیں کی تھی۔

"عارف ہوں جناب ایک بہت ضروری بات ہے جناب جو فون پر
نہیں کی جا سکتی جناب"...... عمران نے عارف کی آواز اور اس
خاص انداز میں بات کرتے ہوئے کہا تو دوسرے لمحے دروازہ کھل
اس کے ساتھ ہی عمران دروازے کو دھکیلتا ہوا اندر داخل ہوا
کمرے کے اندر پہنچ کر اس کے خیال کی تصدیق ہو گئی۔ کمرہ واقعی
پروف تھا۔

"کلک کلک کون ہو تم"...... دروازے پر موجود ایک لمبے قد
بھاری جسم کے آدمی نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ کمرہ خالی
تھا۔ لیکن اس بڑے کمرے کے ایک کونے میں بڑی سی دفتری میز
جس کے پیچھے ایک کرسی رکھی ہوئی تھی۔ باقی کمرے میں کرسیاں اور
صوفے رکھے ہوئے تھے۔ کمرے میں صرف وہی لمبے قد کا آدمی ہی تھا
کوئی نہ تھا۔ عمران کے پیچھے ٹائیگر بھی اندر آ گیا تھا۔ اس نے کمرے
دروازہ بند کر کے لاک کر دیا۔

"تمہارا نام سردار ارباب ہے"...... عمران نے کہا۔

"ہاں مگر تم کون ہو اور کیوں اس طرح اندر آئے ہو"......
آدمی نے اب کرخت لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کا ہاتھ
سے قمیض کے اوپر پہنی ہوئی جیکٹ کی جیب کی طرف بڑھا ہی تھا

عمران کا بازو گھوما اور دوسرے لمحے سردار ارباب بے اختیار چیختا ہوا
اچھل کر سائیڈ کی دیوار سے ٹکرایا اور نیچے فرش پر جا گرا۔ اس نے نیچے
گر کر اٹھنے کی کوشش کی ہی تھی کہ عمران کی لات حرکت میں آئی اور
یہ کمرہ لگاتار چیخوں سے گونج اٹھا۔ چند لمحوں بعد ہی وہ آدمی فرش پر بے
حس و حرکت پڑا نظر آ رہا تھا۔

"اسے اٹھا کر کرسی پر ڈالو"...... عمران نے ٹائیگر سے کہا اور ٹائیگر
نے جھک کر فرش پر بے ہوش پڑے ہوئے سردار ارباب کا بازو پکڑا
اور ایک جھٹکے سے گھسیٹ کر اس نے اسے ایک کرسی پر ڈال دیا۔

"اب یہاں رسی تو نہیں ہو گی۔ بیلٹ سے ہی کام لینا پڑے
گا"...... عمران نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"یس باس"...... ٹائیگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے
جلدی سے اپنی بیلٹ کھولی اور پھر سردار ارباب کے دونوں ہاتھ عقب
میں کر کے اس نے بیلٹ کی مدد سے باندھ دیئے۔

"اب اسے ہوش میں لے آؤ"...... عمران نے کہا تو ٹائیگر نے اس
کی ناک اور منہ کو دونوں ہاتھوں سے بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد سردار
ارباب کے جسم میں حرکت کے تاثرات نمودار ہوئے۔ تو وہ پیچھے ہٹ
گیا۔

"تمہارے پاس خنجر ہو گا۔ وہ مجھے دے دو۔ اس کا چہرہ بتا رہا ہے کہ
یہ آسانی سے زبان کھولنے والوں میں سے نہیں ہے"...... عمران نے
ٹائیگر سے کہا۔ اور ٹائیگر نے خاموشی سے کوٹ کی اندرونی جیب سے

ایک تیز دھار خنجر نکالا اور عمران کے ہاتھ میں دے دیا۔ اسی لمحے سردار ارباب نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ پہلے چند لمحوں تک تو اس کی آنکھوں میں دھند سی چھائی رہی پھر ان میں شعور کی چمک ابھر آئی۔ اس نے بے اختیار اٹھنے کی کوشش کی لیکن عمران نے ہاتھ بڑھا کر اس کے کاندھے کو دبا کر اسے کرسی پر ہی بیٹھے رہنے پر مجبور کر دیا۔

"ٹائیگر اس کی کرسی کے عقب میں کھڑے ہو جاؤ۔ اسے اٹھنے نہ دینا"...... عمران نے ٹائیگر سے کہا اور ٹائیگر تیزی سے گھوم کر سردار ارباب کی کرسی کی پشت پر آ گیا۔ عمران نے ایک کرسی گھسیٹی اور سردار ارباب کے سامنے آکر بیٹھ گیا

"تم۔ تم کون ہو اور یہ تم نے میرے ہاتھ کیوں باندھ رکھے ہیں"...... سردار ارباب نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں الجھن کے ساتھ ساتھ حیرت کا عنصر موجود تھا۔

"عالم خان کا حوالہ سننے کے باوجود ابھی تک تمہیں یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ہم لوگ کیوں تم سے ملنا چاہتے تھے"...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"عالم خان کو مگر میں تو کسی عالم خان کو نہیں جانتا"۔ سردار ارباب نے کہا۔

"عالم خان کی یادداشت بھی تمہاری طرح غائب ہو گئی تھی پھر جب اس کو موت سامنے نظر آنے لگی تو اس کی یادداشت فوراً بحال ہو گئی تھی۔ بہرحال تم نے صرف یہ بتانا ہے کہ وہ بڑا خان کون ہے جسے

تم دارالحکومت سے بچے اغوا کر کے پہنچاتے ہو"...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔ بڑے خان کا نام سن کر سردار ارباب بے اختیار چونک پڑا لیکن جلد ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔

"کک کک کون بڑا خان میں تو کسی بڑے خان کو نہیں جانتا"...... سردار ارباب نے گڑبڑائے ہوئے سے لہجے میں کہا۔ لیکن دوسرے لمحے اس کے حلق سے نکلنے والی تیز چیخ سے کمرہ گونج اٹھا۔ عمران کا وہ ہاتھ جس میں اس نے خنجر پکڑا ہوا تھا بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا تھا اور سردار ارباب کا ایک نتھنا آدھے سے زیادہ کٹ گیا تھا۔ اس نے بے اختیار اٹھنے کی کوشش کی تھی لیکن ٹائیگر نے اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر اسے پوری طرح بے بس کر رکھا تھا۔ ابھی پہلی چیخ کی بازگشت ختم نہ ہوئی تھی کہ عمران کا ہاتھ دوسری بار حرکت میں آیا اور اس بار سردار ارباب کا دوسرا نتھنا بھی پہلے کی طرح آدھے سے زیادہ کٹ گیا۔ کمرہ سردار ارباب کی چیخوں سے گونج رہا تھا۔ لیکن عمران اس لئے مطمئن تھا کہ چیخوں کی آوازیں کمرے سے باہر سنائی نہ دے رہی ہوں گی۔ دوسرا نتھنا کاٹنے کے بعد عمران نے خون آلود خنجر ایک طرف رکھا اور دوسرے لمحے اس نے مڑی ہوئی انگلی کا ہک سردار ارباب کی پیشانی پر ابھر آنے والی موٹی سی رگ پر آہستہ سے مارا تو سردار ارباب کی حالت یکلخت انتہائی خستہ ہو گئی۔ اس کا پورا جسم اس طرح کانپنے لگ گیا جیسے اسے جاڑے کا تیز بخار ہو گیا ہو۔ اس کے حلق سے اب سسکی نما چیخیں نکلنے لگ گئی تھیں تکلیف کی شدت سے اس کا

چہرہ مسخ ہو گیا تھا اور آنکھیں قدرے باہر کو نکل آئی تھیں۔

" کون ہے بڑا خان بولو "...... عمران نے غراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے مڑی ہوئی انگلی کی دوسری ضرب اس کی پیشانی پر لگائی۔

" وہ ۔ وہ ۔ پہاڑی علاقے راکوش میں رہتا ہے ۔ راکوش کا سردار ہے ..... سردار ہے ..... سردار ہے "........... سردار ارباب نے ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کی گردن ایک طرف کو ڈھلک گئی ۔ بے پناہ تکلیف کی وجہ سے وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

" اسے پانی پلاؤ ٹائیگر ورنہ اس حالت میں اگر اسے مزید ضرب لگی تو یہ مر جائے گا "......... عمران نے ٹائیگر سے کہا تو ٹائیگر سر ہلاتا ہوا تیزی سے ایک طرف دیوار میں نظر آنے والے دروازے کی طرف بڑھ گیا ۔ دروازے کی ساخت بتا رہی تھی کہ یہ دروازہ باتھ روم کا ہے ۔ چند لمحوں بعد ٹائیگر واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک بڑا سا جگ تھا۔ اس نے سردار ارباب کے جبڑے بھینچ کر اس کا منہ کھولا اور پانی اس کے حلق میں انڈیل دیا ۔ باقی پانی اس نے اس کے چہرے پر پھینک دیا اور پھر جگ ایک طرف رکھ کر وہ ایک بار پھر اس کے عقب میں کھڑا ہو گیا ۔ چند لمحوں بعد سردار ارباب ہوش میں آ گیا اور اس کے حلق سے ایک بار پھر چیخیں نکلنے لگیں۔

" تمہیں اندازہ ہو گیا ہو گا سردار ارباب کہ یاد داشت کتنی تکلیف

اٹھا کر بحال ہوتی ہے ۔ اس لئے اب میں تمہیں آخری موقع دے رہا ہوں کہ بڑے خان کے بارے میں تفصیل بتا دو "....... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

" تم ۔ تم آخر ہو کون ۔ کیا تمہارا تعلق پولیس سے ہے ۔ تم کون ہو "....... سردار ارباب نے ہذیانی سے لہجے میں کہا۔

" مجھے خدائی فوجدار سمجھ لو ۔ بہر حال تمہیں تفصیل تو بتانی ہی پڑے گی ۔ اب یہ تمہاری مرضی ہے کہ تم کس طرح بتاتے ہو ۔ تکلیف برداشت کر کے یا بغیر تکلیف کے "....... عمران نے سرد لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

" سنو تم جو کوئی بھی ہو ۔ مجھ سے سودا کر لو ۔ جتنی رقم تم چاہو میں تمہیں دینے کے لئے تیار ہوں ۔ تم اس کام سے پیچھے ہٹ جاؤ ورنہ اگر بڑے خان کو معلوم ہو گیا تو میں بھی مارا جاؤں گا اور تم بھی ۔ وہ دنیا کا خطرناک ترین آدمی ہے ۔ وہ آدمی کو اس طرح مار دیتا ہے جیسے کوئی چیونٹی مسل دے ۔ مجھ سے رقم لے لو ۔ جتنی رقم تم چاہو میں دے دیتا ہوں "....... سردار ارباب نے اس بار گھگھیاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

" پہلے تم اس کے بارے میں تفصیل بتاؤ ۔ پھر تمہاری پیش کش پر غور کیا جا سکتا ہے "....... عمران نے کہا۔

" نہیں اس کے متعلق جس نے بھی زبان کھولی وہ ختم کر دیا گیا ۔ وہ انتہائی باخبر آدمی ہے ۔ مجھے کچھ معلوم نہیں ہے کچھ معلوم نہیں ہے "....... سردار ارباب نے اسی طرح چیختے ہوئے کہا۔

"اوکے ابھی تمہاری زبان خود بخود سب کچھ اگل دے گی"۔ عمران نے سرد لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کا ہاتھ اٹھا اور اس بار شاید پیشانی پر مڑی ہوئی انگلی کی ضرب پہلے سے کچھ زیادہ ہی طاقتور تھی کہ سردار ارباب کی حالت واقعی انتہائی غیر ہو گئی۔ اس کا منہ چیخ مارنے کے لئے تو کھلا لیکن حلق سے کوئی آواز نہ نکل سکی اور وہ کرسی پر ہی اس طرح پھڑکنے لگا جیسے اس کے جسم کے ایک ایک ریشے سے جان علیحدہ علیحدہ نکل رہی ہو۔ چند لمحوں تک اس کی یہی حالت رہی پھر اس کے حلق سے اس تواتر سے کربناک چیخیں نکلنے لگیں جیسے کوئی ٹیپ اچانک چل پڑا ہو۔

"بولو کون ہے بڑا خان"...... عمران نے غراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ ایک بار پھر بلند کر دیا۔

"رک جاؤ مت مارو۔ یہ ہولناک عذاب ہے۔ رک جاؤ۔ اس کا نام سردار خان ہے۔ وہ راکوش کا سب سے بڑا سردار ہے وہاں کے جرگے کا سردار ہے۔ وہ بہت بڑا آدمی ہے۔ رک جاؤ مجھے مت مارو"...... سردار ارباب نے ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا۔

"پوری تفصیل بتاؤ کہ اس کے کیا کیا دھندے ہیں۔ پوری تفصیل بتاؤ"...... عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

"میں بتاتا ہوں۔ اب میں سب کچھ بتا دوں گا اب میں نے تو مرنا ہی ہے۔ اب میں سب کچھ بتا دیتا ہوں۔ یہ عذاب مت دو مجھے۔ گولی مار دو مجھے"...... سردار ارباب نے کہا۔

"جو پوچھ رہا ہوں اس کا جواب دو فضول باتیں مت کرو"۔ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"سردار خان کی پہاڑی علاقوں میں اسلحہ تیار کرنے کی فیکٹری ہے۔ منشیات کا بھی بہت بڑا سمگلر ہے۔ وہ تمام دھندے کرتا ہے تمام"...... سردار ارباب نے کہا۔

"اس کی رہائش گاہ کہاں ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"راکوش میں۔ راکوش میں اس کا ڈیرہ سب سے بڑا ڈیرہ ہے۔ وہ وہاں کا سب سے بڑا سردار ہے"...... سردار ارباب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہاں سے جو بچے اغوا ہوتے ہیں۔ وہ کہاں جاتے ہیں"۔ عمران نے پوچھا۔

"انہیں راکوش پہنچایا جاتا ہے۔ پھر ان کی چھانٹی کی جاتی ہے پھر انہیں ان کی عمروں اور جسمانی طاقت کے مطابق فیکٹری میں بھیج دیا جاتا ہے۔ جہاں وہ کام کرتے ہیں اس کے علاوہ ان لڑکوں کو غیر ملک میں بھی فروخت کر دیا جاتا ہے"...... سردار ارباب نے کہا۔

"محکمہ سوشل ویلفیئر کے ایک افسر مراد نے ایک بار بردہ فروشوں کے ایک گروہ کی مخبری کی تھی اس گروہ کا سرغنہ میرن تھا۔ عالم خان تھانے دار نے اس گروہ کو پکڑا تھا۔ اس کے بعد اس افسر کو اغوا کر لیا گیا تھا وہ اب کہاں ہے۔ زندہ ہے یا مر گیا ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"ہاں ۔ہاں ۔ مجھے یاد ہے ۔وہ مراد زندہ ہے ۔ میں نے اسے اغوا کیا تھا ۔بڑے خان کے حکم پر ۔ کیونکہ اس کی مخبری کی وجہ سے بڑے خان کے کام میں رکاوٹ پڑی تھی ۔ بڑے خان کو غیر ملک بھیجنے کے لئے فوری طور پر کافی تعداد میں بچے چاہئیں تھے ۔ لیکن اس کی مخبری کی وجہ سے میرن اور اس کے آدمی پکڑے گئے اور ان کے اغوا شدہ بچے رہا ہو گئے ۔بڑے خان کو غصہ آگیا ۔مراد کو اغوا کر کے بڑے خان کے سامنے پیش کر دیا گیا ۔بڑے خان نے اسے سزا دی ۔ اسے خوب زدو کوب کیا گیا ۔ پھر اسے اسلحہ فیکٹری میں بھجوا دیا گیا ۔وہ اب بھی وہیں کام کرتا ہے"...... سردار ارباب نے جواب دیتے ہوئے کہا ۔

"بڑے خان کے یہاں تمہارے علاوہ اور کتنے آدمی ہیں" ۔ عمران نے کہا ۔

"بہت سے آدمی ہیں ۔ میرا تعلق تو صرف بچے اغوا کرنے تک ہے ۔ ورنہ مال بیچنے والے ۔ نوجوان لڑکیاں اغوا کر کے وہاں تک پہنچانے اور پھر ان لڑکیوں کو غیر ملک میں فروخت کرنے والے ۔ اسلحہ فروخت کرنے والے ۔ منشیات کا دھندہ کرنے والے بے شمار لوگ ہیں ۔ بڑے خان کے بے شمار دھندے ہیں ۔ وہ بہت بڑا آدمی ہے" ۔ سردار ارباب نے کہا ۔

"نوجوان لڑکیوں کو بھی اغوا کیا جاتا ہے"...... عمران نے چونک کر پوچھا ۔

"ہاں یہ بھی بڑے خان کا دھندہ ہے ۔ خوبصورت اور نوجوان

لڑکیوں کو اغوا کر کے بڑے خان کے ڈیرے تک پہنچایا جاتا ہے اور یہاں سے انہیں دوسرے ملکوں میں فروخت کر دیا جاتا ہے" ۔ سردار ارباب نے جواب دیتے ہوئے کہا ۔

"یہاں یہ کام کون کرتا ہے"...... عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا ۔

"پہلے ماسٹر پنٹو کرتا تھا پھر وہ پولیس مقابلے میں مارا گیا ۔ اس کے بعد عالم خان کے ذمے یہ کام لگا دیا گیا ۔ وہی عالم خان جس کا نام تم نے لیا تھا"...... سردار ارباب نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا ۔ دوسرے لمحے اس نے جیب سے ریوالور نکال لیا اور پھر اس سے پہلے کہ سردار ارباب کچھ کہتا عمران نے ٹریگر دبا دیا ۔ ایک دھماکہ ہوا اور گولی سردار ارباب کے دل میں اترتی چلی گئی ۔ گولی چونکہ براہ راست دل میں لگی تھی اس لئے سردار ارباب کو تڑپنے کی بھی پوری طرح مہلت نہ مل سکی اور وہ ختم ہو گیا ۔

"اپنی بیلٹ بھی کھول لو اور اپنا خنجر بھی اٹھا لو"...... عمران نے ٹائیگر سے کہا اور ٹائیگر نے سر ہلاتے ہوئے سردار ارباب کی لاش کو نیچے فرش پر اوندھے منہ ڈالا اور پھر اس کے عقب میں بندھے ہوئے ہاتھوں سے بیلٹ کھولنے میں مصروف ہو گیا ۔ جب کہ عمران اس دوران میز کی درازیں کھول کر ان کی تلاشی لینے میں مصروف ہو گیا ۔ لیکن جب اسے وہاں اپنے کام کی کوئی چیز نہ مل سکی تو اس نے درازیں بند کر دیں اور پھر دروازے کی طرف بڑھ گیا ۔

"آؤ اب یہاں سے نکل چلیں" ...... عمران نے ٹائیگر سے کہا اور
ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ چند لمحوں بعد وہ ہوٹل سے باہر آکر
ایک طرف کھڑی کار کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔

کمرے کا دروازہ کھلا تو کرسی پر نیم دراز ادھیڑ عمر آدمی نے چونک کر
دروازے کی طرف دیکھا۔ اس آدمی کا چہرہ چوڑا تھا۔ قد لمبا اور وہ جسمانی
طور پر انتہائی مضبوط ساخت کا حامل تھا۔ اس کی سیاہ رنگ کی داڑھی
تھی جس میں کہیں کہیں سفید رنگ کے بال بھی نظر آ رہے تھے۔ بڑی
بڑی مونچھیں تھیں جو دونوں اطراف میں اس طرح سیدھی اکڑی ہوئی
تھیں جیسے بالوں میں لوہے کے سریے فٹ کر دیئے گئے ہوں۔ لیکن
مونچھوں کے آخری کنارے دونوں اطراف سے اوپر کو اٹھ کر مڑے
ہوئے تھے۔ کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہونے والا ایک مقامی
نوجوان تھا جس کے ہاتھ میں ایک کارڈلیس فون تھا۔

"سردار آپ کا فون ہے۔ دارالحکومت سے" ...... نوجوان نے
انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"کس کا ہے" ...... کرسی پر نیم دراز آدمی نے غراتے ہوئے پوچھا۔

اس کی آواز میں کڑک اور بے پناہ رعب تھا۔

"جانو کا سردار"...... نوجوان نے اسی طرح مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ دو مجھے"...... سردار نے غراتے ہوئے کہا اور ہاتھ بڑھا کر نوجوان سے کارڈلیس فون پیس لے لیا۔ نوجوان فون پیس دے کر خاموشی سے واپس چلا گیا۔ سردار نے فون پیس کا بٹن دبایا۔

"یس"...... اس نے کڑک دار لہجے میں کہا۔

"بڑے خان۔ میں جانو بول رہا ہوں دارالحکومت سے۔ آپ کا خادم جانو"...... دوسری طرف سے بولنے والے کا لہجہ حد سے زیادہ مؤدبانہ تھا۔

"ہاں بولو کیا بات ہے۔ کیوں کال کی ہے"...... بڑے خان نے اسی طرح کڑکدار اور رعب دار لہجے میں کہا۔

"سردار ارباب کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ اس کی لاش اس کے خاص کمرے سے ملی ہے۔ اس کے دونوں نتھنے کٹے ہوئے ہیں۔ چہرہ اس طرح مسخ ہے جیسے اس پر انتہائی بے رحمانہ انداز میں تشدد کیا گیا ہو"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو بڑے خان کے چہرے کا رنگ قدرے تبدیل ہو گیا۔

"کس نے ایسا کیا ہے اور کیوں"...... بڑے خان نے کہا۔

"جناب میں نے جو انکوائری کی ہے۔ اس کے مطابق دو آدمی ہوٹل پہنچے۔ وہ کاؤنٹر پر آئے۔ ان میں سے ایک نے اپنا نام علی عمران بتایا۔

س نے کہا کہ اسے عالم خان نے بھیجا ہے۔ سردار ارباب نے انہیں پنے خاص کمرے میں بلا لیا۔ پھر وہ دونوں نجانے کس وقت گئے۔ بہرحال بعد میں سردار ارباب کی لاش ملی اور جناب عالم خان کے گھر ے معلوم ہوا ہے کہ عالم خان کو اس کے گھر سے اغوا کر لیا گیا ہے۔ س کے ملازموں کو بے ہوش کر دیا گیا تھا۔ اس کے ایک ملازم رشید نے بتایا کہ وہاں بھی کار پر دو آدمی آئے تھے جن میں سے ایک نے کہا ۔ اس کا نام علی عمران ہے اور وہ اسسٹنٹ ڈائریکٹر سنٹرل انٹیلی جنس یورو ہے۔ ملازم نے اسے اور اس کے ساتھی کو لے جا کر ڈرائنگ روم یں بٹھایا اور عالم خان کو اطلاع کر دی۔ عالم خان ڈرائنگ روم میں چلا گیا۔ پھر اچانک ایک آدمی ملازم کے قریب آیا۔ اس نے اس کی کنپٹی پر ضرب لگائی تو ملازم بے ہوش ہو گیا۔ جب وہ ہوش میں آیا تو عالم خان اور وہ دونوں آدمی غائب ہو چکے تھے اور جناب میں نے اس پر سارے شہر میں اپنے آدمیوں کی پڑتال کی ہے تو انتہائی حیرت انگیز اطلاعات ملی ہیں جناب"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کیا اطلاعات ملی ہیں۔ تفصیل سے بتاؤ"...... بڑے خان نے تیز لہجے میں کہا۔

"جناب تلّے اٹھانے والے سارے گروپ اچانک غائب ہو گئے ہیں۔ ایک گروپ کا سرغنہ جامو تھا۔ اس کے ڈیرے پر اس کے آدمیوں کی لاشیں پولیس کو ملی ہیں۔ جب کہ جامو اور پلّوں کا سودا کرنے والے کرمو دادا غائب ہیں۔ بتایا گیا ہے کہ چار آدمی کرمو دادا

کے ہوٹل آئے انہوں نے آپ کی نشانی دے کر پلّے طلب کئے۔ کرمو
داداان کے ساتھ جامو کے ڈیرے پر گیا۔ اس کے بعد وہاں سے لاشیں
ملیں۔ پلّے اٹھانے والے سارے گروپ اچانک غائب ہو گئے ہیں۔
یہی معلومات ملی ہیں کہ ان سب کو اچانک چار افراد کی ٹولیوں نے اٹھا
لیا ہے اور ان کی لاشیں تک نہیں ملیں۔ انہی گروپوں کے پاس پچاس
پلے تھے۔ وہ پچاس کے پچاس پلے واپس اپنے گھروں تک پہنچا دیئے گئے
ہیں۔ عالم خان کے گروپ کے بڑے آدمیوں کو بھی ہوٹلوں اور ان کی
رہائش گاہوں سے اٹھالیا گیا ہے۔ انہیں اٹھانے والے دو سیاہ فام دیو
قامت ایکریمین نیگرو ہیں"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو بڑے خان
کے ہونٹ یکلخت بھنچ سے گئے۔

" یہ سب کیسے ہو گیا اور کس نے یہ جرأت کی ہے کہ ہمارے
آدمیوں پر اس طرح ہاتھ ڈالے"...... بڑے خان نے انتہائی غصیلے لہجے
میں کہا۔

" جناب میں نے اس سلسلے میں پوری انکوائری کرائی ہے اور
جناب جو شواہد ملے ہیں۔ ان کے مطابق سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کے
ڈائریکٹر جنرل سر عبدالرحمن کے لڑکے کا نام علی عمران ہے۔ وہ کنگ
روڈ کے ایک فلیٹ میں اپنے باورچی کے ساتھ رہتا ہے۔ یہ دونوں
ایکریمین نیگرو اس کے ساتھی بتائے جاتے ہیں اور جناب اس کا ایک
ساتھی یہاں دارالحکومت کا بدمعاش ٹائیگر بھی ہے۔ عالم خان کے اغوا
اور سردار ارباب کی ہلاکت میں وہ علی عمران اور ٹائیگر دونوں شامل

تھے اور جناب مزید جو اطلاعات ملی ہیں ان کے مطابق دارالحکومت میں
ایک نیا گروپ ظاہر ہوا ہے جس کا نام فور سٹارز ہے۔ اس گروپ نے
پہلے پاکیشیا میں منشیات کے بڑے بڑے گروپوں کا خاتمہ کر دیا۔ اس
کے بعد اس گروپ کے ہاتھوں بم دھماکے کرنے والے گروپس کا بھی
خاتمہ ہوا ہے اور اب یہی گروپ آپ کے آدمیوں کے پیچھے لگ گیا ہے
جناب"...... جانو نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

" لیکن میں یہ برداشت نہیں کر سکتا۔ سمجھے"...... بڑے خان نے
انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

" آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی جناب"...... جانو نے مؤدبانہ لہجے
میں کہا۔

" تم ایسا کرو کہ حاذق کے پاس چلے جاؤ۔ اسے ساری تفصیل بتا
دینا۔ میں اسے فون کر دیتا ہوں۔ وہ خود ہی سارا بندوبست کر لے
گا"...... بڑے خان نے کہا۔

" حکم کی تعمیل ہو گی جناب"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور
بڑے خان نے فون پیس کا ایک بٹن پریس کیا اور پھر تیزی سے نمبر
ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

" حاذق کارپوریشن"...... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے
ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

" حاذق سے بات کراؤ میں بڑا خان بول رہا ہوں"...... بڑے خان
نے دبنگ لہجے میں کہا۔

"یس سر۔ یس سر"...... دوسری طرف سے انتہائی بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا گیا۔

"جناب میں آپ کا خادم حاذق بول رہا ہوں جناب"...... چند لمحوں بعد ایک انتہائی مؤدبانہ مردانہ آواز سنائی دی۔

"جانو تمہارے پاس آ رہا ہے۔ وہ تمہیں تفصیل بتا دے گا۔ چند کتوں نے ہماری طرف منہ کر کے بھونکنے کی جرأت کی ہے ہم ان کتوں کو فوری طور پر سبق سکھانا چاہتے ہیں۔ تم ان سارے کتوں کو ٹریس کر کے گولیوں سے اڑا دو"...... بڑے خان نے انتہائی کڑکدار لہجے میں کہا۔

"حکم کی تعمیل ہو گی جناب"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اس معاملے میں کوئی کوتاہی نہیں ہونی چاہئے سمجھے"...... بڑے خان نے تیز لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے فون پیس کا بٹن آف کیا اور اسے ایک طرف موجود تپائی پر رکھ کر اس نے کرسی کی پشت سے سر ٹکایا اور آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے چہرے پر انتہائی گہرے اطمینان کے تاثرات نمایاں تھے۔

ٹائیگر ہوٹل شیرٹن کے منیجر رالف کے دفتر میں بیٹھا اس سے باتوں میں مصروف تھا کہ میز پر رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی اور منیجر رالف نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس"...... رالف نے تیز لہجے میں کہا۔

"جناب ٹائیگر کی کال ہے۔ ان کا دوست حاذق ان سے فوری طور پر بات کرنا چاہتا ہے"...... دوسری طرف سے پرسنل سیکرٹری کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"اچھا"...... منیجر نے کہا اور رسیور ٹائیگر کی طرف بڑھا دیا۔

"تمہاری کال ہے۔ تمہارا کوئی دوست ہے حاذق بات کرنا چاہتا ہے"...... رالف نے کہا تو ٹائیگر چونک پڑا۔

"حاذق اچھا"...... ٹائیگر نے کہا اور رسیور لے لیا۔

"ٹائیگر بول رہا ہوں"...... ٹائیگر نے رسیور لے کر بات کرتے

ہوئے کہا۔

"حاذق بول رہا ہوں ٹائیگر میرے پاس تمہارے مطلب کا ایک کام ہے۔ میں نے تمہیں ہر جگہ تلاش کیا۔ بڑی مشکل سے پتہ چلا ہے کہ تم شیرٹن ہوٹل کے منیجر سے ملنے گئے ہو"....... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"کس ٹائپ کا کام ہے"....... ٹائیگر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ایک غیر ملکی تنظیم ہے۔ کوئی بڑا کام کرانا چاہتی ہے۔ ملکی سطح کا لیکن اس کی ڈیمانڈ ہے کہ آدمی اس قسم کا ہونا چاہئے کہ جو صدر مملکت پر بھی حملہ کرنے سے گریز نہ کرے۔ میں نے ان سے بات کر لی ہے۔ انتہائی معقول معاوضہ مل سکتا ہے"....... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کس ملک کی تنظیم ہے"....... ٹائیگر کے لہجے میں اس بار خاصی دلچسپی نمایاں تھی۔

"یونائیٹڈ کارمن کے لوگ ہیں"....... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کیا تم ان سے میری براہ راست بات کرا سکتے ہو"....... ٹائیگر نے پوچھا۔

"اس کی کیا ضرورت ہے۔ تم جو معاوضہ کہو گے تمہیں مل جائے گا"....... دوسری طرف سے حاذق نے کہا۔

"نہیں تمہیں معلوم ہے کہ میں براہ راست بات کرنے کا قائل ہوں۔ تمہیں تمہارا کمیشن مل جائے گا"....... ٹائیگر نے جواب دیا۔

"یہی ایک عادت تم میں اچھی نہیں ہے ٹائیگر"....... دوسری طرف

سے کہا گیا اور ٹائیگر بے اختیار ہنس پڑا۔

"کوئی بات نہیں ایک آدھ غلط عادت کو بھی برداشت کرنا ہی پڑتا ہے"....... ٹائیگر نے ہنستے ہوئے کہا تو دوسری طرف سے حاذق کے بھی ہنسنے کی آواز سنائی دی۔

"ٹھیک ہے مجبوری ہے۔ کرنا پڑے گا۔ لیکن پھر یہ کام فوری طور پر کرنا پڑے گا کیونکہ وہ پارٹی بے حد جلدی میں ہے"....... حاذق نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"جب تم کہو"....... ٹائیگر نے کہا۔

"جب کا کیا سوال۔ ابھی آجاؤ۔ میرا گرین فال والا اڈہ تو تم نے دیکھا ہوا ہے وہاں آجاؤ۔ پارٹی وہیں موجود ہے۔ اچھا ہے سارے معاملات ابھی طے ہو جائیں"....... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اوکے میں آرہا ہوں"....... ٹائیگر نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"مجھے اجازت رالف ایک بڑا کام مل رہا ہے"....... ٹائیگر نے رسیور رکھ کر کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"اوکے"....... رالف نے کہا اور ٹائیگر تیز تیز قدم اٹھاتا بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد اس کی کار ہوٹل شیرٹن سے نکل کر گرین فال کالونی کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ حاذق یہاں کا ایک مشہور بدمعاش تھا۔ بظاہر اس نے الیکٹرونکس درآمد کرنے والی کارپوریشن بنائی ہوئی تھی لیکن درپردہ اس کا دھندہ شراب کی سمگلنگ اور بڑے بڑے خفیہ جواخانے چلانا تھا۔ چونکہ غیر ملکی مجرم گروہوں

سے بھی اس کے قریبی رابطے تھے اس لئے ٹائیگر نے اسے دوست بنایا ہوا تھا اور اس نے کئی بار حاذق کے غیر ملکی دوستوں کو چھوٹے موٹے کام بھی معاوضہ لے کر دیئے تھے ۔ کیونکہ ٹائیگر صرف اس کام کی عمران کو اطلاع دیتا تھا جس میں ملکی سلامتی کو کوئی خطرہ درپیش ہوتا ورنہ عام بدمعاشوں کے کام وہ بدمعاشوں کے سے ہی انداز میں کرتا تھا اور چونکہ کام کرنے کے بارے میں وہ بے حد تیز ثابت ہوتا تھا ۔ اس لئے پورے دارالحکومت کے مجرموں کے اونچے طبقے میں اس کی بڑی ساکھ بنی ہوئی تھی ۔ تقریباً ایک گھنٹے کی مسلسل ڈرائیونگ کے بعد ٹائیگر نے ایک بڑی اور شاندار کوٹھی کے گیٹ پر جا کر کار روکی اور پھر مخصوص انداز میں تین بار ہارن بجایا تو کوٹھی کا چھوٹا پھاٹک کھلا اور ایک نوجوان باہر آیا۔

" اوہ صاحب آپ ہیں پھاٹک کھولتا ہوں "...... نوجوان نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ٹائیگر کو دیکھ کر کہا اور تیزی سے واپس مڑ گیا یہ نوجوان حاذق کا خاص آدمی تھا اس لئے وہ ٹائیگر کو اچھی طرح پہچانتا تھا ۔ چند لمحوں بعد پھاٹک کھل گیا اور ٹائیگر نے کار آگے بڑھا دی ۔ پورچ میں نیلے رنگ کی جدید ماڈل کی کار موجود تھی ۔ ٹائیگر نے کار پورچ میں روکی اور پھر نیچے اتر آیا ۔ اسی لمحے وہ نوجوان جو پھاٹک پر نظر آیا تھا تیز تیز قدم اٹھاتا پورچ میں پہنچ گیا۔

" آیئے جناب باس نیچے تہہ خانے میں ہیں "...... نوجوان نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

" اور کون ہے ساتھ اس کے "...... ٹائیگر نے پوچھا۔

" دو غیر ملکی مہمان ہیں جناب "...... نوجوان نے جواب دیا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا ۔ چند لمحوں بعد ٹائیگر سیڑھیاں اتر کر تہہ خانے کے دروازے پر پہنچ گیا۔

" تشریف لے جائیے جناب باس اندر ہیں "...... نوجوان نے وہاں پہنچ کر ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا تو ٹائیگر نے دروازے پر دباؤ ڈالا دروازہ کھلتا چلا گیا ۔ ٹائیگر اندر داخل ہوا ۔ یہ ایک خاصا وسیع تہہ خانہ تھا ۔ لیکن اندر داخل ہوتے ہی ٹائیگر بے اختیار چونک پڑا کیونکہ تہہ خانہ خالی تھا ۔ وہاں نہ حاذق تھا اور نہ غیر ملکی ۔ ابھی ٹائیگر ادھر ادھر دیکھ ہی رہا تھا کہ اچانک ٹائیگر کو اپنے عقب میں کسی کی موجودگی کا احساس ہوا ۔ ٹائیگر تیزی سے مڑنے ہی لگا تھا کہ یکلخت اچھل کر منہ کے بل آگے آ گرا ۔ اس کے سر پر اچانک ایک زوردار ضرب لگی تھی ۔ نیچے گرتے ہی اس نے بجلی کی سی تیزی سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن اسی لمحے اس کے سر پر دوسرا دھماکہ ہوا اور اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن پر اندھیرے مسلط ہوتے چلے گئے ۔ پھر جیسے اندھیروں میں روشنی کی کرنیں چمکتی ہیں اس طرح روشنی کی کرنیں اس کے ذہن میں نمودار ہوئیں اور آہستہ آہستہ پھیلتی چلی گئیں اور ٹائیگر کی آنکھیں کھل گئیں ۔ پوری طرح ہوش میں آتے ہی سب سے پہلے تو اسے اپنے سر میں درد کی تیز لہریں سی دوڑتی محسوس ہوئیں ۔ اسے ایک لمحے کے لئے تو یوں محسوس ہوا تھا جیسے اس کا سر کئی ٹکڑوں میں تبدیل ہو گیا ہو

لیکن جب اس نے اپنے آپ کو ایک کرسی پر رسیوں سے بندھا ہوا بیٹھا
محسوس کیا تو شدید ترین حیرت کی وجہ سے اسے سر کا درد بھی بھول گیا۔
اس نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا وہ اسی تہہ خانے میں موجود تھا۔ جس
میں داخل ہونے کے بعد اس پر حملہ کیا گیا تھا۔ لیکن اب وہ تہہ خانے
کے درمیان لکڑی کی ایک کرسی پر رسیوں سے بندھا بیٹھا ہوا تھا۔
لیکن تہہ خانے میں اور کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ ٹائیگر نے اپنے بازوؤں
کو حرکت دینی شروع کر دی۔ تاکہ رسیوں کو چیک کر کے فوری طور پر
ان سے نجات حاصل کر سکے لیکن رسیاں کچھ اس ماہرانہ انداز میں
باندھی گئی تھی۔ کہ ٹائیگر باوجود شدید کوشش کے اپنے بازوؤں اور
ہاتھوں کو معمولی سی حرکت بھی نہ دے سکا۔ ابھی وہ اپنی کوشش میں
لگا ہوا تھا کہ اسے دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی اور اس نے چونک کر
دروازے کی طرف دیکھا۔ دوسرے لمحے اس کے ہونٹ بھینچ گئے۔
کیونکہ دروازے سے ایک لمبے قد اور چھریرے جسم کا آدمی اندر داخل ہو
رہا تھا۔ اس کے چہرے پر بڑی سفاکانہ سی مسکراہٹ تھی۔ یہ حاذق تھا
جس کی کال پر ٹائیگر یہاں آیا تھا۔ اس کے پیچھے دو آدمی تھے جن میں
سے ایک تو وہ ملازم تھا جو ٹائیگر کو گیٹ سے یہاں تہہ خانے تک لے
آیا تھا اور دوسرا ایک پہلوان نما آدمی تھا۔ جو سر سے گنجا تھا۔ اس کی
پتلون کی بیلٹ کے ساتھ ایک خار دار کوڑا لٹکا ہوا تھا وہ اپنے حلیے اور
لباس سے کوئی عام سا بدمعاش لگ رہا تھا۔
"نصیر وہ کرسی اٹھا کر یہاں سامنے رکھو تاکہ ٹائیگر سے مذاکرات

کئے جا سکیں"...... حاذق نے ملازم سے مخاطب ہو کر کہا اور ملازم سر
ہلاتا ہوا تیزی سے ایک کونے میں موجود کرسی کی طرف بڑھ گیا۔
"تمہیں اپنے آپ کو اس انداز میں دیکھ کر یقیناً حیرت ہو رہی ہو گی
ٹائیگر"...... حاذق نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر طنزیہ سے لہجے میں کہا
"ظاہر ہے حیرت تو ہونی ہی ہے"...... ٹائیگر نے اطمینان بھرے
لہجے میں کہا۔ اسی لمحے ملازم نے کرسی لا کر سامنے رکھ دی اور حاذق اس
کرسی پر بیٹھ گیا جب کہ ملازم اور وہ پہلوان نما آدمی ایک طرف
خاموش کھڑے ہو گئے۔
"دیکھو ٹائیگر مجھے معلوم ہے کہ تم بہت بڑے بدمعاش ہو۔ تم پر
ہاتھ ڈالنا خاصا جان جوکھوں کا کام ہے لیکن میں نے مجبوراً یہ قدم اٹھایا
ہے۔ اگر تم میرے ساتھ تعاون کرو تو میرا وعدہ کہ میں نہ صرف تمہیں
آزاد کر دوں گا بلکہ تم یہاں سے صحیح سلامت بھی واپس جاؤ گے"۔
حاذق نے کرسی پر بیٹھتے ہی ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔
"کس قسم کا تعاون"...... ٹائیگر نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔
"میں تمہیں تفصیل بتا دیتا ہوں۔ تم نے علی عمران کے ساتھ مل
کر عالم خان ریٹائرڈ پولیس آفیسر کو اغوا کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ تم
نے اس عمران کے ساتھ مل کر ہوٹل دلکشا جا کر سردار ارباب کو ہلاک
کیا۔ یہ دونوں آدمی ایک بہت بڑی پارٹی سے متعلق ہیں۔ اس پارٹی
نے ان دونوں واقعات کا انتہائی سخت نوٹس لیا ہے۔ اس کے ساتھ
ساتھ یہ رپورٹ بھی ملی ہے کہ چار افراد پر مشتمل ایک نئے گروپ فور

ستارز نے اس پارٹی کے لئے کام کرنے والے لوگوں کو بھی غائب کرا دیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ دو ایکریمین سیاہ فام افراد نے عالم خان سے متعلق افراد کو اغوا کر کے غائب کرا دیا ہے۔ میرے ذمے اس پارٹی نے یہ کام لگایا ہے کہ میں تمہیں۔ عمران اس فور سٹارز نامی گروپ اور ان دونوں ایکریمین سیاہ فاموں کو ٹریس کر کے ختم کر دوں میں نے جو انکوائری کی ہے اس کے مطابق عمران تمہارا ساتھی ہے اور وہ دونوں سیاہ فام اس عمران کے ساتھی ہیں اور اگر واقعات کی کڑیاں جوڑی جائیں تو وہ چار افراد جنہوں نے فور سٹارز گروپ بنایا ہے وہ بھی عمران اور تمہارے ساتھی ہیں۔ جہاں تک عمران کا تعلق ہے۔ اس کے بارے میں تو مجھے معلوم ہے کہ وہ کنگ روڈ کے ایک فلیٹ پر رہتا ہے۔ میرے آدمی اس فلیٹ کی نگرانی کر رہے ہیں اور جیسے ہی عمران وہاں آئے گا وہ اس کو ہلاک کر دیں گے۔ میں نے تمہیں اس لئے یہاں بلا کر باندھا ہے کہ تم مجھے ان دونوں سیاہ فاموں اور اس فور سٹارز گروپ سے متعلق افراد کے بارے میں میں تفصیلات مہیا کر دو"۔ حاذق نے بڑے سنجیدہ لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"جب بقول تمہارے دو سیاہ فام اور فور سٹارز عمران کے ساتھی ہیں تو تم عمران کو ہلاک کرنے کی بجائے اسے اغوا کر کے اس سے پوچھ گچھ کیوں نہیں کر لیتے"...... ٹائیگر نے کہا۔

"میں نے جہاں تک عمران کے بارے میں معلوم کیا ہے۔ یہی بتایا گیا ہے کہ وہ انتہائی خطرناک آدمی ہے۔ اس لئے میں کوئی رسک

نہیں لینا چاہتا۔ اس لئے میں نے تمہارا انتخاب کیا ہے۔ اگر تم ان سب کے متعلق تفصیلات درست طور پر بتا دو تو میں ان سب کو ہلاک کرنے کے بعد تمہیں رہا کر دوں گا اور اس کے ساتھ ساتھ جو معاوضہ تم چاہو وہ بھی ادا کر دوں گا۔ لیکن اگر تم نے نہ بتایا تو پھر یہ خاردار کوڑا بردار تمہارے سامنے موجود ہے۔ اس کے کوڑے کی ضربات تمہاری روح سے بھی سب کچھ اگلوا لیں گی۔ اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے"...... حاذق نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"جہاں تک ان دو سیاہ فاموں کا تعلق ہے ان کے متعلق تو میں جانتا ہوں کہ وہ کہاں مل سکتے ہیں۔ باقی فور سٹارز کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم"...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"چلو ان دو کے بارے میں بتا دو فور سٹارز کے متعلق میں خود معلومات کر لوں گا"...... حاذق نے چونک کر کہا۔

"دیکھو حاذق تم میرے متعلق اچھی طرح جانتے ہو کہ مجھ پر رعب ڈال کر اور مجھے دھمکا کر تم کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ ہاں اگر تم دوستانہ طور پر مجھ سے معاوضہ طے کر لو تو میں تمہیں معلومات مہیا کر سکتا ہوں۔ کیونکہ علی عمران سے میری کوئی دوستی نہیں ہے۔ وہ میری پارٹی ہے۔ وہ میری خدمات معاوضے پر حاصل کرتا ہے۔ اس لئے اس کے مرنے یا زندہ رہنے سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ تم جو چاہو اس کے ساتھ سلوک کرو۔ بلکہ اگر تم چاہو اور مجھے معقول معاوضہ دو تو میں اس عمران کے خاتمے میں بھی تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔ لیکن اگر

تمہارے ذہن میں یہ بات ہے کہ تم کوڑے مار کر مجھ سے میری مرضی
کے بغیر کچھ معلوم کر سکو گے تو پھر جس طرح چاہے طبع آزمائی کر کے
دیکھ لو ۔ تمہیں بہرحال مایوسی ہوگی "...... ٹائیگر نے انتہائی سنجیدہ
لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

" کیا تم واقعی اس بارے میں میری مدد کرو گے ۔ کیا تم حلف لیتے
ہو"...... حاذق نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" اگر تم اعتماد کر سکتے ہو تو کر لو ۔ میں نے کبھی کسی کام کے لئے
حلف نہیں اٹھایا"...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" اوکے میں تم پر اعتماد کرتا ہوں"...... حاذق نے چند لمحے
خاموش رہنے کے بعد ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور اس کے
ساتھ ہی اس نے نصیر سے مخاطب ہو کر اسے کہا کہ وہ ٹائیگر کی رسیاں
کھول دے ۔

" اور تم جا سکتے ہو"...... حاذق نے اس پہلوان نما آدمی سے
مخاطب ہو کر کہا اور پہلوان نما آدمی خاموشی سے مڑا اور تیز تیز قدم اٹھاتا
تہہ خانے سے باہر نکل گیا۔ نصیر نے ٹائیگر کے جسم کے گرد بندھی
ہوئی رسیاں کھول دیں۔

" مجھے یقین ہے کہ تم اپنے باندھے جانے کا برا نہیں مناؤ گے یہ
میری مجبوری تھی ۔ میں نے یہی سمجھا تھا کہ تم عمران کے خلاف میرے
ساتھ تعاون نہیں کرو گے"...... حاذق نے کہا۔

"معاوضے پر کام کرنے والے لوگ صرف معاوضے سے ہی دلچسپی

رکھتے ہیں حاذق"...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو حاذق
نے بھی مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

" آؤ میرے ساتھ ہم اوپر بیٹھ کر اچھے ماحول میں بات کریں
گے"...... حاذق نے کہا اور واپس دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ چند
لمحوں بعد وہ دونوں سٹنگ روم میں موجود تھے۔

" تم کیا پینا پسند کرو گے"...... حاذق نے کہا۔

" کچھ نہیں کام کے وقت میں پینا پلانا پسند نہیں کیا کرتا"۔ ٹائیگر
نے جواب دیتے ہوئے کہا اور حاذق نے نصیر کو واپس جانے کا کہہ دیا۔

"ہاں اب بولو کہ تم اس کام کا کیا معاوضہ لو گے ۔ تاکہ کام کو آگے
بڑھایا جا سکے"...... حاذق نے کہا۔

" تم سب سے پہلے اپنے آدمیوں کو واپس بلاؤ جو عمران کے فلیٹ
کی نگرانی کر رہے ہیں کیونکہ اگر انہوں نے عمران پر حملہ کرنے کی
حماقت کر دی تو عمران کو تو کچھ نہیں ہوگا ۔ بلکہ وہ ان آدمیوں کی مدد
سے تمہاری گردن ضرور پکڑ لے گا اور وہ ایسا آدمی ہے کہ ایک بار جو
اس کے پنجے میں پھنس جائے پھر اس کی رہائی ناممکن ہو جاتی
ہے"...... ٹائیگر نے حاذق سے مخاطب ہو کر کہا۔

" لیکن میں نے پارٹی سے کام لیا ہے کہ میں اس کا خاتمہ کر دوں
گا"...... حاذق نے کہا۔

"پہلے اس سے فور سٹارز کے گروپ کے بارے میں معلومات تو
حاصل کر لو ۔ میں تمہیں ایک ایسا طریقہ بتا سکتا ہوں کہ تم اسے

بالکل اسی طرح باندھ سکتے ہو۔ جس طرح تم نے مجھے باندھ دیا تھا۔
ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ اگر ایسا کوئی طریقہ ہے تو ضرور بتاؤ"...... حاذق نے چونکتے ہوئے کہا۔

"جس طرح میں تمہاری کال پر یہاں آگیا تھا۔ اسی طرح عمران میری کال پر یہاں آجائے گا۔ اس کے بعد ہم دونوں مل کر اسے بے بس کر لیں گے۔ بلکہ اگر تم معقول معاوضہ دو تو اس سے پوچھ گچھ کا فریضہ بھی میں ادا کر دوں گا۔ معلومات ملنے کے بعد تمہارے لئے اس سارے مسئلے سے نمٹنا کوئی مشکل نہ رہے گا"...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے مجھے منظور ہے۔ معاوضہ بتاؤ"...... حاذق نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"صرف دس لاکھ روپے"...... ٹائیگر نے کہا۔

"مجھے منظور ہے۔ میں پانچ لاکھ تمہیں ابھی دے دیتا ہوں۔ پانچ لاکھ اس وقت جب عمران سے معلومات مل جائیں گی"...... حاذق نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوکے"...... ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"میں رقم لے آتا ہوں"...... حاذق نے کہا اور اٹھ کر تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکل گیا۔ ٹائیگر اطمینان سے بیٹھا رہا۔ تھوڑی دیر بعد حاذق کی واپسی ہوئی تو اس کے ہاتھ میں ایک بریف کیس تھا۔ اس نے بریف کیس کھول کر درمیانی میز پر رکھ دیا۔

"گن لو۔ پورے پانچ لاکھ ہیں اور ہاں میں نے ٹرانسمیٹر پر اپنے آدمیوں کو بھی فلیٹ کی نگرانی سے واپس بلا لیا ہے"...... حاذق نے کہا۔

"ٹھیک ہے گننے کی ضرورت نہیں ہے"...... ٹائیگر نے کہا اور بریف کیس بند کر کے اس نے اپنی طرف نیچے زمین پر رکھ دیا اور پھر سامنے رکھے ہوئے فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"رانا ہاؤس"...... رابطہ قائم ہوتے ہی جوزف کی آواز سنائی دی۔

"ٹائیگر بول رہا ہوں عمران صاحب ہیں"...... ٹائیگر نے کہا۔

"ہاں"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ان سے بات کراؤ"...... ٹائیگر نے کہا۔

"ہولڈ آن کرو"...... جوزف نے کہا اور پھر چند لمحوں بعد رسیور پر عمران کی آواز سنائی دی۔

"یس عمران بول رہا ہوں"...... عمران کا لہجہ سپاٹ تھا۔

"ٹائیگر بول رہا ہوں عمران صاحب گرین فال کالونی کی کوٹھی نمبر چ سو چھ اے بلاک سے۔ بڑے خان کے اصل دشمنوں کے بارے میں آپ نے میرے ذمے مزید تفصیلات حاصل کرنے کا کام لگایا تھا۔ اس سلسلے میں یہاں ایک آدمی موجود ہے۔ جو مکمل تفصیلات مہیا کر سکتا ہے۔ اگر آپ فوری طور پر آجائیں تو بہتر رہے گا"...... ٹائیگر نے کہا۔

"میں آ رہا ہوں"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور ٹائیگر نے
رسیور رکھ دیا۔
"دیکھا تم نے ۔ تم ساری عمر کوشش کرتے رہتے تو عمران ا
ٹریپ نہ کر سکتے تھے لیکن میں نے کس طرح اسے یہاں بلوا ا
ہے"...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"لیکن تم نے بڑے خان کا نام لیا ہے ۔ یہ کون ہے"...... حاذ
نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو ٹائیگر بے اختیار ہنس پڑا۔
"تمہارا خیال ہے کہ تمہاری پارٹی کے بارے میں مجھے کچھ معلو
نہیں ہے اور میں صرف تمہاری کال ملنے پر منہ اٹھائے یہاں آ گیا ہو
ایسی کوئی بات نہیں حاذق ۔ مجھے معلوم ہے کہ راکوش کا بڑا خان جس
کا نام سردار خان ہے ۔ یہ سارے دھندے اسی کے ہیں اور تم بھی ا
کے کہنے پر یہ ساری کارروائی کر رہے ہو ۔ میں نے تمہارے سا
تعاون کرنے کا فیصلہ صرف اس لئے کیا ہے کہ مجھے معلوم ہو گیا ہے
بڑا خان بہت بڑی پارٹی ہے اور ایسے لوگ معاوضہ دینے کے سلسلے م
بادشاہ ہوتے ۔ ہیں اس لئے تمہارے ذریعے میرا بھی اس سے لنک
جائے گا"...... ٹائیگر نے ہنستے ہوئے کہا تو حاذق بھی بے اختیار ہن
پڑا۔
"تم تو میری توقع سے بھی زیادہ ہوشیار آدمی ہو"...... حاذق ن
قدرے شرمندہ سے لہجے میں کہا۔
"ایسے دھندوں میں ہوشیاری کے بغیر گزارہ نہیں ہوتا" ۔ ٹائیگر

نے جواب دیا۔
"اب عمران کے آنے پر تم کیا کرو گے کس طرح اسے قابو میں کرو
گے ۔ کوئی طریقہ سوچا ہے تم نے"...... حاذق نے کہا۔
"سنو عمران انتہائی تیز ہوشیار اور شاطر آدمی ہے ۔ اگر ہم نے ذرا
سی خلاف معمولی کوئی حرکت کی تو الٹا ہم دونوں اس کے ہاتھ پھنس
جائیں گے ۔ اس لئے بالکل معمول کے مطابق کارروائی کرنی ہو گی ۔
میں اس کا تعارف تم سے کراؤں گا ۔ پھر جیسے ہی موقع دیکھوں گا ۔
اچانک اس کی کنپٹی پر ضرب لگا دوں گا اور وہ مطمئن ہونے کی وجہ سے
مار کھا جائے گا ۔ اس کے بے ہوش ہو جانے پر ہم اسے باندھ لیں گے
اس کے بعد اس سے پوچھ گچھ میرے ذمے رہی ۔ بہرحال تمہارا مقصد
پورا ہو جائے گا"...... ٹائیگر نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔
"ٹھیک ہے جیسے تم مناسب سمجھو میں نے بہرحال تم پر اعتماد کر
لیا ہے"...... حاذق نے جواب دیا۔
"تم قطعی بے فکر رہو سب کچھ اوکے ہو جائے گا"...... ٹائیگر نے
جواب دیا اور حاذق نے اثبات میں سر ہلا دیا ۔ پھر تقریباً دس منٹ بعد
باہر کال گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی ۔
"آؤ میرے ساتھ ہمیں خود باہر جا کر اس کا استقبال کرنا ہو گا" ۔
ٹائیگر نے کہا تو حاذق کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا ۔ وہ دونوں جب کمرے
سے نکل کر بیرونی برآمدے میں پہنچے تو ملازم نصیر پھاٹک کی طرف جاتا
دکھائی دیا ۔

"اگر آنے والا عمران ہو تو پھاٹک کھول دینا"...... ٹائیگر نے ملازم سے مخاطب ہو کر زور سے کہا تو ملازم نے مڑ کر دیکھا اور پھر حاذق کے اثبات میں سر ہلانے پر وہ ایک بار پھر مڑا اور تیزی سے پھاٹک کی طرف بڑھ گیا۔ پہلے اس نے چھوٹا پھاٹک کھولا اور باہر نکل گیا۔ چند لمحوں بعد وہ واپس آیا۔ اس نے چھوٹا پھاٹک بند کر کے بڑا پھاٹک کھول دیا تو ٹائیگر نے عمران کی کار اندر آتے دیکھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر عمران تھا ٹائیگر حاذق سمیت برآمدے سے اتر کر پورچ میں آگیا۔ عمران نے کار روکی اور پھر نیچے اتر آیا۔

"عمران صاحب یہ حاذق کارپوریشن کے چیف حاذق صاحب ہیں اور حاذق صاحب یہ عمران ہیں"...... ٹائیگر نے ان دونوں کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"خالی حاذق۔ یا حکیم حاذق"...... عمران نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"میں حکیم نہیں ہوں جناب"...... حاذق نے مصافحہ کرتے ہوئے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

"چلیے حاذق تو ہیں۔ یہی کافی ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور پھر وہ تینوں اس سٹنگ روم کی طرف بڑھنے لگے۔ حاذق بار بار ٹائیگر کی طرف اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے کہہ رہا ہو کہ کب وہ عمران کو بے بس کرے گا۔

"اچھا تو یہی حکیم حاذق صاحب ہیں جو بڑے حکیم خان کے سارے

نسخے جانتے ہیں"...... عمران نے سٹنگ روم میں داخل ہوتے ہوئے حاذق کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں یہ ان کے خاص آدمی ہیں"...... ٹائیگر نے جواب دیا اور دوسرے لمحے اس کا بازو بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور حاذق چیختا ہوا اچھل کر پہلو کے بل نیچے گرا۔ عمران اچھل کر ایک طرف ہو گیا۔

"ارے کیا ہوا"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا لیکن اسی لمحے ٹائیگر کی لات حرکت میں آئی اور فرش سے اٹھتا ہوا حاذق کنپٹی پر بھرپور ضرب کھا کر ایک بار پھر نیچے گرا اور ساکت ہو گیا۔ عمران کے چہرے پر حیرت کے تاثرات نمایاں تھے۔ کیونکہ ٹائیگر کی یہ کارروائی اس کی سمجھ میں نہ آئی تھی۔

"میں اس کے ملازموں کو بے ہوش کر دوں پھر تفصیل بتاتا ہوں"۔ ٹائیگر نے کہا اور تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ ملازم نصیر اسے سٹنگ روم کی طرف آتا دکھائی دیا۔

"کیا ہوا صاحب یہ چیخ کیسی تھی"...... نصیر نے ٹائیگر کو دیکھ کر حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"کون سی چیخ"...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کا ہاتھ ایک بار پھر گھوما اور نصیر چیختا ہوا اچھل کر نیچے گرا ہی تھا کہ ٹائیگر نے اس کی کنپٹی پر لات جڑ دی اور وہ ساکت ہو گیا۔ ٹائیگر تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ کوٹھی میں ملازموں کی تعداد زیادہ نہ تھی نصیر کے علاوہ صرف دو اور ملازم ٹائیگر کو ملے جنہیں اس نے بے ہوش

کر دیا۔ وہ پہلوان نما گنجا البتہ کہیں نظر نہ آیا تھا۔ اسے شاید خصوصی
طور پر بلوایا گیا تھا اور پھر واپس بھجوا دیا گیا تھا۔ ٹائیگر تہہ خانے میں گیا
اس نے وہاں سے رسی اٹھائی اور اسے دو حصوں میں تقسیم کر کے اس
نے ایک حصے سے ان تینوں ملازموں کو اکٹھا کر کے باندھ دیا اور اس
کا دوسرا ٹکڑا لے کر وہ واپس سٹنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ جہاں
عمران ایک کرسی پر اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا۔ جب کہ حاذق ویسے ہی
فرش پر بے ہوش پڑا نظر آ رہا تھا۔ ٹائیگر نے حاذق کو اٹھایا اور ایک
کرسی پر بٹھا کر اسے رسی کی مدد سے اچھی طرح باندھ دیا۔

"میرا خیال ہے۔ اب تمہیں کسی سٹیج ڈرامے کی کاسٹ میں شامل
کرا دیا جائے"...... عمران نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا تو ٹائیگر بے
اختیار ہنس پڑا۔

"میں اسے باندھ لوں پھر تفصیل بتاتا ہوں"...... ٹائیگر نے کہا
اور پھر جب اس نے حاذق کو اچھی طرح باندھ دیا تو وہ عمران کے
سامنے والی کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔

"حاذق غیر ملکی مجرموں کے لئے کام کرتا رہتا ہے۔ اس لئے میں
نے اس سے خاصی دوستی پیدا کر رکھی ہے۔ لیکن آج تک یہ کسی ایسے
کام میں ملوث ثابت نہیں ہو سکا تھا جس میں آپ کے لئے کوئی دلچسپی کا
سامان ہو۔ اس لئے میں بھی خاموش رہا۔ آج میں ہوٹل شیرٹن کے
منیجر کے پاس موجود تھا کہ حاذق کا فون آیا اور اس نے مجھے بلا کر ایک
کام دینے کے لئے کہا اور کہا کہ یہ کام ملکی سلامتی کے خلاف ہے۔ چنانچہ

میں یہاں آ گیا۔ اس کا ملازم مجھے تہہ خانے میں لے گیا اور میرے سر پر
عقب سے ضربات لگا کر مجھے بے ہوش کر دیا گیا۔ ہوش میں آنے کے
بعد میں نے اپنے آپ کو رسی کی مدد سے بندھا ہوا پایا۔ رسیاں اس
طرح باندھی گئی تھیں کہ میں معمولی سی حرکت کرنے کے قابل بھی نہ
تھا۔ اسی لمحے حاذق تہہ خانے میں آیا۔ اس کے ساتھ اس کا ایک
ملازم اور ایک پہلوان نما کوڑا بردار آدمی تھا۔ حاذق نے مجھے کہا کہ میں
نے آپ کے ساتھ مل کر عالم خان کو اغوا کیا ہے اور سردار ارباب کو
ہلاک کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ فور سٹارز گروپ کے چار افراد اور
دو ایکریمین سیاہ فاموں نے پورے شہر میں عالم خان کے آدمیوں اور
دوسرے بدمعاشوں کو غائب کرا دیا ہے اور ایک بڑی پارٹی نے اسے
یہ کام دیا ہے کہ وہ مجھے، آپ کو، ان دونوں ایکریمین سیاہ فاموں اور
فور سٹارز کے افراد کو ٹریس کر کے ہلاک کر دے۔ چنانچہ بقول اس کے
اس نے آپ کے فلیٹ کے گرد آدمی تعینات کر دیئے تاکہ جیسے ہی آپ
فلیٹ پر پہنچیں وہ آپ پر حملہ کر سکیں اور مجھے اس لئے باندھ رکھا ہے
کہ یہ مجھ سے ان ایکریمین سیاہ فاموں کے بارے میں معلومات حاصل
کرنا چاہتا تھا جو اس کی انکوائری کے مطابق آپ کے ساتھی بتائے گئے
ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی چاہتا تھا کہ میں اسے فور سٹارز کے
بارے میں بھی معلومات مہیا کر دوں کیونکہ اس کے خیال کے مطابق
فور سٹارز کا تعلق بھی آپ سے تھا۔ میں اس کی باتوں سے یہ تو سمجھ گیا
تھا کہ اس کا مطلب بڑی پارٹی سے بڑا خان ہی ہو سکتا ہے۔ جس کے

خلاف آپ نے کام کیا ہے ۔ لیکن اب میرے سامنے دو صورتیں تھیں کہ میں خواہ مخواہ تشدد برداشت کروں یا پھر اسے چکر دے کر صورت حال کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھال لوں ۔ میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں ۔ ذہنی طور پر یہ ایک عام سا آدمی ہے ۔ اس کا کام صرف معاوضہ لے کر دوسروں سے کام کرانے کی حد تک محدود تھا ۔ اس لئے میں نے اسے کہا کہ اگر وہ معاوضہ دے تو میں اس سارے معاملے میں اس کی امداد کر سکتا ہوں میں آپ کو یہاں بلوا کر آپ کو بے ہوش کر کے باندھ سکتا ہوں اور پھر آپ پر تشدد کر کے آپ سے ساری معلومات حاصل کر سکتا ہوں ۔ یہ میری اس بات میں آگیا ۔ ویسے اگر میں چاہتا تو آپ کی عدم موجودگی میں ہی اس سے بڑے خان کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتا تھا لیکن میں سوچا کہ آپ خود زیادہ بہتر انداز میں یہ معلومات حاصل کر سکتے ہیں اس لئے میں نے آپ کو کال کیا"...... ٹائیگر نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا ۔

" اس کا مطلب ہے کہ ہماری اس ساری کارروائی کی پوری رپورٹ سردار خان تک پہنچ چکی ہے"...... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا ۔

" یس باس یہ تو اس کی حماقت ہے کہ اس نے یہ کام حاذق کے ذمے لگا دیا ہے جو کسی صورت بھی اس کا اہل نہ تھا ۔ ورنہ اگر وہ کسی اور کے ذمے یہ کام لگاتا تو خاصی مشکل پیش آتی"...... ٹائیگر نے جواب دیا ۔

" مشکل یہی پیش آتی کہ ہم یہیں الجھ جاتے ۔ جبکہ اب میں چاہتا ہوں کہ اس سردار خان کی فیکٹری پر ہاتھ ڈالا جائے" ۔ عمران نے کہا ۔

" باس اس سردار خان کا پتہ تو چل گیا ہے اب کیوں نہ اس پر براہ راست ہاتھ ڈال دیا جائے"...... ٹائیگر نے کہا ۔

" نہیں تمہیں ان پہاڑی علاقوں میں بنائی جانے والی خفیہ فیکٹریوں کے بارے میں پوری طرح علم نہیں ہے ۔ انہیں ٹریس کرنا اور ان تک پہنچنا بہت مشکل کام ہے اور اب تو سردار خان کا بھی ہاتھ آنا مشکل ہو جائے گا ۔ کیونکہ وہ یقیناً روپوش ہو گیا ہو گا ۔ میں چاہتا ہوں کہ پہلے اس فیکٹری کو ختم کیا جائے ۔ وہاں موجود بچوں اور بڑوں کو رہا کرایا جائے اس کے بعد اس سردار خان پر ہاتھ ڈالا جائے" ۔ عمران نے کہا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا ۔

" یہ حاذق سردار خان کی اس فیکٹری کے بارے میں کس حد تک جانتا ہو گا"...... عمران نے چند لمحوں تک سوچنے کے بعد پوچھا ۔

" میرا خیال ہے کہ اس بارے میں تو اسے کچھ معلوم نہ ہو گا ۔ اس کا تعلق تو براہ راست سردار خان کے ساتھ ہی ہو گا"...... ٹائیگر نے جواب دیا ۔

" اسے ہوش میں لے آؤ ۔ ہو سکتا ہے یہ کسی ایسے آدمی کو جانتا ہو جو اس فیکٹری کے محل وقوع سے واقف ہو"...... عمران نے کہا تو ٹائیگر کرسی سے اٹھا اور سامنے کرسی پر بندھے بیٹھے بے ہوش حاذق کی طرف بڑھ گیا اس نے دونوں ہاتھوں سے اس کا ناک اور منہ بند کر دیا ۔

چند لمحوں بعد جب حاذق کے جسم میں حرکت کے تاثرات نمودار ہونے لگے تو وہ پیچھے ہٹ گیا اور پھر تھوڑی دیر بعد حاذق نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں ۔ پہلے چند لمحے تو اس کی آنکھوں میں دھند چھائی رہی لیکن پھر ان میں شعور کی چمک ابھر آئی ۔

"یہ ۔ یہ ۔ تم نے ۔ کیا کیا ہے ۔ میں نے تم پر اعتماد کیا تھا" ۔ حاذق نے نفرت بھرے لہجے میں ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا ۔ اس کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے ۔

"اس لئے تو ابھی تک زندہ ہو ۔ ورنہ اب تک قبر میں اتر چکے ہوتے" ۔ ٹائیگر نے سرد لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا ۔

"سنو حاذق ٹائیگر نے واقعی تمہارے ساتھ مہربانی کی ہے ۔ ورنہ یہ تمہیں ایسی بھیانک موت مارتا کہ جس کا تصور بھی تمہاری روح کو صدیوں تک لرزاتا رہتا ۔ تم اسے پوری طرح نہیں جانتے جب کہ میں اسے جانتا ہوں" ...... اچانک عمران نے حاذق سے مخاطب ہو کر کہا تو ٹائیگر چونک کر عمران کی طرف دیکھنے لگا ۔ لیکن عمران کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری تھی ۔

"تم نے ٹائیگر کو باندھ کر اور کسی کوڑا بردار کو اس کے سامنے لا کر بھیانک غلطی کی ہے ۔ یہ آدمی رسیاں تو ایک طرف زنجیروں کو بھی خاطر میں نہیں لایا کرتا ۔ لیکن اس کے باوجود اس نے تمہارے ساتھ مہربانی کی ہے" ...... عمران نے پہلے کی طرح انتہائی سنجیدہ لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا ۔

"اس نے مجھ سے تعاون کی بات کی تھی اور میں نے اسے معاوضہ بھی دے دیا تھا لیکن" ...... حاذق نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا ۔

"انا کے معاملات میں معاوضے کوئی حیثیت نہیں رکھا کرتے حاذق" ...... اچانک ٹائیگر نے حاذق سے مخاطب ہو کر کہا اس کے لہجے میں بھی بے پناہ سنجیدگی تھی شاید وہ عمران کی بات سے عمران کا مقصد سمجھ گیا تھا اور عمران کی آنکھوں میں ٹائیگر کے لئے تحسین کے تاثرات صاف دکھائی دینے لگے ۔

"تو پھر تم کیا چاہتے ہو ۔ مجھے کیوں باندھ رکھا ہے تم نے" ۔ حاذق نے کچھ نہ سمجھنے والے لہجے میں کہا ۔

"حاذق میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ ان دو ایکریمین سیاہ فاموں اور فور سٹارز کے بارے میں تمہیں معلومات حاصل کرنے میں مدد دوں گا ۔ وہ میں اب بھی پورا کرنے کے لئے تیار ہوں ۔ لیکن تمہیں شاید ابھی تک یہ علم نہیں ہے کہ بڑا خان تم سے ڈبل گیم کھیل رہا ہے اس نے تمہیں ان سب کو ٹریس کر کے ہلاک کرنے کا کام دیا ہے تو ساتھ ہی اس نے ایک اور پارٹی سے بھی بات کر لی ہے تاکہ جب تم اپنا کام مکمل کر لو تو وہ تمہارا خاتمہ کر دے اور میں یہی نہیں چاہتا" ...... ٹائیگر نے کہا ۔

"نہیں بڑا خان ایسا نہیں کر سکتا ۔ وہ ایسے سارے کام میرے ذریعے مکمل کراتا ہے ۔ آج سے نہیں ۔ طویل عرصے سے ۔ میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں ۔ وہ مجھے ہلاک کرا ہی نہیں سکتا" ...... حاذق نے

بڑے حتمی لہجے میں کہا۔

"تم یہ بات اس قدر حتمی لہجے میں کیسے کہہ سکتے ہو"...... اس بار عمران نے کہا۔

"اس لئے کہ بڑے خان کا ساتھی میرا سگا بھائی ہے"...... حاذق نے جلدی سے کہا۔

"اوہ تو یہ بات ہے۔ لیکن وہ تمہارے بڑے بھائی کا بھی تو خاتمہ کر سکتا ہے۔ اسے کون روکے گا"...... عمران نے کہا۔

"وہ چاہے بھی تو ایسا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ بڑے خان کا سارا کاروبار اس کی مٹھی میں ہے پھر وہ سرکاری آدمی ہے۔ بڑے خان کا ملازم نہیں ہے۔ اس کا حصے دار ہے اور بڑے خان کا تو صرف نام ہے۔ اصل کام تو میرا بھائی کرتا ہے"...... حاذق نے جوش میں اونچی آواز میں بولتے ہوئے کہا۔

"سرکاری آدمی کیا مطلب"...... عمران نے چونک کر پوچھا۔

"وہ وہاں کا پولیس چیف ہے"...... حاذق نے کہا تو عمران نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

"کیا نام ہے اس کا"...... عمران نے پوچھا۔

"اعظم"...... حاذق نے جواب دیا۔

"اوکے۔ ٹائیگر اب اصل آدمی سامنے آگیا ہے۔ اس لئے اب مزید کسی پوچھ گچھ کی ضرورت نہیں ہے"...... عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا تو ٹائیگر نے جیب سے ریوالور نکال لیا اور پھر اس سے پہلے کہ

حاذق کچھ کہتا۔ ٹائیگر نے ریوالور کا ٹریگر دبا دیا اور حاذق کی کھوپڑی کئی حصوں میں تقسیم ہو کر فرش پر بکھر گئی۔

راکوش ایک طویل پہاڑی سلسلے کا نام بھی تھا اور اسی نام کا ایک شہر بھی آباد تھا۔ یہ شہر اس پہاڑی سلسلے کے آغاز میں آباد تھا اور چونکہ اس کے بعد طویل اور دشوار گزار پہاڑی سلسلہ تھا۔ جس کی سرحدیں پاکیشیا کے ایک ہمسایہ ملک کے پہاڑی سلسلے سے جا ملتی تھیں۔ اس لئے ایک لحاظ سے یہ ایک بڑا سرحدی شہر بھی سمجھا جاتا تھا۔ راکوش کا پہاڑی سلسلہ انتہائی گھنے جنگلات سے پر تھا۔ یہی وجہ تھی کہ یہاں لکڑی کا کاروبار اپنے پورے عروج پر تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ راکوش کی پہاڑیوں سے انتہائی قیمتی معدنیات بھی ملتی تھیں۔ اس لئے راکوش شہر میں لکڑی کے کاروبار کرنے والوں کے وسیع و عریض گوداموں کے ساتھ معدنیات کو صاف کرنے کا ایک بڑا سرکاری کارخانہ بھی موجود تھا۔ راکوش کی آبادی عام پہاڑی شہروں کی نسبت خاصی زیادہ تھی۔ یہاں ہسپتال۔ تعلیمی ادارے اور حکومت کے دفاتر بھی خاصی تعداد

میں تھے۔ یہاں رہائشی کالونیاں بھی تھیں اور بڑی بڑی مارکیٹیں بھی۔ جہاں دنیا بھر کا سامان انتہائی سستے داموں ملا کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ پورے پاکیشیا سے لوگ یہاں خریداری کے لئے آتے جاتے رہتے تھے یہاں ایک بڑا ایئرپورٹ بھی تھا۔ جہاں دارالحکومت سے باقاعدہ فلائٹیں آتی جاتی رہتی تھیں۔ اس وقت ایئرپورٹ پر خاصا رش نظر آ رہا تھا کیونکہ دارالحکومت سے ایک پرواز ابھی یہاں پہنچی تھی۔ عمران اور ٹائیگر کے ساتھ فورسٹارز بھی اس پرواز کے ذریعے ہی راکوش پہنچے تھے ایئرپورٹ سے باہر آ کر عمران ٹیکسی سٹینڈ کی طرف جانے کی بجائے دائیں ہاتھ پر بنی ہوئی ایک مارکیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

"عمران صاحب کیا کوئی چیز خریدنی ہے"..... نعمانی نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ہاں میں نے سنا ہے کہ یہاں راکوش میں انسانیت دکانوں پر ملتی ہے۔ سوچا چلو زیادہ نہیں تو دوچار گرام ہی خرید لوں"..... عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا تو نعمانی سمیت سب بے اختیار ہنس پڑے۔ مارکیٹ پہنچ کر عمران دکانوں کے سائن بورڈ پڑھتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا اور پھر ایک جنرل سٹور کے سامنے پہنچ کر وہ رک گیا۔ دکان پر راکوش جنرل سٹور کا بورڈ موجود تھا۔ دکان کچھ زیادہ بڑی نہ تھی۔ کاؤنٹر کے پیچھے ایک لمبے قد اور چھریرے بدن کا مقامی نوجوان بیٹھا ہوا تھا۔ عمران اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ کر وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"جی صاحب کیا چاہئے آپ کو"..... نوجوان نے بڑے اشتیاق آمیز

لہجے میں پوچھا۔

"دو چار جنرل دے دیجئے"...... عمران نے کہا تو نوجوان بے اختیار چونک پڑا۔

"جی کیا کہا آپ نے جنرل۔ کیا مطلب"...... نوجوان نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"آپ کی دکان پر بورڈ لگا ہوا ہے۔ راکوش جنرل سٹور۔ مطلب ہے یہاں جنرل سٹور کر کے رکھے جاتے ہیں۔ سٹور میں تو ظاہر ہے لاکھوں نہیں تو ہزاروں جنرل تو ضرور ہی ہوں گے۔ میں نے تو صرف دو چار ہی ڈیمانڈ کئے ہیں"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو نوجوان بے اختیار ہنس پڑا۔

"جناب جنرل سٹور کا مطلب ہے عام استعمال کی ہر چیز کا سٹور۔ لیکن جنرل تو عام استعمال میں نہیں آسکتے"...... نوجوان نے ہنستے ہوئے کہا۔

"راکوش میں تو جنرل عام استعمال میں نہ آتے ہوں گے دارالحکومت میں تو عام استعمال میں آتے ہیں۔ ہر گلی کوچے میں اصلاحی کمیٹیاں بنی ہوئی ہیں۔ ویلفیئر سوسائٹیاں قائم ہیں ان کے سیکرٹری حضرات اپنے آپ کو جنرل سیکرٹری کہلواتے ہیں۔ ابھی آپ کہہ رہے ہیں کہ جنرل عام استعمال میں نہیں آتے پھر جنرل مرچنٹ ہوتے ہیں۔ ایک جنرل نالج بھی ہوتا ہے اور"...... عمران کی زبان رواں ہو گئی۔

"بس بس جناب میں سمجھ گیا آپ مزید مثالیں نہ دیں۔ بہرحال یہ دکان واقعی جنرل سٹور ہے۔ لیکن یہاں جنرل نہیں مل سکتے"...... نوجوان نے ہنستے ہوئے عمران کو درمیان میں ہی ٹوکتے ہوئے کہا۔

"چلیے سطح ذرا کم کر لیتے ہیں۔ جنرل نہ سہی۔ کرنل سہی۔ کرنل آفتاب ہی"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو نوجوان بے اختیار اچھل پڑا۔

"کرنل آفتاب۔ وہ تو میرے والد کا نام ہے۔ کیا مطلب کیا ہے"...... نوجوان کے چہرے پر شدید حیرت تھی۔

"ماشاء اللہ کرنل آفتاب کی اولاد واقعی عقل کے لحاظ سے چندے آفتاب چندے ماہتاب کے زمرے میں ہی آتی ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو نوجوان اس بار قدرے شرمندہ سے انداز میں ہنس پڑا۔

"وہ ابھی آ رہے ہیں۔ ذرا ایک کام سے گھر تک گئے ہیں"۔ نوجوان نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ عمران کوئی مزید بات کرتا۔ ایک ادھیڑ عمر آدمی دکان میں داخل ہوا۔

"ابو یہ صاحبان آپ سے ملنے آئے ہیں شاید"...... نوجوان نے اس ادھیڑ عمر آدمی سے مخاطب ہو کر کہا تو وہ چونک کر عمران اور اس کے ساتھیوں کی طرف دیکھنے لگا۔

"مجھ سے۔ جی فرمایئے"...... ادھیڑ عمر آدمی نے غور سے عمران کو

دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ کرنل آفتاب ہیں"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا

"جی ۔ جی میرا نام ہی آفتاب ہے اور میں ریٹائرڈ کرنل ہ
مگر"...... ادھیڑ عمر آدمی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"مجھے علی عمران ۔ ایم ایس سی ۔ ڈی ایس سی (آکسن)
ہیں"...... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو کرنل آفتاب
اختیار اچھل پڑے ۔

"اوہ ۔ اوہ ۔ آپ ۔ اوہ ۔ آپ ۔ مم ۔ مگر میں تو سوچ رہا تھا کہ
بوڑھے آدمی ہوں گے مگر آپ تو"...... کرنل آفتاب نے انتہائی حیر
بھرے لہجے میں اور آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"بزرگی عقل سے ہوتی ہے ۔ عمر سے نہیں ہوتی اور آپ تو ماشا
عقل کے لحاظ سے بھی کرنل ہیں"...... عمران نے جواب دیا تو کر
آفتاب بے اختیار قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

"آپ سے مل کر بے حد مسرت ہوئی ہے عمران صاحب ۔
کرنل احمد کا تفصیلی پیغام مل چکا ہے ۔ آیئے میرے ساتھ "۔ کر
آفتاب نے بڑے گرمجوشانہ انداز میں مصافحہ کرتے ہوئے کہا اور پ
تیزی سے دکان کے ساتھ ایک تنگ گلی میں داخل ہو گیا۔ عمران ا
ساتھیوں سمیت اس کے پیچھے چل پڑا۔ گلی کے اختتام پر ایک درواز
جس پر باہر سے تالا لگا ہوا تھا۔ کرنل آفتاب نے جیب سے چابی ن
اور تالا کھولنے کے ساتھ ہی اس نے دروازے کو دھکیل کر کھولا

ر داخل ہو گیا ۔ چند لمحوں بعد وہ ایک خاصے بڑے کمرے میں موجود
جس کے درمیان ایک میز کے گرد سات آٹھ کرسیاں پڑی ہوئی
ے ۔ ایک طرف سامان کی پیٹیاں رکھی ہوئی تھیں ۔

"یہ مکان ہم گودام کے طور پر استعمال کرتے ہیں ۔ تشریف رکھیئے
آپ کے لئے مشروب لے کر آتا ہوں"...... کرنل آفتاب نے
یوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عمران سے کہا۔

"مشروبات چھوڑیئے ۔ آپ ہمارے ساتھ بیٹھیں ۔ ہم نے ابھی
و کام کرنا ہے"...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا تو کرنل آفتاب
ثی سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

"کرنل احمد نے راکوش میں ملٹری کمانڈر کے طور پر طویل عرصہ
ا ہے اور کرنل احمد کے مطابق آپ اس کے اسسٹنٹ رہے ہیں
اس کے ساتھ ساتھ آپ مقامی آدمی ہیں ۔ اس لئے آپ راکوش کے
سے پہاڑی علاقے کے ایک ایک چپے سے واقف ہیں"...... عمران
کرنل آفتاب سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جی ہاں کرنل صاحب نے درست بتایا ہے ۔ آپ کھل کر بتائیں
میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں ۔ کرنل احمد میرے محسن ہیں
انہوں نے جس طرح آپ کا تعارف کرایا ہے ۔ اس تعارف کے بعد
میں آپ کے قدموں میں اپنا خون بھی نچھاور کر سکتا ہوں"۔ کرنل
آفتاب نے بڑے جذباتی سے لہجے میں کہا۔ تو عمران بے اختیار مسکرا

"کرنل صاحب ۔ یہاں کا ایک بڑا خان ہے ۔ جیسے سردار خان
ہیں ۔ آپ اسے جانتے ہیں" ...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"جی ہاں راکوش میں اسے کون نہیں جانتا ۔ وہ یہاں کا بڑا
ہے اور انتہائی مخیر، ہمدرد اور انسان دوست آدمی ہے یہاں کا
ایک بچہ اس کی فیاضی اور انسان دوستی کی وجہ سے اس سے محبت
ہے ۔ ویسے بھی وہ ہر آدمی کے دکھ درد میں شریک رہتا ہے" ...... کر
آفتاب نے سردار خان کے قصیدے پڑھنے شروع کر دیئے اور عمران
اس کے ساتھیوں کے چہروں پر بے اختیار مسکراہٹ رینگ گئی ۔
"سردار خان نے ایک خفیہ فیکٹری لگا رکھی ہے جس میں اسلح
ہے کیا آپ کو علم ہے" ۔ عمران نے کہا تو کرنل آفتاب بے ا
اچھل پڑا ۔ اس کے چہرے پر شدید ترین حیرت کے تاثرات ابھر آئے
"سردار خان نے ۔ اوہ نہیں جناب آپ کو کسی نے سرا
اطلاع دی ہے ۔ ان کا تو آباؤاجداد سے لکڑی کا کاروبار ہے ۔ را
پہاڑی سلسلے کے بے شمار جنگلات ان کی ملکیت میں ہیں" ...... کر
آفتاب نے کہا۔
"یہاں پولیس چیف ہیں اعظم ۔ کیا آپ انہیں جانتے ہیں
عمران نے پوچھا۔
"جی ہاں ۔ اعظم خان ۔ وہ مقامی آدمی ہیں ۔ بڑے خان کے ق
رشتہ دار بھی ہیں ۔ بڑے خان کی بھتیجی ان کی بیگم ہیں" ...... کر
آفتاب نے جواب دیا۔

"آپ کے متعلق کرنل احمد نے بتایا ہے کہ آپ انتہائی سچے
کھرے اور محب الوطن آدمی ہیں ۔ اس لئے میں آپ کو یہ بتا رہا ہوں کہ
سردار خان جو کچھ بظاہر نظر آتا ہے در حقیقت ایسا نہیں ہے ۔ اس نے
ان جنگلات میں خفیہ فیکٹریاں بنائی ہوئی ہیں جن میں اسلحہ تیار کر کے
پاکیشیا میں فروخت کرتا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ وہ بہت بڑا بردہ
فروش بھی ہے ۔ اس کے آدمی پورے پاکیشیا میں پھیلے ہوئے تھے جو
بچوں کو اغوا کر کے یہاں بھجواتے تھے ۔ جن سے وہ اپنی فیکٹریوں میں
کام لیتا ہے اور یہ پولیس چیف اعظم دراصل اس کا بزنس منیجر ہے ۔ ہم
نے پاکیشیا میں اس کے تمام آدمیوں کو گرفتار کر لیا ہے ۔ اعظم کا بھائی
دارالحکومت میں اس کا ایجنٹ ہے ۔ سردار خان نے اس کے ذریعے
ہمیں ختم کرانے کی کوشش کی لیکن وہ خود ختم ہو گیا ہے ۔ ہم یہاں
اس لیے آئے ہیں کہ ان فیکٹریوں کو نہ صرف ختم کیا جا سکے بلکہ وہاں
موجود بچوں کو بھی چھڑایا جا سکے" ...... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں
کہا تو کرنل آفتاب کا چہرہ دیکھنے والا ہو گیا۔
"لیکن کیا اس کا کوئی ثبوت بھی ہے آپ کے پاس" ...... کرنل
آفتاب نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔
"ثبوت بھی مہیا کر دیا جائے گا ۔ آپ فی الحال ایک کام کریں کہ
کسی ایسے آدمی کی نشاندہی کریں جو اس پولیس چیف کے انتہائی
قریب ہو" ...... عمران نے کہا۔
"انتہائی قریب ہونے سے آپ کا کیا مطلب ہے" ...... کرنل

افتاب نے پوچھا۔

"اعظم خان پولیس چیف ہے۔ اس لیئے ظاہر ہے وہ خود تو ان فیکٹریوں کے معاملات کو براہ راست تو نہ چلاتا ہوگا۔ اس نے لامحالہ ایسے آدمی رکھے ہوں گے جو ان فیکٹریوں کو چلاتے ہوں گے۔ ہمیں ایسے ہی کسی آدمی کی تلاش ہے تاکہ اس سے ہم ان فیکٹریوں کے بارے میں تفصیلات معلوم کر سکیں ورنہ تو اس پہاڑی سلسلے میں پھیلے ہوئے انتہائی گھنے جنگلات میں ان فیکٹریوں کو تلاش کرنا ناممکن ہے"...... عمران نے کہا۔

"ہاں ایک ایسے آدمی کو میں جانتا ہوں۔ اس کا نام آدم خان ہے۔ اعظم خان بھی لکڑی کا کاروبار کرتا ہے اور آدم خان اس کا منیجر ہے۔ آدم خان خاصا جھگڑالو اور بدمعاش قسم کا آدمی ہے۔ اس کی شہرت بھی اچھی نہیں ہے۔ اگر جو کچھ آپ نے بتایا ہے ویسا ہی ہے تو پھر آدم خان اس بارے میں پوری تفصیل سے واقف ہوگا"...... کرنل آفتاب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہ آدم خان کہاں مل سکتا ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"اس وقت وہ اپنے دفتر میں ہی ہوگا۔ اس کا دفتر جابر خان روڈ پر ہے نیشنل ٹمبر کارپوریشن کے نام سے ہے"...... کرنل آفتاب نے جواب دیا تو عمران اٹھ کھڑا ہوا۔

"ٹھیک ہے۔ ہمارے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ اب ہم اس معاملے سے خود ہی نمٹ لیں گے۔ آپ کا بے حد شکریہ"...... عمران نے کہا۔

"نہیں عمران صاحب۔ ایسے نہیں۔ اگر آپ کی بات درست ہے تو پھر میرا بھی فرض بنتا ہے کہ میں آپ کی بھرپور مدد کروں۔ ویسے بھی آپ پہاڑی علاقوں سے واقف نہیں ہیں۔ اس لئے میرا آپ کے ساتھ ہونا بے حد ضروری ہے"...... کرنل آفتاب نے کہا۔

"لیکن آپ یہاں کے مقامی آدمی ہیں۔ ہم تو آپریشن مکمل کر کے واپس دارالحکومت چلے جائیں گے جب کہ آپ نے اور آپ کے بچوں نے یہیں رہنا ہے اور یہاں قبائلی سسٹم بے حد سخت ہے۔ اس لئے ہم آپ کو کسی آزمائش میں نہیں ڈالنا چاہتے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں عمران صاحب میرا بھی یہاں وسیع اور طاقتور قبیلہ ہے اور سب جانتے ہیں کہ کرنل آفتاب ہر برائی کے خلاف ہمیشہ ڈٹ جایا کرتا ہے۔ کسی میں یہ جرأت نہیں ہے کہ وہ کرنل آفتاب یا اس کی اولاد کو ٹیڑھی آنکھ سے بھی دیکھ سکے۔ آپ بے فکر رہیں"...... کرنل آفتاب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ آپ کی ضرورت تو بہر حال ہے۔ اگر آپ ہمت کر سکتے ہیں تو ہمیں کیا اعتراض ہے لیکن"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب اس آدم خان سے تفصیلی پوچھ گچھ کرنی پڑے گی۔ کیا یہ کام اس کے دفتر میں ہو سکے گا"...... نعمانی نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"نہیں ہم پہلے کسی پراپرٹی ڈیلر کے ذریعے یہاں کوئی کوٹھی کرائے پر لیں گے اس کے ساتھ ہی دوکاریں پھر کام کو آگے بڑھایا جا سکے گا"...... عمران نے کہا۔

"یہ کام میں آسانی سے کر سکتا ہوں آیئے میرے ساتھ"۔ کرنل آفتاب نے کہا اور پھر وہ ان سب کو ساتھ لے کر واپس دکان پر آیا۔ اس نے دکان پر موجود فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کر کے کسی سے بات کرنے میں مصروف ہو گیا۔ اس نے دو تین بار فون کال کیں اور پھر رسیور رکھ کر وہ اپنے بیٹے کو کچھ کہہ کر دکان سے نیچے اتر آیا۔

"ساران کالونی میں ایک کوٹھی مل گئی ہے۔ اس میں دو کاریں بھی ہیں"...... کرنل آفتاب نے کہا اور پھر دو ٹیکسیوں میں بیٹھ کر وہ اس رہائشی کالونی میں پہنچ گئے۔ پراپرٹی ڈیلرز کا آدمی پہلے سے ہی وہاں پہنچ چکا تھا۔ عمران نے اسے ایک ماہ کے کرایہ کی ادائیگی کی اور اسے واپس بھیج دیا۔

"میں نے فون کر کے معلوم کر لیا ہے۔ آدم خان اپنے دفتر میں ہی موجود ہے"...... کرنل آفتاب نے کوٹھی میں داخل ہوتے ہی عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اس کا فون نمبر آپ کو معلوم ہے"...... عمران نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں میرا بھی لکڑی کا کاروبار ہے۔ گو یہ کافی چھوٹا سا بزنس ہے۔ لیکن بہرحال میرا واسطہ آدم خان سے اکثر پڑتا رہتا ہے"...... کرنل

آفتاب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ اب وہ ایک بڑے کمرے میں پہنچ گئے تھے جہاں فون موجود تھا۔

"اس کا فون نمبر کیا ہے"...... عمران نے رسیور کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

"کیا آپ اسے براہ راست فون کریں گے۔ کیا آپ اس سے واقف ہیں"...... کرنل آفتاب نے فون نمبر بتاتے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"واقف ہوتے تو ہمیں آپ کو تکلیف دینے کی کیا ضرورت تھی"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"نیشنل ٹمبر کارپوریشن"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک کرخت سی مردانہ آواز سنائی دی۔

"منیجر آدم خان سے بات کرائیں۔ میرا نام علی عمران ہے اور میں دارالحکومت سے آیا ہوں۔ ان سے لکڑی کے بارے میں ایک بڑے سودے کی بات کرنی ہے"...... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"جی اچھا"...... دوسری طرف سے اس بار قدرے نرم لہجے میں کہا گیا۔

"ہیلو آدم خان بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد ایک بھاری اور انتہائی کرخت سی آواز سنائی دی۔

"علی عمران بول رہا ہوں۔ میرا تعلق لکڑی کے کاروبار سے ہے۔

ہمیں ساگوان کی ایکریمیا برآمد کرنی ہے ۔ ابتدائی کھیپ تقریباً پچا
لاکھ مکسر فٹ چاہئے بعد میں ایسی اور بہت سی کھیپیں چاہیں ۔ کیا آ
اس سلسلے میں دلچسپی لیں گے یا کسی اور سے بات کی جائے" ۔ عمرا
نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"پچاس لاکھ مکسر فٹ ساگوان کی لکڑی اور وہ بھی ابتدائی لاٹ ۔
تو بہت بڑا سودا ہو گا جناب" ...... آدم خان کے لہجے میں حیرت تھی ۔

"ہم ایسے ہی کاروبار کرتے ہیں ۔ کیش ادائیگی بھی ہو سکتی ہے
لیکن ہمیں مال اچھا اور فوری چاہئے" ...... عمران نے مسکراتے ہو
جواب دیا۔

"اوہ ۔ اوہ کیش ادائیگی ۔ ضرور جناب ۔ ویسے یہاں صرف ہم
اتنی بھاری کھیپ مہیا کر سکتے ہیں اور کوئی نہیں کر سکتا ۔ آپ د
تشریف لے آئیں ۔ پھر تفصیل سے بات ہو جائے گی" ...... دوس
طرف سے آدم خان نے اس بار بڑے نرم لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے ہم آرہے ہیں" ...... عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا
"آؤ اب وہ فوراً ملنے پر تیار ہو جائے گا" ...... عمران نے کہا اور چ
لمحوں بعد کوٹھی میں موجود دونوں کاروں پر سوار وہ آدم خان کے دفتر
طرف روانہ ہو گئے ۔ دفتر میں انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا گیا اور چند لمحوں
ہی وہ آدم خان کے پاس موجود تھے ۔ آدم خان دبلا پتلا لیکن مضبو
ہڈیوں کا مالک آدمی تھا ۔ جس کی بڑی بڑی مونچھیں گلہری کی دموں
طرح ہونٹوں سے نیچے لٹک رہی تھیں ۔ چہرے مہرے سے وہ خاصا

ہوشیار چالاک لیکن اس کے ساتھ ساتھ سفاک اور بے رحم آدمی نظر آتا
تھا ۔ اس کی آنکھوں میں موجود گہری سرخی بتا رہی تھی کہ وہ شراب پینے
کا بھی عادی ہے ۔

"کرنل آفتاب صاحب ۔ آپ بھی ان کے ساتھ ہیں" ...... آدم
خان نے کرنل آفتاب کو دیکھتے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
"انہوں نے تو آپ کا ریفرنس دیا ہے" ...... عمران نے مسکراتے
ہوئے جواب دیا تو آدم خان نے اثبات میں سرہلا دیا۔

"تم فکر نہ کرو میں کوئی کمیشن نہیں لوں گا ۔ یہ میرے عزیز
ہیں" ...... کرنل آفتاب نے مسکراتے ہوئے کہا تو آدم خان نے بے
اختیار دانت نکال دیئے ۔ چند لمحوں بعد مشروبات ان کے سامنے رکھ
دیئے گئے ۔

"آپ سپلائی کب دے سکتے ہیں" ...... عمران نے مشروب کی
چسکی لیتے ہوئے پوچھا۔

"صرف ایک ہفتے کے اندر اندر" ...... آدم خان نے بڑے فخریہ
لہجے میں کہا۔

"کیا آپ لکڑی کی کوالٹی کی طرف سے ہمیں مطمئن کر سکتے
ہیں" ...... عمران نے کہا۔

"ظاہر ہے ۔ اس کے بغیر سودا کیسے ہو سکتا ہے" ...... آدم خان نے
کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے میز پر رکھے ہوئے انٹرکام کا رسیور اٹھایا
اور مقامی زبان میں کسی سے بات کرنے لگا ۔ تھوڑی دیر بعد ایک

نوجوان کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں لکڑی کے دو مخصوص
نمونے تھے۔ جو اس نے آدم خان کے سامنے رکھ دیئے۔
"یہ اے کلاس ہے۔ یہ بی کلاس ہے"...... آدم خان نے
نمونوں کے متعلق بتایا اور ساتھ ہی ریٹس بھی بتا دیئے۔
"ہمیں اے کلاس لکڑی چاہئے لیکن جب ہم کیش ادائیگی کر
چاہتے ہیں تو ہمارے ساتھ خصوصی رعایت ہونی چاہئے"...... عمران
نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر تھوڑی سی ردو کد کے بعد سودا طے پا گیا
تو آدم خان کے چہرے پر انتہائی مسرت کے تاثرات ابھر آئے۔
"کیا اتنی بڑی رقم آپ کیش کی صورت میں ساتھ رکھتے ہیں"۔ آدم
خان نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
"یہ ہمارے لئے معمولی رقم ہے۔ لیکن بہرحال دفتر میں تو سا
نہیں لائی جا سکتی۔ ہماری رہائش گاہ پر موجود ہے۔ آپ رسید بک لے
کر ہمارے ساتھ چلیں۔ رقم گن کر آپ کے حوالے ابھی کر دی جائے
گی۔ مال آپ ہفتے بعد سپلائی کر دیں"...... عمران نے بڑے لاپرواہ سے
لہجے میں کہا۔
"ٹھیک ہے میں آپ کے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہوں"...... آدم
خان نے فوراً ہی رضامند ہوتے ہوئے کہا۔
"آپ چاہیں تو اپنے ساتھ چند محافظ لے لیں"...... عمران نے
اٹھتے ہوئے کہا۔
"ارے نہیں جناب آدم خان کو کسی محافظ کی ضرورت نہیں ہے۔

یہاں راکوش میں آدم خان کا نام ہی دہشت کا نشان ہے"...... عمران
کی توقع کے عین مطابق آدم خان نے بڑے فخریہ لہجے میں کہا اور پھر
تھوڑی دیر بعد آدم خان اپنی کار میں اکیلا ان کے ساتھ اس کوٹھی میں
پہنچ گیا۔
"یہ آپ کی ملکیت ہے"...... آدم خان نے حیرت سے کوٹھی کو
دیکھتے ہوئے کہا۔
"نہیں عارضی طور پر لی ہے۔ کیونکہ مجھے ہوٹلوں سے الرجی
ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو آدم خان نے
اثبات میں سرہلا دیا۔ لیکن دوسرے لمحے عمران کا بازو بجلی کی سی تیزی
سے گھوما اور آدم خان چیختا ہوا اچھل کر نیچے فرش پر جا گرا۔ اسی لمحے
عمران کی لات مشین کی سی تیزی سے حرکت میں آئی اور نیچے گر کر
تڑپ کر اٹھتا ہوا آدم خان ایک بار پھر چیخ مار کر گرا تو اس کے جسم نے
ایک جھٹکا کھایا اور پھر وہ ساکت ہو گیا۔
"اب آپ کی حقیقی مشکلات کا دور شروع ہو گیا ہے"...... ایک
طرف کھڑے کرنل آفتاب نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔
"ہمارے لئے مشکلات کا لفظ بے معنی ہو چکا ہے کرنل صاحب"۔
عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے نعمانی کو
اشارہ کیا اور نعمانی نے جھک کر فرش پر بے ہوش پڑے آدم خان
کو بازو سے پکڑا اور ایک جھٹکے سے اٹھا کر ایک کرسی پر بٹھا دیا۔
"میں رسی لے آتا ہوں"...... ٹائیگر نے کہا اور تیزی سے کمرے سے

باہر نکل گیا۔ چند لمحوں بعد آدم خان ایک کرسی پر رسی سے جکڑا بیٹھا ہوا تھا۔

"اب اسے ہوش میں لے آؤ"...... عمران نے نعمانی سے مخاطب ہو کر کہا اور نعمانی نے آگے بڑھ کر آدم خان کا ناک اور منہ دونوں ہاتھوں سے بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد جب آدم خان کے جسم میں حرکت کے تاثرات نمودار ہونے لگے تو وہ پیچھے ہٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد آدم خان نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ عمران اس کے سامنے کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ آدم خان نے پوری طرح ہوش میں آتے ہی بے اختیار اٹھنے کی کوشش کی لیکن بندھا ہونے کی وجہ وہ ظاہر ہے صرف کسمسا کر ہی رہ گیا۔

"یہ۔ یہ۔ تم نے کیا کیا ہے کون ہو تم"...... آدم خان نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔ اس کے چہرے کے اعصاغصے کی شدت سے پھڑکنے لگے تھے۔

"تمہارا نام آدم خان ہے اور تم پولیس چیف اعظم کے بزنس منیجر ہو اور اعظم سردار خان کی خفیہ فیکٹریوں کا انچارج ہے"...... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا تو آدم خان اس طرح حیرت بھری نظروں سے عمران کو دیکھنے لگا جیسے وہ عمران کو پہلی بار دیکھ رہا ہو۔

"تم کون ہو۔ میں پوچھ رہا ہوں تم کون ہو"...... آدم خان نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کڑکدار لہجے میں کہا۔ اس کے لہجے سے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ ذہنی طور پر اب پوری طرح سنبھل چکا ہے۔

"اگر تم اندھیری قبر میں نہیں اترنا چاہتے آدم خان تو پھر تمہارے حق میں یہی بہتر ہے کہ تم ہمیں تفصیل سے ان فیکٹریوں کا محل وقوع بتا دو"...... عمران کا لہجہ بے حد سرد تھا۔

"یہ تم کیا بکواس کر رہے ہو۔ میں کسی فیکٹری کے بارے میں کچھ نہیں جانتا اور سنو اب بھی وقت ہے کہ تم مجھے چھوڑ دو ورنہ تمہاری لاشوں کو کتے بھی کھانے سے انکار کر دیں گے"...... آدم خان نے چیختے ہوئے کہا۔

"ٹائیگر خنجر نکالو اور اس کی یہ بڑی بڑی مونچھیں صاف کر دو۔ بڑی مونچھیں غیرت کی نشانی ہوتی ہیں اور غیرت نام کی کوئی چیز جھوٹے آدمی کے پاس نہیں ہوا کرتی"...... عمران نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس باس"...... ٹائیگر نے جواب دیا اور کوٹ کی اندرونی جیب سے اس نے تیز دھار خنجر نکال لیا۔

"رک جاؤ۔ اگر تم نے ایسا کیا تو میں تمہارے ٹکڑے اڑا دوں گا رک جاؤ"...... آدم خان نے یکلخت چیختے ہوئے کہا۔

"سنو آدم خان اگر تم نہیں چاہتے کہ لوگ تمہیں مونچھوں کے بغیر دیکھیں تو جو میں پوچھ رہا ہوں وہ سچ سچ بتا دو"...... عمران کا لہجہ اسی طرح سرد تھا۔

"جب میں کچھ جانتا ہی نہیں تو بتاؤں کیا"...... آدم خان نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"ٹائیگر کام شروع کرو۔ مونچھ کا ایک بال بھی اس کے چہرے پر نظر نہیں آنا چاہئے"...... عمران نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس باس"...... ٹائیگر نے کہا اور تیزی سے آگے بڑھ کر اس نے ایک ہاتھ آدم خان کے سر پر رکھا اور دوسرے ہاتھ میں پکڑا تیز دھار خنجر اس نے جیسے ہی آدم خان کی مونچھوں کی طرف بڑھایا۔

"رک جاؤ میں بتاتا ہوں۔ مجھے مت مارو۔ میری جان لے لو۔ لیکن میری مونچھیں مت کاٹو۔ رک جاؤ"...... آدم خان نے ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ ایک موقع اور دے دو اسے"...... عمران نے کہا تو ٹائیگر ایک طرف ہٹ گیا لیکن وہ اس کے قریب ہی کھڑا رہا۔

"تم۔ تم کیسے آدمی ہو۔ تم مجھے مار ڈالو میرے ٹکڑے اڑا دو۔ لیکن میری مونچھیں مت کاٹو۔ یہ میری برداشت سے باہر ہے"...... آدم خان کی حالت دیکھنے والی ہو گئی۔ اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ اسے موت تو واقعی قبول ہو سکتی ہے لیکن مونچھوں کا ایک بال کٹوانا بھی اس سے واقعی برداشت نہیں ہو پا رہا۔

"اپنی مونچھیں بچانا چاہتے ہو تو مجھے سردار خان کی فیکٹریوں کے بارے میں تفصیلات بتا دو۔ ورنہ تم راکوش میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل بھی نہ رہو گے۔ مونچھوں کے بغیر تمہیں دیکھ کر بچے بھی تمہارا مذاق اڑائیں گے اور یہ بھی سن لو کہ یہ تمہارے پاس آخری موقع ہے۔ ایک بار مونچھیں کٹ گئیں تو پھر تم جانتے ہو کہ یہ گوند

سے بھی نہ چپک سکیں گی"...... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"سنو مجھے اپنے مرشد کی قسم ہے۔ میں سچ بول رہا ہوں۔ مجھے اس کی صرف ایک فیکٹری کے بارے میں علم ہے۔ یہ فیکٹری اسلحہ بناتی ہے۔ اس کے علاوہ مجھے اور کسی فیکٹری کا علم نہیں ہے"...... آدم خان نے جواب دیا۔

"چلو تم اسی کے متعلق بتا دو کہ وہ کہاں ہے۔ لیکن تم نے سچ سچ بتانا ہے"...... عمران نے کہا۔

"یہ فیکٹری راکول پہاڑی علاقے کے سرگاش درے میں واقع ہے"...... آدم خان نے جواب دیا تو عمران نے کرنل آفتاب کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر اس وقت انتہائی شدید حیرت نمایاں تھی۔

"اس درے میں یہ فیکٹری کیسے ہو سکتی ہے۔ اس درے سے تو بڑی سڑک گزرتی ہے"...... کرنل آفتاب نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"سڑک جہاں جا کر گھومتی ہے۔ وہاں سے ایک خفیہ سرنگ ہے جو تسام پہاڑی کی دوسری طرف جا کر نکلتی ہے۔ تسام پہاڑی کی دوسری طرف ایک بڑی وادی ہے اور اس وادی میں یہ فیکٹری قائم کی گئی ہے اس کے چاروں طرف اونچی پہاڑیاں ہیں۔ جن پر حفاظتی مورچے ہیں اور وادی میں چونکہ گھنا جنگل ہے اس لئے یہ فیکٹری اوپر سے کسی صورت بھی نظر نہیں آتی"...... آدم خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کتنی بڑی فیکٹری ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"کافی بڑی ہے۔ جدید قسم کی گنیں اور ان کی گولیاں بنانے کی دس

جدید مشینیں نصب ہیں۔ زیادہ تر کام ہاتھوں سے ہوتا ہے"...... آدم خان نے کہا۔

"کتنے آدمی کام کرتے ہیں اس فیکٹری میں"...... عمران نے پوچھا۔

"صحیح تعداد کا تو علم نہیں۔ اڑھائی تین سو تو بہرحال کام کرتے ہی ہیں۔ جن میں زیادہ تعداد لڑکوں کی ہے۔ ہاتھ کا سارا کام وہی کرتے ہیں"...... آدم خان نے جواب دیا۔

"یہ افراد کیا راکوش سے جاتے ہیں"...... عمران نے پوچھا۔

"نہیں اس فیکٹری میں کام کرنے والوں کو بڑے خان کے آدمی ملک کے مختلف حصوں سے اغوا کر کے لے آتے ہیں۔ جو ایک بار وہاں چلا جاتا ہے پھر وہ زندہ واپس نہیں آسکتا"...... آدم خان نے جواب دیا۔

"انجینئر وغیرہ بھی تو ہوتے ہوں گے وہ تو آتے جاتے رہتے ہوں گے"...... عمران نے پوچھا۔

"نہیں انجینئروں کو بھی وہاں اغوا کر کے لے جایا جاتا ہے۔ پھر ان سے کام لیا جاتا ہے۔ جو کام نہ کرے اسے گولی مار دی جاتی ہے۔ وہاں سے صرف محافظوں کے اور کوئی باہر نہیں آسکتا"...... آدم خان نے کہا۔

"اتنے افراد کی خوراک کا بندوبست کیسے ہوتا ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"ہر ہفتے دو ٹرک خوراک کے سامان سے بھرے وہاں بھیجے جاتے

ہیں۔ اوپر لکڑی رکھی جاتی ہے نیچے خوراک یہ سپلائی میرے ذریعے ہوتی ہے"...... آدم خان نے جواب دیا۔

"یہ ٹرک یقیناً مخصوص ہوں گے"...... عمران نے پوچھا۔

"ہاں جان محمد اور رزاق خان دو ڈرائیور ہیں ان کے ٹرکوں کے ذریعے خوراک سپلائی کی جاتی ہے۔ یہ دونوں بڑے خان کے خاص آدمی ہیں"...... آدم خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اب یہ سپلائی کب جاتی ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"کل سپلائی گئی ہے۔ اس لئے اب اگلے ہفتے جائے گی"...... آدم خان نے جواب دیا۔

"اگر اس سے پہلے ٹرک وہاں چلے جائیں تو محافظ کیا کریں گے"...... عمران نے پوچھا۔

"جا ہی نہیں سکتے کیونکہ سرنگ کا دہانہ اگلے ہفتے کھلے گا"...... آدم خان نے جواب دیا۔

"اگر وہاں فوج حملہ کر دے تو پھر"...... عمران نے پوچھا۔

"وہاں جدید ترین اسلحہ نصب ہے۔ وہاں پوری فوج کو ڈھیر کیا جا سکتا ہے"...... آدم خان نے جواب دیا۔

"کب سے یہ فیکٹری کام کر رہی ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"آٹھ سال ہو گئے ہیں"...... آدم خان نے جواب دیا۔

"سرنگ کا دہانہ کھلوانے کا کیا طریقہ ہے"...... عمران نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد پوچھا۔

"کھل ہی نہیں سکتا۔ صرف سپلائی کے وقت کھلتا ہے اور پھر بند کر دیا جاتا ہے اور ٹرکوں کو اندر کے آدمی لے جاتے ہیں۔ ڈرائیوروں کو باہر روک دیا جاتا ہے"...... آدم خان نے جواب دیا۔

"آخر بڑے خان یا اعظم خان تو وہاں جاتے ہی ہوں گے"۔ عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"جب سے فیکٹری کا کام شروع ہوا ہے وہ دو بار گئے ہیں اور ظاہر ہے انہیں خاص انتظامات کے تحت لے جایا گیا تھا"...... آدم خان نے جواب دیا۔

"کرنل صاحب آپ آدم خان سے سوالات کر کے اس سے محل وقوع کے بارے میں پوری تفصیلات معلوم کریں۔ اس کے بعد ہم سوچیں گے کہ اس سلسلے میں مزید کیا اقدام کیا جا سکتا ہے۔ میں اس دوران ساتھ والے کمرے سے ایک فون کر لوں"...... عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کرنل آفتاب سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے چہرے پر انتہائی سنجیدگی کے تاثرات نمایاں تھے۔

ٹیلی فون کی گھنٹی بجتے ہی میز کے پیچھے اونچی پشت کی ریوالونگ کرسی پر بیٹھے ہوئے سردار خان نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس"...... سردار خان نے رسیور اٹھا کر کرخت لہجے میں کہا۔

"اعظم خان بول رہا ہوں"...... دوسری طرف سے ایک بھاری مردانہ آواز سنائی دی۔

"اعظم خان تم خیریت کیسے فون کیا ہے"...... سردار خان نے چونک کر پوچھا۔

"آپ کو دارالحکومت میں ہونے والے واقعات کے بارے میں کوئی رپورٹ ملی تھی"...... اعظم خان نے کہا۔

"ہاں ملی تھی۔ وہاں کوئی گروپ ہمارے آدمیوں کے خلاف کام کر رہا تھا۔ میں نے حاذق کو حکم دے دیا تھا کہ اس گروپ کا خاتمہ کر دیا جائے۔ اس نے اب تک حکم کی تعمیل کر بھی دی ہو گی۔ کیوں"۔

سردار خان نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"حاذق کی لاش ملی ہے۔ اسے کرسی پر باندھ کر اس پر تشدد کیا گیا اور اسے مار دیا گیا ہے" ۔۔۔ اعظم خان نے گھمبیر لہجے میں کہا۔

"کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ حاذق کو مار دیا گیا ہے۔ اوہ یہ تو بہت برا ہوا۔ ویری سیڈ۔ یہ تو میرے تصور میں بھی نہ تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے" ۔۔۔ سردار خان نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

"ایسا ہو چکا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ حاذق میرا اکلوتا چھوٹا بھائی تھا۔ مجھے جب اس کی موت کی خبر ملی تو میں بے حد پریشان ہوا۔ میں نے اس کے نمبر ٹو سے بات کی ہے تو اس نے بتایا ہے کہ آپ نے حاذق کے ذمے کوئی کام لگایا تھا اور حاذق نے اس سلسلے میں وہاں کے ایک مقامی بدمعاش ٹائیگر سے رابطہ قائم کیا اور اسے اپنے خاص اڈے پر بلوایا تھا پھر اس اڈے سے اس کی لاش ملی جب کہ وہ بدمعاش جس کا نام ٹائیگر بتایا جاتا ہے وہ بھی دارالحکومت سے غائب تھا۔ اس پر میں نے جانو سے بات کی کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ جانو نے ہی آپ کو کوئی ایسی رپورٹ دی ہو گی جس کے لئے آپ نے حاذق کو کام بتایا ہو گا۔ جانو نے مجھے بتایا ہے کہ دارالحکومت میں آپ کے آدمیوں کے خلاف ایک آدمی علی عمران جو اس ٹائیگر کا ساتھی ہے۔ دو ایکریمین سیاہ فام اور ایک گروپ جسے فور سٹارز کہا جاتا ہے کام کرتا رہا ہے اور اس نے آپ کے سارے آدمیوں کو غائب کرا دیا ہے اور اس نے آپ کو رپورٹ دی تھی۔ اس پر میں سمجھ گیا کہ حاذق سے حماقت ہوئی ہے

۔ اس نے اس گروپ کے خلاف کام کرنے کے لئے اس ٹائیگر سے ہی بات کر لی۔ جس کے خلاف کرنا تھا۔ اس لئے وہ مارا گیا چونکہ میرا بھائی ہلاک ہوا تھا اور میں نے قاتلوں سے انتقام لینا تھا۔ اس لئے میں نے دارالحکومت میں اپنے خاص آدمیوں سے تفصیلی بات کی تو مجھے معلوم ہوا ہے کہ ٹائیگر کا دوست ایک آدمی علی عمران ہے جو کہ سنٹرل انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سر عبدالرحمن کا اکلوتا لڑکا ہے۔ لیکن وہ علیحدہ فلیٹ پر رہتا ہے اور وہ سیکرٹ سروس کے لئے بھی کام کرتا ہے اور انتہائی خطرناک ایجنٹ سمجھا جاتا ہے اور ایک اور حیرت انگیز انکشاف ہوا کہ ٹائیگر اور اس عمران کو دارالکوش آنے والی پرواز پر بھی دیکھا گیا ہے۔ چنانچہ میں نے ان کے حلیے معلوم کئے اور یہاں کے لوگوں کو الرٹ کر دیا۔ تھوڑی دیر پہلے مجھے جو رپورٹ ملی ہے۔ اس نے مجھے حیران کر دیا ہے۔ رپورٹ کے مطابق ٹائیگر اور عمران کے ساتھ پانچ دوسرے افراد جن میں ایک مقامی ریٹائرڈ کرنل آفتاب بھی شامل تھا۔ لکڑی کے بیوپاری بن کر میرے دفتر جا کر آدم خان سے ملے اور پھر آدم خان ان کے ساتھ کار میں بیٹھ کر چلا گیا اور اب تک آدم خان کی واپسی نہیں ہوئی۔ میں نے اسے تلاش کرنے کا حکم دے دیا ہے۔ لیکن ابھی تک کوئی امید افزا رپورٹ نہیں ملی" ۔۔۔ اعظم خان نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"لیکن وہ لوگ یہاں کیوں آئے ہیں اور آدم خان سے ان کو کیا کام ہو سکتا ہے۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی" ۔۔۔ سردار خان نے

حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میں نے اس بات پر غور کیا ہے اور غور کرنے کے بعد جو بات میری سمجھ میں آئی ہے وہ انتہائی خطرناک ہے"...... اعظم خان نے جواب دیا۔

"کون سی بات کھل کر بات کرو"...... سردار خان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"آدم خان اسلحہ فیکٹری کو خوراک سپلائی کرتا ہے۔ اس لئے وہ اس فیکٹری کا محل وقوع جانتا ہے اور یہ ٹائیگر اور عمران اور اس کے ساتھی دارالحکومت میں ان بردہ فروشوں کو غائب کر چکے ہیں جن کے ذریعے اس فیکٹری کے لئے لیبر مہیا کی جاتی ہے۔ اس لئے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ گروپ اس اسلحہ فیکٹری کو تباہ کرنے کی غرض سے یہاں آیا ہے اور آدم خان ان کے ہتھے چڑھ چکا ہے اور آدم خان سے یقیناً انہوں نے اسلحہ فیکٹری کا محل وقوع معلوم کر لیا ہو گا"...... اعظم خان نے کہا۔

"تو پھر کیا ہو گا۔ فیکٹری کس طرح تباہ ہو سکتی ہے۔ وہاں تک تو کوئی پہنچ ہی نہیں سکتا"...... سردار خان نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

"اگر اس فیکٹری کی خبر وفاقی دارالحکومت کے اعلیٰ ترین حکام کے کانوں تک پہنچ گئی تو ہو سکتا ہے۔ اس کے خلاف کام کرنے کے لئے فوج کو احکامات دے دیئے جائیں۔ ہم پورے ملک کی فوج کا مقابلہ تو نہیں کر سکتے"...... اعظم خان نے کہا۔

"تم فکر نہ کرو اعظم خان چند اعلیٰ ترین حکام میرے وظیفہ خوار ہیں راکوش میں کوئی بھی کام کرنے سے پہلے وہ مجھ سے اجازت لازمی لیں گے۔ اس لئے اگر ایسی کوئی بات ہوئی بھی سہی تو میں انہیں سنبھال لوں گا۔ تمہیں اس بارے میں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم یہاں انہیں تلاش کرو اور ان کا خاتمہ کرا دو"...... سردار خان نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔

"مجھے معلوم ہے کہ آپ راکوش کے بڑے خان ہیں اور راکوش اور اس کی پہاڑیوں میں آپ کی اجازت کے بغیر حکومت اور فوج بھی کوئی آپریشن نہیں کر سکتی۔ لیکن میں نے یہ ساری تفصیل اس لئے آپ کو بتائی ہے کہ آپ پوری طرح ہوشیار رہیں"...... اعظم خان نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے میں ہوشیار ہوں تم ان کا خاتمہ کراؤ"...... سردار خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"مجھے صرف فوج کی طرف سے فکر تھی۔ باقی یہ لوگ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ میرے آدمی ان کی تلاش میں ہیں۔ وہ چاہے زمین کی تہوں میں کیوں نہ گھس جائیں۔ میرے آدمی انہیں تلاش کر لیں گے اور ایک بار ان کا پتہ چلنے کی دیر ہے۔ اس کے بعد میں موت بن کر ان پر جھپٹ پڑوں گا"...... اعظم خان نے بڑے پر اعتماد لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے جب یہ مارے جائیں تو مجھے بتا دینا"...... سردار خان نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر اسی طرح گہرے اطمینان

کے تاثرات موجود تھے۔ ابھی اس نے رسیور رکھا ہی تھا کہ پاس پڑے ہوئے انٹرکام کی گھنٹی بج اٹھی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"کیا ہے"...... سردار خان کا لہجہ انتہائی سخت تھا۔

"رحمت بول رہا ہوں جناب۔ دارالحکومت سے دو آدمی آپ سے ملنے آئے ہیں۔ ان کا تعلق فوج سے ہے"...... دوسری طرف سے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

"فوج سے کون ہیں وہ"...... سردار خان نے بری طرح چونکتے ہوئے کہا۔

"ملٹری انٹیلی جنس کے کرنل ہیں جناب میں نے ان کے خصوصی کارڈ چیک کر لئے ہیں"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اوہ اچھا انہیں بڑے کمرے میں پہنچاؤ میں آرہا ہوں"...... سردار خان نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"ملٹری انٹیلی جنس کے کرنل اس کا مطلب ہے کہ اعظم خان کا شک درست تھا۔ بہرحال میں انہیں سنبھال لوں گا"...... سردار خان نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور کرسی سے اٹھ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

انتہائی شاندار انداز میں سجے ہوئے کمرے میں عمران اور چوہان بیٹھے ہوئے تھے۔ ان دونوں کے جسموں پر تھری پیس سوٹ تھے۔ دونوں نے میک اپ کر رکھا تھا۔

"اس بڑے خان کے اس فیکٹری میں ملوث ہونے کا کوئی ثبوت مل سکے گا عمران صاحب"...... چوہان نے کہا۔

"جب چوہان بڑا خان بن جائے گا تو ثبوت خود بخود سامنے آجائیں گے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو چوہان بے اختیار چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"اوہ تو آپ نے یہ پلاننگ کی ہے"...... چوہان نے کہا۔

"ہاں آدم خان سے اس اسلحہ فیکٹری کے بارے میں جو تفصیلات معلوم ہوئی ہیں۔ ان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہاں اگر ہم نے اپنے طور پر ریڈ کیا بھی سہی تو زیادہ سے زیادہ یہی ہو گا کہ ہم فیکٹری کو تباہ کر

کے وہاں موجود افراد کو رہائی دلا سکیں گے ۔ لیکن ہم ساری عمر تو یہاں
نہیں رہ سکتے ۔ فیکٹری دوبارہ بھی تو بنائی جا سکتی ہے اور اگر فوج کو
استعمال کیا گیا تو یہ ایسا علاقہ ہے جہاں بڑا سردار ہی سب سے بڑی
قوت ہوتا ہے ۔ اس کی مرضی کے بغیر یہاں فوجی آپریشن بھی کامیاب
نہیں ہو سکتا ۔ اس لئے میں نے فون کر کے دارالحکومت سے ملٹری
انٹیلی جنس کے دو خصوصی کارڈز منگوائے تھے ۔ کرنل آفتاب سے اس
بڑے خان کا جو حلیہ معلوم ہوا ہے ۔ اس کے مطابق تم بھی بڑے خان
بن سکتے ہو ۔ اس لئے میں تمہیں یہاں ساتھ لے آیا ہوں لیکن ضروری
نہیں ہے کہ ہمیں فوری طور پر یہ قدم اٹھانا پڑے ۔ لیکن بہرحال ایسا
ہو سکتا ہے“...... عمران نے جواب دیا تو چوہان نے اثبات میں سر ہلا
دیا ۔ ابھی وہ دونوں سرگوشیوں میں باتیں کر رہے تھے کہ کمرے کا
دروازہ کھلا اور ایک بڑی بڑی مونچھوں ۔ چوڑے چہرے اور مضبوط
جسم کا آدمی اندر داخل ہوا ۔ اس کے پیچھے دو مشین گنوں سے مسلح آدمی
بطور باڈی گارڈ تھے ۔ عمران اور چوہان دونوں اسے دیکھتے ہی سمجھ گئے
تھے کہ یہی راکوش کا بڑا خان ہے ۔ عمران اٹھ کھڑا ہوا ۔ چوہان نے بھی
اس کی پیروی کی ۔

”کرنل احمد جان اور کرنل یوسف ہمارا تعلق ملٹری انٹیلی جنس
سے ہے“...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں اپنا اور چوہان کا تعارف
کراتے ہوئے کہا ۔

”تشریف رکھیں ۔ ہمیں آپ کی آمد پر خوشی کے ساتھ ساتھ حیرت

بھی ہوئی ہے کہ ملٹری انٹیلی جنس کے کرنلوں کا ہم سے کیا تعلق ہو
سکتا ہے“...... سردار خان نے ان کے سامنے صوفے پر بیٹھتے ہوئے
بڑے دبنگ سے لہجے میں کہا ۔ اس کے بولنے کا انداز ایسا تھا جیسے کوئی
بہت بڑا آدمی اپنے کسی انتہائی چھوٹے ملازموں سے بات کر رہا ہو ۔ اس
کے دونوں باڈی گارڈ اس کے عقب میں بڑے چوکنا انداز میں کھڑے
تھے ۔

”ہم ایک انتہائی خفیہ معاملے پر بات کرنے حکومت کی طرف سے
آئے ہیں ۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ آپ اپنے ان دونوں باڈی گارڈوں
کو کمرے سے باہر بھجوا دیں“...... عمران کا لہجہ یکلخت انتہائی خشک ہو
گیا تھا ۔

”نہیں یہ باڈی گارڈز باہر نہیں جا سکتے ۔ یہ ہماری توہین ہے ۔ تم
نے جو کچھ کہنا ہے ۔ جلدی سے کہہ ڈالو ۔ کیونکہ ہمارے پاس حکومتی
فضول باتیں سننے کا وقت بے حد کم ہوتا ہے“...... بڑے خان نے پہلے
سے بھی زیادہ اکھڑے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا ۔

”ٹھیک ہے ۔ حکومت کو معلوم ہوا ہے کہ آپ کی سرپرستی میں
راکوش کی پہاڑیوں میں ایک خفیہ اسلحہ فیکٹری کام کر رہی ہے اور
وہاں دارالحکومت سے لوگوں کو اغوا کر کے رکھا گیا ہے اور ان سے
بیگار لی جا رہی ہے“...... عمران نے بھی خشک لہجے میں کہا ۔

”یہ غلط ہے ۔ سراسر الزام ہے ۔ ہم صدر مملکت سے اس بات پر
احتجاج کریں گے اور سنو اپنے افسروں کو بتا دو کہ اگر انہوں نے آئندہ

اس قسم کا جھوٹا الزام ہم پر لگایا تو پھر راکوش میں پاکیشیا کے افراد کا داخلہ بند بھی کرایا جا سکتا ہے سمجھے جاؤ۔ اب چلے جاؤ۔ دفع ہو جاؤ"...... بڑے خان نے یکلخت غصے سے چیختے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے دونوں باڈی گارڈوں نے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی مشین گنیں عمران اور چوہان کی طرف سیدھی کر لیں۔

"آپ تو خواہ مخواہ ناراض ہو رہے ہیں جناب ہم تو اس سلسلے میں آپ کا موقف معلوم کرنے آئے ہیں"...... عمران نے اٹھ کر انتہائی نرم لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں اب کوئی مزید بات نہیں ہو سکتی اور سنو میں چاہوں تو تم دونوں کی لاشیں بھی کہیں نظر نہیں آ سکیں گی۔ لیکن میں تمہیں زندہ بھیج رہا ہوں۔ ایک لمحے میں اپنی صورتیں میرے سامنے سے غائب کر دو"...... سردار خان نے اور زیادہ اونچی آواز میں چیختے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ غصے کی شدت سے قندھاری انار کی طرح سرخ پڑ گیا تھا۔ آنکھوں سے یکلخت شعلے سے نکلنے لگ گئے تھے۔

"او کے جیسے آپ کی مرضی"...... عمران نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کا ہاتھ اس کی کوٹ کی جیب میں پہنچ چکا تھا۔ چوہان بھی چوکنا نظر آ رہا تھا۔ اس نے بھی عمران کے پیچھے قدم بڑھائے لیکن دوسرے لمحے کمرہ ٹھک ٹھک کی آوازوں کے ساتھ ہی دونوں باڈی گارڈز کی چیخوں سے گونج اٹھا اسی لمحے چوہان نے سردار خان پر چھلانگ

لگا دی اور پلک جھپکنے میں اس نے اسے اٹھا کر فرش پر دے مارا۔ کمرہ بڑے خان کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے گونج اٹھا۔ اسی لمحے ایک بار پھر ٹھک ٹھک کی آوازیں سنائی دیں اور فرش پر پڑے تڑپتے ہوئے دونوں باڈی گارڈ دوسری بار گولیاں کھا کر ساکت ہو گئے۔

"اسے بے ہوش کر دو میں باہر دیکھتا ہوں"...... عمران نے تیز لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک باڈی گارڈ کے ہاتھ سے گر کر دروازے کے قریب گرنے والی مشین گن جھپٹی اور تیزی سے باہر نکل گیا۔ چوہان نے نیچے گر کر اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے سردار خان کی کنپٹی پر لات جڑ دی اور بڑا خان ایک اور چیخ مار کر ایک جھٹکے سے ساکت ہو گیا۔ باہر سے فائرنگ کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ چوہان نے بڑے خان کے بے ہوش ہوتے ہی جھپٹ کر دوسرے باڈی گارڈ کے ہاتھ سے نکل کر ایک طرف گری ہوئی مشین گن اٹھائی اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا لیکن ابھی وہ برآمدے میں پہنچا ہی تھا کہ دوسری طرف سے عمران واپس آتا دکھائی دیا۔

"آٹھ آدمی تھے۔ ان سب کو ختم کر دیا ہے لیکن ان کی لاشوں کو ٹھکانے لگانا ضروری ہے۔ تم یہیں اس سردار خان کے پاس ٹھہرو میں آ رہا ہوں"...... عمران نے کہا اور چوہان تیزی سے واپس مڑ کر اندر کمرے میں آ گیا جہاں فرش پر سردار خان بے ہوش پڑا تھا۔ پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد عمران کمرے میں واپس آیا۔

"اسے اٹھاؤ اور میرے پیچھے آ جاؤ"...... عمران نے چوہان سے

مخاطب ہو کر فرش پر پڑے ہوئے سردار خان کی طرف اشارہ کر۔
ہوئے کہا تو چوہان نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن کاندھے ۔
لٹکائی اور جھک کر اس نے دونوں ہاتھوں سے بے ہوش سردار خان
اٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور کمرے سے باہر آگیا۔ عمران آگے آگے چل ر
تھا۔ مختلف راہداریوں میں گھومنے کے بعد وہ ایک بڑے تہہ خانے میں
پہنچ گئے ۔ جہاں ایک طرف پیٹیوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ پیٹیوں پر چھپے
ہوئے بڑے بڑے الفاظ سے صاف ظاہر تھا کہ ان پیٹیوں میں غیر ملکی
شراب کی بوتلیں ہیں ۔ ان پیٹیوں کے علاوہ یہ تہہ خانہ باقاعدہ دفتر،
میٹنگ روم اور خواب گاہ تین حصوں میں بٹا ہوا تھا۔

"اس کا لباس اتار کر خود پہن لو اور اپنا لباس اسے پہنا دو اور پ
اسے رسی سے جکڑ دینا میں اس دوران کار سے میک اپ باکس لے
آؤں"۔ عمران نے کہا اور تیزی سے مڑ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ
گیا۔ چوہان نے عمران کے حکم کی تعمیل شروع کر دی اور جب عمران
واپس آیا تو چوہان نہ صرف لباس تبدیل کر چکا تھا بلکہ اس نے سردار
خان کو ایک کرسی پر رسی سے جکڑ بھی دیا تھا۔

"بیٹھو پہلے تمہارے چہرے پر اس کا میک اپ کر دوں تاکہ تم اس
کا کردار ادا کر سکو"...... عمران نے چوہان سے کہا اور چوہان ایک کرسی
پر بیٹھ گیا۔ عمران نے باکس کھولا اور اس کے ہاتھ تیزی سے چوہان کے
چہرے پر چلنے شروع ہو گئے ۔ تھوڑی دیر بعد جب عمران نے میک اپ
باکس میں موجود آئینہ اٹھا کر چوہان کے ہاتھ میں دیا تو چوہان اپنے آپ

ی نہ پہچان سکا۔

"کمال ہے ۔ آپ نے تو واقعی مجھے سردار خان بنا ڈالا ہے ۔ آنکھوں
ی سرخی بھی ویسے ہی ہے"...... چوہان نے مسکراتے ہوئے کہا تو
ان بھی ہنس پڑا۔

"سردار خان جیسا لہجہ اب تم بنا کر مجھے جھڑکو تب لطف آئے
ا"...... عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ایک لمحے میں صورت غائب کر دو ورنہ میں خود غائب ہو جاؤں
"...... چوہان نے سردار خان کی طرح کڑکدار لہجے میں کہا تو عمران
بے اختیار قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔ پھر اس نے اس کے لہجے میں معمولی سی
ترمیم کرائیں اور تھوڑی سی مشق کے بعد جب عمران پوری طرح
مطمئن ہو گیا تو وہ اصل سردار خان کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس نے
ن کا ناک اور منہ دونوں ہاتھوں سے بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد سردار
ن کے جسم میں حرکت کے تاثرات نمودار ہونے لگے تو عمران پیچھے
ٹ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد سردار خان کی آنکھیں
یک جھٹکے سے کھل گئیں لیکن اس کی آنکھوں میں چھائی ہوئی دھند بتا
ہی تھی کہ ابھی وہ لاشعوری کیفیت میں ہے ۔ لیکن آہستہ آہستہ یہ
ھند صاف ہوتی گئی اور پھر جیسے ہی اس کی نظریں سامنے بیٹھے ہوئے
وہان پر پڑیں اس نے بے اختیار چونک کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن
ندھا ہونے کی وجہ سے وہ صرف کسمسا کر رہ گیا۔

"یہ ۔ یہ سب کیا ہے ۔ یہ میرا ہمشکل یہ کون ہے ۔ تم ۔ تم نے مجھے

باندھ دیا ہے۔ کون ہو تم"...... سردار خان نے بری طرح گڑبڑا
ہوئے لہجے میں کہا۔ شدید حیرت اور بوکھلاہٹ کی وجہ سے اس کے
سے وہ کڑک اور غصہ یکسر غائب ہو چکا تھا۔
"تمہارے باڈی گارڈوں سمیت اس رہائش گاہ میں موجود مزید
افراد کی لاشیں اس رہائش گاہ کے نیچے سے بہنے والے پہاڑی نالے
پہنچ چکی ہیں سردار خان اور تم نے جس انداز کے انتظامات کر رکھے
انہیں دیکھ کر مجھے یقین ہے کہ تم اپنے مخالفوں کی لاشیں بھی ا
پہاڑی نالے میں ہی پھنکوا دیتے ہو گے"...... عمران نے سنجیدہ
میں کہا۔
"تم۔ تم کون ہو۔ تم سرکاری آدمی نہیں ہو سکتے۔ سرکاری آد
اس طرح قتل وغارت نہیں کرتے۔ کون ہو تم۔ اوہ۔ اوہ۔ کہ
تمہارا تعلق اس گروپ سے تو نہیں ہے۔ جس میں وہ سیکرٹ ایجنٹ
علی عمران شامل ہے"...... سردار خان نے بات کرتے کرتے چونک
کر کہا۔
"تمہیں علی عمران کے بارے میں کیسے معلوم ہو گیا ہے۔ ہما
ایجنسی کو اسی نے اطلاع دی تھی"...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں ک
"ایجنسی کو تو کیا تمہارا واقعی تعلق ملٹری انٹیلی جنس سے ہے
لیکن ملٹری انٹیلی جنس والے تو اس طرح کی حرکتیں نہیں کرتے ج
طرح کی تم کر رہے ہو۔ یہ۔ یہ میرا ہمشکل کون ہے۔ اوہ۔ اوہ۔
سمجھ گیا تو یہ وہی تمہارا ساتھی ہے۔ تم نے اس پر میک اپ کیا ہے

کیا میک اپ اس قدر مکمل بھی ہو سکتا ہے۔ نہیں۔ ایسا نہیں ہو
تو پھر۔ یہ۔ یہ"...... سردار خان کی ذہنی حالت واقعی حیرت کی
ت سے خراب ہو رہی تھی۔
"تم سے جو پوچھا جا رہا ہے وہ بتاؤ اور یہ سن لو یہ واقعی میرا ساتھی
ہ اور اس پر تمہارا میک اپ کر دیا گیا ہے۔ اسے تمہارا لباس بھی پہنا
یا گیا ہے۔ تم خود اس کے لباس میں ہو۔ ایسا اس لئے کیا گیا ہے تاکہ
ں حالات سامنے آ سکیں ہم نے ہر صورت میں اصل حالات کی
رٹ حاصل کرنی ہے۔ اگر تم نے تعاون نہ کیا تو پھر میرا یہ ساتھی
مستقل طور پر سردار خان بن جائے گا اور تمہاری لاش بھی اسی پہاڑی
ے میں پھینک دی جائے گی"...... عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا
"نہیں نہیں ایسا مت کرو۔ خدا کے لئے ایسا مت کرو۔ سنو مجھ
ے جتنی دولت چاہو لے لو لیکن ایسا مت کرو۔ مجھے مت مارو"۔ سردار
ن نے انتہائی منت بھرے اور گڑگڑاتے ہوئے لہجے میں کہا۔ موت
منے نظر آتے ہی اسکی ساری اکڑ فوں ایک لمحے میں غائب ہو گئی تھی۔
"تو پھر سب کچھ تفصیل سے بتا دو تاکہ ہم حکومت کو رپورٹ کر
فارغ ہو جائیں"...... عمران نے کہا۔
"مم۔ مم میں بتا دیتا ہوں لیکن مجھ سے وعدہ کرو حلف اٹھا کر وعدہ
و کہ تم مجھے نہیں مارو گے"...... سردار خان نے کہا۔
"کوئی وعدہ نہیں ہو سکتا۔ اگر اعتماد کر سکتے ہو تو کرو ورنہ میں
ف ایک بار ٹریگر دباؤں گا اور تمہیں شاید قبر بھی نصیب نہ ہو سکے گی

باقی حالات میرا ساتھی تمہارے روپ میں خود ہی معلوم کر ۔
گا"...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے جیب
سے سائیلنسر لگا ریوالور لے کر ہاتھ میں پکڑ لیا ۔ یہ وہی ریوالور تھا ج
کی مدد سے اس نے سردار خان کے باڈی گارڈز کو ہلاک کیا تھا ۔
"میں بتادیتا ہوں ۔ سب کچھ بتادیتا ہوں"...... سردار خان نے
زیادہ خوفزدہ ہوتے ہوئے کہا اور پھر اس نے اس فیکٹری کے بارے
تفصیلات بتانی شروع کر دیں ۔ ساتھ ہی اس نے یہ بھی بتادیا کہ ا
خان اس میں اس کا بزنس شریک ہے اور اس نے فون پر ساری با
اسے بتادی تھی ۔
"اگر تم اس فیکٹری میں جانا چاہو ۔ تو تم کیا کرو گے"...... عم
نے پوچھا ۔
"وہ ۔ وہ اعظم خان ہی لے جا سکتا ہے ۔ وہی انتظام کرنے والا
مجھے تو کچھ معلوم نہیں ہے"...... سردار خان نے جواب دیا ۔
"اعظم خان کو تم یہاں بلوا سکتے ہو"...... عمران نے چند
خاموش رہنے کے بعد کہا ۔
"نہیں وہ نہیں آئے گا وہ بے حد ہوشیار آدمی ہے ۔ اسے شک
جائے گا"...... سردار خان نے کہا ۔
"ٹھیک ہے پھر تم تو پہاڑی نالے میں تیرتے نظر آؤ ۔ میرا سا
خود ہی اسے بلا لے گا ۔ تم پھر ہمارے لئے بیکار ہی ثابت ہوئے
عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ

ہوئے ریوالور کا رخ سردار خان کی پیشانی کی طرف کر دیا ۔ اس
چہرے پر یکلخت انتہائی سفاکی کے تاثرات ابھر آئے تھے ۔
"رک جاؤ مت مارو مجھے رک جاؤ میں بلواتا ہوں میں بلواتا ہوں
رک جاؤ"...... سردار خان نے بری طرح چیختے ہوئے کہا ۔
"سنو اگر تم نے اسے کوئی اشارہ کرنے کی کوشش کی یا اگر اس
نے یہاں فوری طور پر آنے سے انکار کر دیا تو پھر تمہاری موت پلک
جھپکنے میں آجائے گی اور اس کے بعد کیا ہوتا ہے ۔ کیا نہیں ہوتا ۔ وہ ہم
خود سنبھال لیں گے ۔ لیکن اگر تم نے اسے یہاں بلا لیا تو میرا وعدہ کہ
ہم اس سے بھی مکمل معلومات حاصل کر کے تم دونوں کو زندہ چھوڑ کر
چلے جائیں گے ۔ کیونکہ ہم نے صرف رپورٹ کرنی ہے ۔ یہ کام حکومت
کا ہے کہ وہ اس اسلحہ فیکٹری کے بارے میں کیا فیصلہ کرتی ہے"۔
عمران نے سرد لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا ۔
"میں بلاتا ہوں ۔ وہ آئے گا ۔ میں کوئی اشارہ نہ کروں گا"۔ عمران
کی توقع کے عین مطابق سردار خان نے کہا ۔ عمران نے ہاتھ میں پکڑا
ہوا ریوالور جیب میں ڈالا اور کرسی سے اٹھ کر وہ ایک طرف بنے ہوئے
دفتر نما حصے کی طرف بڑھ گیا ۔ وہاں کارڈلیس فون موجود تھا ۔ عمران
نے فون پیس اٹھایا اور واپس اس حصے میں آگیا جہاں چوہان کے ساتھ
سردار خان موجود تھا ۔
"نمبر بتاؤ"...... عمران نے سردار خان سے مخاطب ہو کر کہا تو
سردار خان نے نمبر بتا دیا ۔ عمران نے نمبر پریس کرنے سے پہلے اس

میں موجود لاؤڈر کا بٹن آن کیا اور پھر سردار خان کے بتائے ہوئے نمبر
ڈائل کر کے اس نے فون پیس کو اس کے کان اور منہ سے لگا دیا۔
دوسری طرف گھنٹی بج رہی تھی۔

"یس اعظم خان بول رہا ہوں"...... کافی دیر تک گھنٹی بجنے کے بعد
ایک بھاری آواز سنائی دی۔

"اعظم خان میں بڑا خان بول رہا ہوں"...... سردار خان نے اپنے
مخصوص کڑک دار لہجے میں کہا تو عمران نے تحسین آمیز انداز میں
اثبات میں سرہلا دیا۔

"آپ۔آپ نے کیسے فون کیا"...... دوسری طرف سے اعظم خان
کے لہجے میں حیرت تھی جیسے سردار خان کا اسے فون کرنا انتہائی غیر
متوقع بات ہو۔

"میرے پاس ملٹری انٹیلی جنس کے دو کرنل موجود ہیں۔ وہ
دارالحکومت سے آئے ہیں۔ ملٹری انٹیلی جنس کے چیف نے انہیں
بھیجا ہے۔ کیونکہ اس سیکرٹ ایجنٹ عمران نے حکومت کو رپورٹ
دی ہے کہ سردار خان بردہ فروشی ہے اور اس نے راکوش میں بردہ
فروش کا بڑا اڈہ بنایا ہوا ہے۔ میں نے انہیں پوری طرح مطمئن کر دیا
ہے۔ چونکہ تم یہاں کے پولیس چیف ہو۔ اس لئے وہ اس بارے میں
تمہارا بیان بھی لینا چاہتے ہیں۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم اپنا بیان
میرے سامنے دو۔ اس لئے تم فوراً میرے ڈیرے پر آ جاؤ"...... سردار
خان نے اسی طرح بارعب لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ نے چیک کرا لیا ہے کہ وہ واقعی ملٹری انٹیلی جنس کے ہی
کرنل ہیں"...... دوسری طرف سے اعظم خان نے تشویش بھرے لہجے
میں کہا۔

"تو تم ہمیں احمق سمجھتے ہو۔ ہم نے نہ صرف ان کے شناختی کارڈ
چیک کرائے ہیں بلکہ ملٹری انٹیلی جنس کے چیف سے بھی فون پر
تصدیق کر لی ہے"...... سردار نے پہلے سے زیادہ غصیلے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں آ رہا ہوں"...... اعظم خان نے جواب دیا۔

"جلدی آؤ تاکہ یہ تمہارا بیان لے کر یہاں سے جلدی جا سکیں تم
جانتے ہو کہ میں سرکاری آدمیوں کو زیادہ دیر تک اپنے ڈیرے پر
برداشت کرنے کا عادی نہیں ہوں"...... سردار خان نے کہا۔

"میں جانتا ہوں خان میں ابھی پہنچ رہا ہوں"...... دوسری طرف
سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ عمران نے فون پیس
ہٹایا اور اسے آف کر دیا۔

"گڈ تم نے واقعی میری ہدایات کے مطابق کام کیا ہے۔ اسے یہاں
پہنچنے میں کتنی دیر لگے گی"...... عمران نے کہا۔

"زیادہ دیر نہیں لگے گی وہ بیس پچیس منٹ میں یہاں پہنچ جائے
گا"...... سردار خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوکے میں باہر پھاٹک پر جا رہا ہوں۔ تم یہیں بیٹھو"...... عمران
نے چوہان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا اس تہہ خانے
کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

ٹیلی فون کی گھنٹی بجتے ہی میز کے پیچھے کرسی پر بیٹھے ہوئے پولیس چیف اعظم خان نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس"....... اعظم خان کا لہجہ انتہائی بارعب تھا۔

"سپاہی رحمت دین بول رہا ہوں جناب میں نے آدم خان کا سراغ لگا لیا ہے جناب"۔ دوسری طرف سے ایک مدھم سی آواز سنائی دی۔

"کہاں ہے وہ"....... اعظم خان نے چونک کر پوچھا۔

"اس کی کار ساران کالونی کی ایک کوٹھی میں موجود ہے جناب"....... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"تم کہاں سے فون کر رہے ہو"....... اعظم نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"کالونی کے پبلک فون بوتھ سے جناب"....... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کیا نمبر ہے اس کوٹھی کا"....... اعظم خان نے ہونٹ چباتے

ہوئے پوچھا۔

"ایک سو آٹھ جناب"....... دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"تم وہیں رکو میں انسپکٹر عظمت کو بھیج رہا ہوں۔ باقی کارروائی وہ کرے گا۔ تم نے اس کی رہنمائی کرنی ہے"....... اعظم خان نے تیز لہجے میں کہا اور رسیور رکھ کر اس نے میز کے کونے پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا دوسرے لمحے دروازہ کھلا اور ایک باوردی سپاہی نے اندر آکر باقاعدہ سیلوٹ کیا۔

"انسپکٹر عظمت کو بلاؤ فوراً"....... اعظم خان نے کہا تو سپاہی ایک بار پھر سیلوٹ کر کے تیزی سے مڑا اور باہر چلا گیا۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک لمبے قد اور بھاری جسم کا آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کے جسم پر انسپکٹر کی یونیفارم تھی۔ اس نے بھی اندر آکر سیلوٹ کیا۔

"انسپکٹر عظمت بیٹھ جاؤ اور میری ہدایات سنو۔ تم نے ابھی ایک کارنامہ سرانجام دینا ہے اور اگر تم نے یہ کارنامہ میری مرضی کے مطابق سرانجام دے دیا تو تمہیں ابھی اور اسی وقت چیف انسپکٹر بنا دیا جائے گا"....... اعظم خان نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"یس سر حکم کی پوری پوری تعمیل ہو گی سر"....... انسپکٹر عظمت نے میز کی دوسری طرف پڑی ہوئی کرسی پر مؤدبانہ انداز میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

"میرے بزنس منیجر آدم خان کو اس کے دفتر سے اغوا کیا گیا ہے۔ اغوا کرنے والے چھ افراد ہیں۔ جن کا تعلق دارالحکومت سے ہے۔ ان

کے ساتھ ایک مقامی آدمی کرنل آفتاب بھی بتایا گیا ہے۔ یہ لوگ
بہت بڑے مجرم ہیں۔ میں نے ان کی تلاش کا حکم سارے مخبروں کو
دے دیا تھا۔ سپاہی احمد دین نے انہیں تلاش کر لیا ہے۔ اس کی کار
ساران کالونی کی کوٹھی نمبر ایک سو آٹھ میں کھڑی دیکھی گئی ہے۔
مجرم بھی یقیناً اسی کوٹھی کے اندر موجود ہوں گے۔ میں ان سب کو
زندہ گرفتار کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن چونکہ یہ انتہائی خطرناک مجرم ہیں
اس لئے اگر تم نے عام پولیس کے انداز میں ریڈ کیا تو یہ یقیناً فرار ہو
جائیں گے اور پھر ان کو ٹریس کرنا محال ہو جائے گا۔ تم ایسا کرو کہ
سپیشل اسکواڈ کو ساتھ لو اور سپیشل سٹور سے بے ہوش کر دینے والی
گیس کے پسٹل بھی لے لو اور اس کوٹھی کو گھیر کر اس کے اندر یہ
گیس اتنی مقدار میں فائر کر دو کہ یہ بے ہوش ہو جائیں۔ اس کے بعد
اندر داخل ہو کر انہیں گرفتار کرو اور انہیں سپیشل سنٹر پہنچا دو۔
سپیشل سنٹر کے انچارج انسپکٹر عارف کو میں فون کر دوں گا۔ تم جیسے
ہی انہیں وہاں پہنچاؤ گے وہ مجھے فون کر دے گا۔ تم نے پھر واپس آ جانا
ہے اگر تم انہیں اس طرح بے ہوش کر کے سپیشل سنٹر پہنچانے میں
کامیاب ہو گئے تو تمہیں فوری ترقی دے کر چیف انسپکٹر بنا دیا جائے
گا"...... اعظم خان نے تیز لہجے میں کہا۔

"آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی جناب"...... انسپکٹر عظمت نے فوراً
اٹھ کر ایک بار پھر سیلوٹ مارتے ہوئے کہا۔

"سپیشل ٹرانسمیٹر ساتھ لے جاؤ اور جب انہیں گرفتار کرو تو مجھے

کال کر کے رپورٹ دو"...... اعظم خان نے دوسرا حکم دیتے ہوئے کہا۔

"یس سر"...... انسپکٹر عظمت نے کہا اور ایک بار پھر سیلوٹ مار کر
وہ تیزی سے مڑا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ اعظم خان نے ایک بار پھر
میز کے کنارے پر لگا ہوا بٹن دبا دیا۔ دوسرے لمحے وہی باوردی سپاہی
جو شاید اس کا چپڑاسی تھا اندر داخل ہوا اور اس نے اسے باقاعدہ سیلوٹ
مارا۔

"الماری سے سپیشل ٹرانسمیٹر نکال کر یہاں میز پر رکھو"...... اعظم
خان نے تیز لہجے میں اسے حکم دیتے ہوئے کہا۔

"یس سر"...... چپڑاسی نے کہا اور تیزی سے ایک طرف دیوار کے
ساتھ رکھی ہوئی لوہے کی الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری
کھولی اور اس کے نچلے خانے میں موجود ایک بڑا سا ٹرانسمیٹر نکال کر اس
نے بڑے مؤدبانہ انداز میں اعظم خان کے سامنے رکھا اور سیلوٹ مار
کر وہ دفتر سے باہر نکل گیا۔ اعظم خان نے ٹرانسمیٹر پر ایک مخصوص
فریکوئنسی ایڈجسٹ کی اور پھر اس کا رسیونگ بٹن آن کرنے کے بعد
اس نے ہاتھ بڑھا کر فون کا رسیور اٹھا لیا اور اس نے کریڈل پر دو تین
بار ہاتھ مارا۔

"یس سر"...... دوسری طرف سے اس کے پی اے کی مؤدبانہ آواز
سنائی دی۔

"جب تک میں دوسری ہدایات نہ دوں۔ مجھے کسی طرح بھی
ڈسٹرب نہ کیا جائے"...... اعظم خان نے تیز لہجے میں کہا اور اس کے

ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔ اب اسے انسپکٹر عظمت کی کال کا انتظار تھا۔ تقریباً ایک گھنٹے کے طویل اور شدید انتظار کے بعد ٹرانسمیٹر سے کال آنا شروع ہو گئی تو اعظم خان نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر اس کا بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو ہیلو انسپکٹر عظمت کالنگ اوور"...... ٹرانسمیٹر سے انسپکٹر عظمت کی آواز سنائی دی۔

"یس اوور"...... اعظم خان نے رعب دار لہجے میں کہا۔

"سر میں نے کوٹھی میں بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کی اور پھر جب گیس کے اثرات ختم ہوئے تو میں سپیشل اسکواڈ کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ کوٹھی میں پانچ افراد بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ جن میں سے ایک مقامی آدمی کرنل آفتاب بھی ہے اور جناب کوٹھی کے ایک کمرے سے آدم خان کی لاش بھی ملی ہے۔ اسے گولی مار کر ہلاک کیا گیا ہے اوور"...... انسپکٹر عظمت نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"آدم خان کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ ویری بیڈ۔ اوور"...... اعظم خان نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"یس سر اوور"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"وہاں اس کرنل آفتاب سمیت سات افراد ہونے چاہئے تھے۔ جب کہ تم کہہ رہے ہو کہ وہاں پانچ ہیں باقی دو کہاں ہیں اوور"۔ اعظم خان نے چیختے ہوئے کہا۔

"سر میں کیا بتا سکتا ہوں۔ یہ لوگ تو بے ہوش ہیں اوور"۔ انسپکٹر

عظمت نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم نے اچھی طرح کوٹھی کی تلاشی لے لی ہے۔ اس میں کوئی تہہ خانہ تو نہیں ہے اوور"...... اعظم خان نے اسی طرح تیز لہجے میں کہا۔

"میں نے تلاشی لے لی ہے جناب اس میں کوئی تہہ خانہ نہیں ہے اوور"...... دوسری طرف سے انسپکٹر نے کہا۔

"اوکے تم ایسا کرو کہ ان سب بے ہوش افراد کو آدم خان کی لاش سمیت سپیشل سنٹر پہنچا دو اور سپیشل اسکواڈ کو اور اس مخبر سپاہی احمد دین کو وہیں باہر پہرے پر چھوڑ دو۔ ہو سکتا ہے کہ وہ دونوں کہیں گئے ہوئے ہوں۔ سپیشل اسکواڈ کو کہہ دو کہ جیسے ہی وہ دونوں واپس آئیں انہیں گولی سے اڑا دیا جائے اور تم بھی ان افراد کو سپیشل سنٹرل چھوڑ کر وہیں واپس پہنچ جانا اوور"...... اعظم خان نے کہا۔

"ان دو آنے والوں کو ہلاک کر دیا جائے جناب اوور"...... عظمت خان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں وہ قاتل ہیں انہوں نے آدم خان کو ہلاک کیا ہے اور خطرناک مجرم ہیں اس لئے ان کی فوری ہلاکت ضروری ہے اوور"۔ اعظم خان نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"ان بے ہوش افراد کو بھی گولی مار دی جائے جناب یا اوور"۔ انسپکٹر عظمت نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"نانسنس۔ انہیں اس بے ہوشی کے عالم میں سپیشل سنٹر پہنچا دو۔ فی الحال آدم خان کے انتقام کے طور پر دو مجرموں کی ہلاکت کافی ہے۔

ان سے پہلے وہاں پوچھ گچھ کی جائے گی۔ہو سکتا ہے۔ان کے اور ساتھی
بھی راکوش میں موجود ہوں۔ پھر انہیں بھی ہلاک کر دیا جائے گا۔
کیونکہ آدم خان کو ہلاک کر کے انہوں نے اپنے اوپر قانونی کارروائی کے
سارے راستے خود ہی بند کر دیئے ہیں اوور"...... اعظم خان نے غصے
سے چیختے ہوئے کہا۔

"یس سر اوور"...... دوسری طرف سے انسپکٹر عظمت کی سہمی ہوئی
آواز سنائی دی۔

"اوور اینڈ آل"...... اعظم خان نے اسی طرح غراتے ہوئے کہا اور
ٹرانسمیٹر آف کر کے اس نے رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر ڈائل کرنے
شروع کر دیئے۔

"یس سپیشل سنٹر"...... چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہوتے ہی ایک
کرخت سی آواز سنائی دی۔

"انسپکٹر عارف سے بات کراؤ۔پولیس چیف بول رہا ہوں"۔اعظم
خان نے سخت لہجے میں کہا۔

"یس سر"...... دوسری طرف سے بولنے والے کا لہجہ یکلخت انتہائی
مؤدبانہ ہو گیا تھا۔

"یس سر انسپکٹر عارف بول رہا ہوں سر"...... چند لمحوں بعد ایک اور
مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"انسپکٹر عارف میرے حکم پر انسپکٹر عظمت پانچ بے ہوش افراد کے
ساتھ ساتھ میرے بزنس منیجر آدم خان کی لاش لے کر تمہارے پاس آ

رہا ہے۔انسپکٹر عظمت سے پوچھ لینا کہ انہیں کس گیس سے بے
ہوش کیا گیا ہے۔پھر ان پانچوں افراد کو بلیک روم میں زنجیروں میں
جکڑ دینا۔لیکن انہیں اس وقت تک ہوش میں نہیں لے آنا جب تک
میں خود سپیشل سنٹر نہ پہنچ جاؤں۔میں انہیں اپنے سامنے ہوش میں
لا کر ان سے پوچھ گچھ کروں گا۔آدم خان کی لاش بھی وہیں رکھوا
دینا"...... اعظم خان نے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"یس سر حکم کی تعمیل ہو گی سر"...... دوسری طرف سے جواب دیا
گیا تو اعظم خان نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

"آدم خان کو ہلاک کر کے انہوں نے اپنے لئے عبرت ناک موت
مقدر کر دی ہے"...... اعظم خان نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔اب اسے
انسپکٹر عارف کی طرف سے کال آنے کا انتظار تھا کہ اچانک کمرے میں
ایک مختلف انداز کی گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی تو کرسی پر بیٹھا ہوا
اعظم خان بے اختیار چونک پڑا۔وہ تیزی سے کرسی سے اٹھا اور عقبی
دیوار میں موجود دروازے کی طرف بڑھ گیا۔دروازہ کھول کر وہ عقبی
طرف بنے ہوئے ایک چھوٹے سے کمرے میں پہنچ گیا۔یہ اس کا ریسٹ
روم تھا۔گھنٹی کی وہ مخصوص آواز یہاں بھی سنائی دے رہی تھی۔اعظم
خان تیزی سے دیوار میں نصب ایک الماری کی طرف بڑھ گیا۔گھنٹی کی
آواز اس الماری سے ہی سنائی دے رہی تھی۔

"بڑے خان کی کال اور سپیشل فون پر کوئی خاص الخاص بات ہی
ہو سکتی ہے"...... اعظم خان نے الماری کھولتے ہوئے بڑبڑا کر کہا اور

الماری کھول کر اس نے ایک خانے میں رکھے ہوئے سرخ رنگ کا فون اٹھایا اور اسے کمرے میں موجود میز پر رکھ کر اس کا رسیور اٹھا لیا۔

"یس اعظم خان بول رہا ہوں"...... اعظم خان نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"اعظم خان میں بڑا خان بول رہا ہوں"...... دوسری طرف سے بڑے خان کی کڑک دار آواز سنائی دی اور اعظم خان ایک بار پھر چونک پڑا۔

"آپ۔ آپ نے کیسے فون کیا"...... اعظم خان نے لہجے میں حیرت پیدا کرتے ہوئے کہا۔ کیونکہ بڑے خان نے فون پر اپنا نام سردار خان کی بجائے خود کو بڑا خان کہا تھا اور یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ بڑا خان کسی مشکل میں گرفتار ہے۔ یہ ان کے درمیان پہلے سے طے شدہ ایک کوڈ تھا۔

"میرے پاس ملٹری انٹیلی جنس کے دو کرنل موجود ہیں۔ وہ دارالحکومت سے آئے ہیں"...... بڑے خان نے بات کرتے ہوئے تفصیل بتانی شروع کر دی اور اعظم خان کے ذہن میں دو کرنلوں کا سن کر فوراً انسپکٹر عظمت کی رپورٹ آ گئی جس کی رپورٹ کے مطابق کوٹھی سے دو افراد غائب تھے۔

"کیا آپ نے چیک کر لیا ہے کہ وہ واقعی انٹیلی جنس کے ہی کرنل ہیں"...... اعظم خان نے جان بوجھ کر پوچھا اور پھر بڑے خان نے اس کا جو جواب دیا اس سے اعظم خان سمجھ گیا کہ بڑے خان کے پاس پہنچنے

ے وہی دونوں آدمی ہیں اور یقیناً انہوں نے بڑے خان کو مجبور کر یہ فون کرایا ہے۔ کیونکہ بڑے خان نے جواب میں شناختی کارڈز کی گ کے ساتھ ساتھ ملٹری انٹیلی جنس کے چیف سے بات کرنے کا تھا اور یہ فقرات خصوصی کوڈ تھے۔

"ٹھیک ہے میں آ رہا ہوں"...... اعظم خان نے سپاٹ لہجے میں ب دیتے ہوئے کہا۔ اس کے جواب میں بڑے خان نے ایک بار پھر ے جلد آنے کی تاکید کی اور اس طرح اعظم خان کنفرم ہو گیا کہ وہ جو سوچ رہا تھا وہ درست ہے۔ اس نے رسیور کریڈل پر رکھا اور ری بند کر کے وہ تیزی سے واپس اپنے دفتر میں آیا۔ لیکن کرسی کی ف بڑھنے کی بجائے وہ تیز تیز قدم اٹھاتا بیرونی دروازے کی طرف بڑھ ۔ دروازے سے باہر کھڑے باوردی چپڑاسی نے اسے سیلوٹ کیا اعظم خان اس کے سیلوٹ کو نظر انداز کرتا ہوا تیزی سے ایک ف پورچ میں کھڑی اپنی مخصوص جیپ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ جیپ ساتھ باوردی ڈرائیور موجود تھا۔

"چلو راجہ ہاؤس چلو جلدی کرو"...... اعظم خان نے اچھل کر سائیڈ ٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا تو ڈرائیور بجلی کی سی تیزی سے ڈرائیونگ ٹ پر بیٹھا اور دوسرے لمحے جیپ کمان سے نکلنے والے تیر کی طرح تی ہوئی آگے بڑھتی چلی گئی۔ مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد ایک چھوٹے سے مکان کے گیٹ پر پہنچ کر ایک جھٹکے سے رکی تو خان تیزی سے نیچے اترا اور مکان کے بند پھاٹک کی طرف بڑھتا چلا

گیا۔ پھاٹک پر نمبروں والا تالہ لگا ہوا تھا۔ اعظم خان نے تیزی سے
ملائے۔ تالا کھولا اور پھر پھاٹک کو دھکیل کر وہ تیزی سے اندر کی طر
بڑھتا چلا گیا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ چلنے کی بجائے دوڑ رہا ہو۔
سالان عبور کر کے وہ برآمدے کی سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر پہنچا اور
ایک راہداری سے گزر کر وہ سیڑھیاں اترتا ہوا ایک تہہ خانے میں
گیا۔ تہہ خانے کی ایک دیوار کے ساتھ ایک بڑی سی مشین نصب
اس مشین کے سامنے پہنچ کر اعظم خان نے بجلی کی سی تیزی سے
کے مختلف حصوں کے بٹن آن کرنے شروع کر دیئے۔ چند لمحوں
مردہ مشین میں زندگی کی لہر سی دوڑ گئی اور ڈائلوں پر ساکت سو
حرکت کرنے لگیں اور مختلف چھوٹے بڑے بلب تیزی سے جلنے
لگے۔ اعظم خان نے ایک سرخ رنگ کا بٹن دبایا تو اس بٹن کے
لگی ہوئی چھوٹی سی سکرین روشن ہو گئی۔ اس پر ایک کمرے کا منظر
آیا لیکن یہ کمرہ خالی تھا۔ اعظم خان نے بٹن کے نیچے لگی ہوئی ناب
آہستہ آہستہ دائیں سے بائیں گھمانا شروع کر دیا۔ جیسے جیسے
گھومتی گئی۔ سکرین پر منظر بدلتے چلے گئے۔ چند لمحوں بعد جب
ایک کمرے کا منظر سکرین پر ابھرا اعظم خان نے ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔
کے ساتھ ہی اس کے چہرے پر شدید ترین حیرت کے تاثرات ابھر
کیونکہ اس منظر میں اسے کرسیوں پر دو سردار خان بیٹھے ہوئے نظ
رہے تھے۔ ایک سردار خان جس کے جسم پر تھری پیس سوٹ تھا
پر رسیوں سے بندھا بیٹھا ہوا تھا جب کہ اس کے سامنے ایک اور

ایک اور سردار بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے جسم پر سردار خان کا مخصوص
قبائلی لباس تھا۔

"یہ۔ یہ کیا چکر ہے"...... اعظم خان نے حیران ہو کر بڑبڑاتے
ہوئے کہا اور ابھی اس کی بڑبڑاہٹ جاری تھی کہ وہ ایک بار پھر چونک
پڑا۔ جب کہ دروازے سے ایک اور نوجوان اندر داخل ہوا۔ اس کے
جسم پر بھی تھری پیس سوٹ تھا۔

"تم تو کہہ رہے تھے کہ اعظم خان بیس پچیس منٹ کے اندر یہاں
پہنچ جائے گا۔ جب کہ اب چالیس منٹ گزر چکے ہیں۔ کہیں تم نے
اسے کوئی خاص اشارہ تو نہیں کر دیا"...... آنے والے کے ہونٹ ہلے
اور اس کی آواز مشین کے سب سے نیچے لگی ہوئی جالی میں سے سنائی
دے رہی تھی۔

"ہو سکتا ہے وہ کسی انتہائی ضروری کام میں پھنسا ہوا ہو۔ اس لئے
اسے دیر ہو گئی ہو۔ بہر حال وہ آجائے گا۔ میں نے جو بات بھی کی ہے
تمہارے سامنے ہی کی ہے"...... کرسی پر بندھے بیٹھے ہوئے سردار
خان نے جواب دیا اور اعظم خان پر ساری صورت حال واضح ہوتی چلی
گئی۔ اس نے بجلی کی سی تیزی سے ایک طرف لگے ہوئے سرخ رنگ
کے ہینڈل کو پکڑ کر ایک جھٹکے سے اپنی طرف کھینچا تو سکرین پر یکلخت
سرخ رنگ کی چادر سی چھا گئی۔ اعظم خان نے ہینڈل کو چھوڑ دیا تھا۔
اس لئے ہینڈل کھٹاک کی ہلکی سی آواز پیدا کرتے ہوئے واپس اپنی جگہ
ایڈجسٹ ہو چکا تھا۔ اعظم خان کی نظریں سکرین پر جمی ہوئی تھیں۔

سکرین گہری سرخ نظر آ رہی تھی لیکن رنگ آہستہ آہستہ غائب ہو
رہا تھا اور جب اعظم خان کو دوبارہ کمرے کا منظر نظر آنے لگا تو اس
چہرے پر اطمینان بھری مسکراہٹ رینگنے لگی۔ کیونکہ کمرے میں کر
پر بندھے بیٹھے سردار خان کی گردن بھی ڈھلکی ہوئی تھی۔ جب کہ کر
پر بیٹھا ہوا سردار خان پہلو کے بل نیچے فرش پر گرا ہوا تھا اور دوسرا آد
جو سردار خان سے بات کر رہا تھا وہ بھی فرش پر پڑا نظر آ رہا تھا۔ اع
خان چند لمحوں تک ان تینوں کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے ناب کو ایک
بار پھر گھمانا شروع کر دیا۔ سکرین پر ایک بار پھر منظر بدلنے لگ گئے
اسے سردار خان کے باڈی گارڈز اور دوسرے محافظوں کی تلاش تھ
لیکن سب کمرے خالی تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ پوری کوٹھی کا جائزہ لے
چکا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے مشین کے بٹن آف کئے اور پھر تی
سے مڑ کر واپس سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر راہداری میں پہنچا۔ اس
جیپ ابھی تک پھاٹک کے باہر موجود تھی۔ اعظم خان پھاٹک سے با
آیا۔ اس نے پھاٹک بند کیا اور نمبروں والا تالا لگانے کے بعد وہ جیپ
کی سائیڈ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"واپس ہیڈ کوارٹر چلو"...... اعظم خان نے کہا اور ڈرائیور نے
جیپ بیک کی اور پھر اسے موڑ کر وہ واپس ہیڈ کوارٹر کی طرف بڑھتا چلا
گیا۔ تھوڑی دیر بعد اعظم خان اپنے دفتر میں پہنچ چکا تھا۔ اس نے میز
پر رکھے ہوئے سپیشل ٹرانسمیٹر پر ایک فریکوئنسی ایڈجسٹ کی اور پھر اس
کا بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو ہیلو اعظم خان کالنگ اوور"...... بٹن آن کرتے ہی اس نے
بار بار کال دینا شروع کر دی۔

"یس سر انسپکٹر عظمت بول رہا ہوں سر اوور"...... چند لمحوں بعد
ٹرانسمیٹر میں سے انسپکٹر عظمت کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"کیا رپورٹ ہے انسپکٹر عظمت اوور"...... اعظم خان نے اس بار
رعب دار لہجے میں پوچھا۔

"جناب آپ کے حکم کے مطابق پانچوں بے ہوش افراد اور آدم خان
کی لاش سپیشل سنٹر میں انسپکٹر عارف کو پہنچا دی ہے اور اسے یہ بھی بتا
دیا ہے کہ ان لوگوں کو کس گیس سے بے ہوش کیا گیا ہے اور میں
آپ کے حکم کے مطابق یہاں واپس آگیا ہوں۔ ہم یہاں نگرانی کر رہے
ہیں لیکن ابھی تک وہ دونوں افراد واپس نہیں آئے اوور"...... انسپکٹر
عظمت نے تفصیلی رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"یہ دونوں افراد بڑے خان کے ڈیرے پر پہنچے تھے۔ جہاں میں نے
بڑے خان کی کال پر انہیں خصوصی انتظامات کے ذریعے بے ہوش کر
دیا ہے۔ تم ایسا کرو کہ سپیشل اسکواڈ کو لے کر فوراً بڑے خان کے
ڈیرے پر پہنچو۔ وہاں ایک کمرے میں بڑا خان جسے زبردستی تھری پیس
سوٹ پہنایا گیا تھا ایک کرسی پر رسی سے بندھے ہوئے بے ہوش ملیں
گے۔ اس کے ساتھ ہی فرش پر دو افراد بے ہوش پڑے ہوں گے۔ جن
میں سے ایک نے اپنے چہرے پر بڑے خان کا میک اپ کیا ہوا ہے اور
بڑے خان کا لباس اس نے پہن رکھا ہے اور دوسرا تھری پیس سوٹ

میں ہے ۔ بڑے خان سمیت ان دونوں افراد کو بھی سپیشل سنٹر میں انسپکٹر عارف کے پاس پہنچا دو اوور"...... اعظم خان نے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"یس سر اوور"...... دوسری طرف سے انسپکٹر عظمت نے جواب دیا

"یہ سارا کام کرنے کے بعد تم نے سپیشل اسکواڈ کو واپس بھیج دینا ہے اور خود واپس ہیڈ کوارٹر پہنچ جانا۔ میں اب سپیشل سنٹر جا رہا ہوں۔ وہاں سے واپسی پر تمہیں فوری ترقی دے دی جائے گی اوور اینڈ آل"...... اعظم خان نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے اس نے فون کا رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"سپیشل سنٹر"...... ایک کرخت سی مردانہ آواز سنائی دی۔

"انسپکٹر عارف سے بات کراؤ"...... اعظم خان نے کڑک دار لہجے میں کہا۔

"یس سر"...... دوسری طرف سے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

"ہیلو سر میں انسپکٹر عارف بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد انسپکٹر عارف کی آواز سنائی دی۔

"انسپکٹر عظمت بے ہوش افراد کو پہنچا گیا ہے"...... اعظم خان نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"یس سر پانچ بے ہوش افراد اور آدم خان کی لاش موصول ہو چکی ہے۔ میں نے ان بے ہوش افراد کو بلیک روم میں زنجیروں سے جکڑ دیا ہے اور آدم خان کی لاش بھی آپ کے حکم کے مطابق وہیں بلیک

روم میں رکھوادی ہے"...... انسپکٹر عارف نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"سنو بڑے خان کے ڈیرے پر ان پانچ ملزموں کے دو ساتھی پہنچے۔ انہوں نے وہاں بڑے خان کو بے ہوش کر کے ان میں سے ایک نے اپنے چہرے پر بڑے خان کا میک اپ کیا اور بڑے خان کا لباس پہن لیا جب کہ بڑے خان کو اس نے اپنا تھری پیس سوٹ پہنا دیا اور پھر انہیں ایک کرسی پر رسی سے باندھ دیا۔ مجھے خفیہ اطلاع ملی تو میں نے خصوصی انتظامات کے تحت ان کو بے ہوش کر دیا ہے۔ بڑے خان کو بھی مجبوراً بے ہوش کرنا پڑا ہے۔ انسپکٹر عظمت بے ہوش بڑے خان اور ان دونوں بے ہوش مجرموں کو سپیشل سنٹر لا رہا ہے۔ تم انہیں وصول کرنے کے بعد بڑے خان کو جن کے جسم پر تھری پیس سوٹ ہے۔ سپیشل روم میں بیڈ پر لٹا دینا۔ جب کہ باقی دونوں مجرموں کو بھی بلیک روم میں ان کے ساتھیوں کے ساتھ زنجیروں سے جکڑ دینا اور جس مجرم نے بڑے خان کا میک اپ کیا ہے۔ سپیشل میک اپ واشر سے اس کا میک اپ واش کر دینا۔ چونکہ انہیں ایک خصوصی گیس سے بے ہوش کیا گیا ہے۔ اس لئے میں انہیں ہوش میں لانے کے لئے اس گیس کا تریاق لینے کے لئے فوجی چھاؤنی کے سپیشل سٹور جا رہا ہوں وہاں سے واپسی پر سپیشل سنٹر آؤں گا۔ میرے آنے تک تم نے ان سب مجرموں کا خاص طور پر خیال رکھنا ہے"...... اعظم خان نے تیز لہجے میں کہا۔

"یس سر حکم کی تعمیل ہو گی سر"...... دوسری طرف سے انسپکٹر

عارف نے جواب دیا اور اعظم خان نے رسیور کریڈل پر رکھا اور کرسی سے اٹھ کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ایک بار پھر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

عمران بڑے خان کی کوٹھی کے برآمدے میں کافی دیر تک کھڑا رہا۔ کیونکہ اعظم خان کے آنے پر وہ اسے وہیں پھاٹک پر ہی قابو میں کر لینا چاہتا تھا۔ بڑے خان کے کہنے کے مطابق اعظم خان نے بیس پچیس منٹ میں پہنچ جانا تھا۔ لیکن اسے وہاں کھڑے کھڑے تقریباً پینتیس چالیس منٹ کا طویل وقت گزر گیا تھا لیکن ابھی تک کوئی نہ آیا تھا۔

"اس کا مطلب ہے کہ سردار خان نے ضرور کوئی چکر چلا دیا ہے"...... عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور واپس مڑ گیا۔ چند لمحوں بعد وہ اس کمرے میں داخل ہوا جہاں چوہان اور سردار خان موجود تھے۔

"تم تو کہہ رہے تھے کہ اعظم خان بیس پچیس منٹ کے اندر یہاں پہنچ جائے گا۔ جب کہ اب چالیس منٹ گزر چکے ہیں۔ کہیں تم نے اسے کوئی خاص اشارہ تو نہیں کر دیا"...... عمران نے کرسی پر بندھے بیٹھے سردار خان سے مخاطب ہو کر سخت لہجے میں کہا۔

"ہو سکتا ہے۔ وہ کسی انتہائی ضروری کام میں پھنسا ہوا ہو۔ اس لئے اسے دیر ہو گئی ہو۔ بہرحال وہ آجائے گا۔ میں نے جو بات بھی کی ہے۔ تمہارے سامنے ہی کی ہے"...... سردار خان نے جواب دیتے ہوئے کہا اور ابھی سردار خان کا فقرہ مکمل ہوا ہی تھا کہ اچانک چھت سے چٹک کی آواز سنائی دی اور دوسرے لمحے کمرہ تیز سرخ رنگ کی روشنی سے یکلخت بھر سا گیا اور اس سے پہلے کہ عمران کچھ سمجھتا۔ اس کا ذہن جیسے اچانک کیمرے کے شٹر کی طرح بند ہو گیا پھر جس طرح گہرے اندھیرے میں بجلی کی روشنی چمکتی ہے۔ اس طرح اس کے ذہن پر چھائے ہوئے اندھیرے میں بھی تیز روشنی سی چمکی اور آہستہ آہستہ اس کے ذہن پر موجود اندھیرے سکڑتے چلے گئے۔ اس کی آنکھیں کھل گئیں اور اس کے ساتھ ہی اس کا شعور بھی بیدار ہو گیا۔ شعور بیدار ہوتے ہی اسے پہلا احساس یہی ہوا کہ اس کا جسم نیچے کی طرف لٹکا ہوا ہے اور اس کے دونوں بازو اس کے سر کے اوپر ہیں اور بازوؤں پر بے پناہ زور پڑ رہا ہے۔ اس نے ایک لمحے کے لئے ادھر ادھر دیکھا اور دوسرے لمحے ساری صورت حال اس پر واضح ہو گئی۔ اس کے دونوں بازو اس کے سر کے اوپر زنجیروں سے بندھے ہوئے تھے اور بے ہوشی کی وجہ سے اس کا جسم نیچے کی طرف ڈھلکا ہوا تھا۔ اس نے اپنے جسم کو سنبھالا پھر وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا۔ اب اس کے بازوؤں پر پڑا ہوا بوجھ ختم ہو گیا تھا۔ اس لئے اس کے ساتھ ہی کلائیوں میں ہونے والی تکلیف بھی ختم ہو گئی۔ اس نے ایک بار پھر ادھر ادھر دیکھا

اور اس کے ساتھ ہی اس کے منہ سے بے اختیار ایک طویل سانس نکل گیا۔ اس بڑے سے کمرے کی اس دیوار کے ساتھ اس کے تمام ساتھی اور کرنل آفتاب بھی اسی طرح زنجیروں سے جکڑے ہوئے موجود تھے اور اس کے ساتھیوں اور کرنل آفتاب سب کے جسموں میں حرکت کے تاثرات نمودار ہو رہے تھے۔ عمران نے نظریں اٹھا کر اپنے ہاتھوں کو دیکھا اور اس کے ساتھ ہی اس کے لبوں پر بے اختیار اطمینان بھری مسکراہٹ رینگ گئی۔ اس کی کلائیوں میں موجود کڑے بٹنوں والے تھے۔ اس نے اپنی انگلیاں موڑیں اور مخصوص ورزش کی وجہ سے چند ہی لمحوں کی کوشش کے بعد اس کی انگلیاں ان بٹنوں پر پہنچ چکی تھیں۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ بٹن دبا کر ہاتھوں کو ان کڑوں سے آزاد کراتا۔ اچانک کمرے کا دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور عمران دروازے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ دروازے سے سردار خان داخل ہو رہا تھا۔ اس کے پیچھے ایک باوردی پولیس آفیسر تھا جس کے کاندھوں پر موجود سٹار بتا رہے تھے کہ وہ پولیس چیف ہے۔ ظاہر ہے وہ اعظم خان تھا۔ ان دونوں کے پیچھے دو مشین گنوں سے مسلح باوردی افراد تھے جن میں سے ایک کاندھوں پر لگے ہوئے سٹارز کے تحت انسپکٹر اور دوسرا بغیر سٹار کے سپاہی تھا۔ ان دونوں کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں۔ اسی لمحے عمران کو ساتھیوں کی کراہیں سنائی دیں اور وہ سمجھ گیا کہ وہ سب ہوش میں آ رہے ہیں۔

"تمہیں پوری طرح ہوش آگیا ہے علی عمران"...... سردار خان نے

عمران سے مخاطب ہو کر انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

"علی عمران ۔ میرا نام تو کرنل احمد جان ہے" ...... عمران نے مطمئن سے لہجے میں کہا۔

"ہم نے دارالحکومت سے سب کچھ معلوم کر لیا ہے ۔ تمہارا حلیہ تو ویسے بھی ہمارے پاس پہلے سے موجود تھا اور تمہارا نام بھی ۔ تمہارا نام علی عمران ہے اور تم سیکرٹ ایجنٹ بھی ہو اور ادھر یہ جو کھڑا ہوا ہے اس کا نام ٹائیگر ہے اور یہ دارالحکومت کا مشہور بدمعاش ہے ۔ کرنل آفتاب کو تو ہم پہلے سے ہی جانتے ہیں اور یہ چار آدمی یقیناً وہ فور سٹارز گروپ ہے جنہوں نے دارالحکومت میں ہمارے آدمیوں کا خاتمہ کیا ہے" ...... سردار خان نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"تم نے ہمیں کیسے بے ہوش کیا ہے ۔ مجھے اندازہ ہی نہ تھا کہ تم نے ایسے جدید انتظامات کر رکھے ہوں گے" ...... عمران نے کہا۔

"تمہارا کیا خیال تھا کہ ہم احمق ہیں ۔ اگر ہم اس قدر بڑی خفیہ اسلحہ فیکٹری آٹھ سال سے چلا سکتے ہیں تو ہم نے اپنی حفاظت کا کوئی انتظام نہ کیا ہوگا ۔ یہ تو میں ملٹری انٹیلی جنس کی وجہ سے مار کھا گیا اور تم سے ملنے وہاں پہنچ گیا اور پھر تم نے اچانک حملہ کر کے مجھے قابو میں کر لیا ۔ ورنہ تو تم ساری عمر بھی سر پٹختے رہتے ۔ تب بھی مجھ تک نہ پہنچ سکتے ۔ پھر تم سے حماقت ہوئی کہ تم نے اعظم خان کو بلانے کی بات کر دی ۔ اعظم خان کے ساتھ سیٹنگ پہلے ہی ہے ۔ چنانچہ میں نے تمہیں اس کا جو نمبر بتایا وہ سپیشل فون کا نمبر تھا ۔ پھر جو باتیں ہوئیں ۔

اس میں ایسے کوڈ موجود تھے کہ جسے تم سمجھ ہی نہ سکتے تھے ۔ چنانچہ اعظم خان ساری صورتحال سمجھ گیا اور پھر وہ میری کوٹھی کے قریب دوسری کوٹھی میں پہنچ گیا جہاں انتہائی جدید ترین مشین نصب ہے ۔ اس مشین کے ذریعے اس نے ساری کوٹھی چیک بھی کر لی اور ہمارے درمیان ہونے والی بات چیت بھی سن لی اور خفیہ سسٹم کے تحت بے ہوش کر دینے والی ریز فائر کر کے اس نے مجھے اور تم دونوں کو بے ہوش بھی کر دیا" ...... سردار خان نے بڑے فاتحانہ لہجے میں کہا۔

"یہ میرے ساتھی یہاں کیسے پہنچ گئے ہیں" ...... عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔

"تم نے میرے بزنس منیجر آدم خان کو اغوا کیا ۔ میرے مخبروں نے اس کوٹھی کو تلاش کر لیا جس میں آدم خان کی کار موجود تھی ۔ پھر سپیشل اسکواڈ نے اس کوٹھی میں فوری طور پر بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کر دی ۔ یہ سب لوگ بے ہوش ہو گئے ۔ اور سپیشل اسکواڈ نے میرے حکم پر ان سب کو وہاں سے اٹھا کر یہاں سپیشل سنٹر میں پہنچا دیا ہے" ...... اس بار اعظم خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تو اب تم کیا چاہتے ہو" ...... عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"تم سب کو اس لئے ابھی تک ہم نے زندہ رکھا ہوا ہے تاکہ تم سے معلوم کر سکیں کہ تم نے کس کے کہنے پر ہمارے خلاف یہ کام شروع کیا ہے ۔ کون ہے تمہارے پیچھے ہمیں اس شخصیت کا نام

چاہئے"...... اعظم خان نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"اگر میں صدر مملکت کا نام لے دوں تو تم کیا کرو گے"۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ہمیں اصل بات اگلوانی آتی ہے۔یہاں تمہاری مدد کو کوئی نہیں آئے گا اور اس کمرے میں بڑے بڑے بہادر بھی گھٹنے ٹیک دیتے ہیں۔ سمجھے۔اس لئے تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ تم ہمارے غضب کو آواز نہ دو ورنہ یہاں تمہاری ایک ایک ہڈی توڑ دی جائے گی"...... اس بار اعظم خان نے انتہائی غصیلے لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"سردار خان تو پھر بھی غیر سرکاری آدمی ہے۔ لیکن تم تو سرکاری آدمی ہو اور تم ایک سرکاری ادارے کو اس غیر قانونی اور غیر انسانی کام میں استعمال کر رہے ہو۔ اس لئے سردار خان تو قابل معافی ہو سکتا ہے تم نہیں"...... عمران کا لہجہ بے حد سرد ہو گیا تھا۔

"تم اس حالت میں بھی مجھے دھمکیاں دے رہے ہو۔ حالانکہ تمہاری زندگی میرے ایک اشارے پر منحصر ہے۔ سنو مجھے دھمکیاں دینے کی بجائے اصل آدمی کی نشاندہی کر دو۔ میں تمہیں چھوڑ دوں گا"...... اعظم خان نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہمیں تمہاری اس خفیہ اسلحہ فیکٹری سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی یہ ہماری فیلڈ ہے۔ ہم تو تمہاری فیکٹری میں سے ان افراد کو رہا کرانا چاہتے ہیں جنہیں تم نے پکڑ کر وہاں رکھا ہوا ہے"...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"او کے اگر تم مرنا ہی چاہتے ہو تو ٹھیک ہے"...... اعظم خان نے پہلے سے زیادہ غصیلے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے پیچھے کھڑے ہوئے انسپکٹر سے مشین گن جھپٹی اور اسے عمران کی طرف سیدھا کر دیا۔ اس کے چہرے پر یکلخت سفاکی کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"اگر سردار خان کہے تو میں اسے اصل آدمی کا نام بتا سکتا ہوں"...... اچانک عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے مجھے بتا دو"...... سردار خان نے ہاتھ اٹھا کر اعظم خان کو فائرنگ کرنے سے منع کرتے ہوئے کہا۔

"یہ سرکاری آدمی ہیں۔ ان کے سامنے سرکاری راز افشا نہیں کیا جا سکتا۔ یہ حلف کی خلاف ورزی ہو گی۔ ہم سب بندھے ہوئے ہیں تمہیں ہم سے تو کوئی خطرہ نہیں ہو سکتا۔ ان کو باہر بھیج دو پھر میں تمہیں اصل شخصیت کا نام بتا دیتا ہوں"...... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"نہیں اعظم خان کے سامنے تمہیں سب کچھ بتانا ہو گا۔ یہ سرکاری آدمی ہونے کے ساتھ ساتھ میرا بزنس پارٹنر بھی ہے"...... سردار خان نے تیز لہجے میں کہا۔

"پھر ایسا ہے کہ تم میرے قریب آ جاؤ۔ میں تمہیں کان میں بتا دیتا ہوں۔ تاکہ کم از کم مرنے سے پہلے مجھے یہ اطمینان تو ہو گا کہ میں نے حلف کی خلاف ورزی نہیں کی۔ ڈرو نہیں۔ میں اور میرے ساتھی تو بے بس ہیں"...... عمران نے کہا۔

"مجھے کہہ رہے ہو۔ سردار خان کو۔ میں تم سے ڈروں گا۔ تم بندھے ہوئے نہ بھی ہوتے تب بھی سردار خان کا کچھ نہ بگاڑ سکتے"...... سردار خان نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا اور تیزی سے عمران کی طرف بڑھنے لگا۔ عمران کے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کلائی میں موجود کڑوں کے بٹنوں پر موجود تھیں۔ جیسے ہی سردار خان قریب آیا۔ دو بار ہلکی سی کلک کی آوازیں ابھریں اور دوسرے لمحے سردار خان چیختا ہوا عمران کے سینے سے جا لگا تھا۔ عمران کا ایک بازو اس کی گردن کے گرد اور دوسرا ہاتھ اس کی کمر کے گرد جما ہوا تھا۔

"خبردار اگر کسی نے حرکت کی تو سردار خان کی گردن ایک لمحے میں ٹوٹ جائے گی"...... عمران کی غراتی ہوئی آواز کمرے میں گونج اٹھی۔ یہ سب کچھ اس قدر تیز رفتاری سے ہو گیا تھا کہ اعظم خان اور اس کے دو ساتھی صرف پلکیں جھپکاتے رہ گئے۔ اب کمرے میں سردار خان کی گھٹی گھٹی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا آنکھیں ابل کر قدرے باہر کو نکل آئی تھیں۔ اس نے اصل میں جھٹکا دے کر اپنے آپ کو چھڑوانے کی کوشش کی تھی جس کے نتیجے میں عمران کے اس بازو کی گرفت جو اس کی گردن کے گرد تھا زیادہ سخت ہو گئی تھی۔

"یہ۔ یہ تم کیا کر رہے ہو چھوڑ دو اسے چھوڑ دو"...... یکلخت اعظم خان نے بوکھلائے ہوئے انداز میں چیختے ہوئے کہا۔

"صرف اس صورت میں چھوڑ سکتا ہوں کہ تم اپنے آدمیوں کو باہر

بھیج دو اسلحے سمیت۔ میں تو تم لوگوں کے ساتھ مذاکرات کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن اگر تم نے کوئی غلط حرکت کی تو پھر میرے بازو کی معمولی سی جنبش سے سردار خان کی گردن ٹوٹ جائے گی"...... عمران نے غراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے بازو کو جھٹکا دیا تو سردار خان کی حالت پہلے سے بھی زیادہ خراب ہوتی چلی گئی۔ اس کے منہ سے خرخراہٹ کی آوازیں نکلنے لگیں۔

"تم جیسے کہو گے ہم ویسا ہی کریں گے بڑے خان کو چھوڑ دو"۔ اعظم خان نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اپنے آدمیوں کو اسلحہ سمیت باہر بھیج دو اور پھر ہم سے مذاکرات کرو۔ جلدی کرو ورنہ"...... عمران نے اور زیادہ سرد لہجے میں کہا تو اعظم خان نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن انسپکٹر کو دی اور پھر ان دونوں کو باہر جانے کا کہہ دیا۔ دوسرے لمحے وہ دونوں آدمی کمرے سے باہر نکل گئے۔

"اندر سے کنڈی لگا دو اعظم خان۔ تاکہ مجھے یقین ہو جائے کہ یہ دونوں واپس نہ آئیں گے"...... عمران نے تیز لہجے میں کہا تو اعظم خان نے بوکھلائے ہوئے انداز میں خود ہی مڑ کر دروازے کو اندر سے لاک کر دیا۔

"آ جاؤ اور مجھ سے سردار خان کو لے لو۔ یہ بے ہوش ہونے والا ہے گر جائے گا"...... عمران نے کہا اور اعظم خان ہونقوں کی طرح گھوم کر تیزی سے عمران کی طرف بڑھنے ہی لگا تھا کہ عمران نے بازوؤں میں

سنبھالے ہوئے سردار خان کو ایک زوردار جھٹکا دے کر اعظم خان
اچھال دیا۔ بھاری بھرکم سردار خان توپ کے گولے کی طرح سی
اعظم خان سے ٹکرایا اور وہ دونوں ہی چیختے ہوئے نیچے گرے۔ عمرا
سردار خان کو اچھال کر بجلی کی سی تیزی سے اپنے پیروں پر جھکا۔ پیر
میں بھی بٹن والے کڑے موجود تھے اور پھر اس سے پہلے کہ وہ دونو
نیچے گر کر اٹھتے۔ عمران پیروں میں موجود کڑوں سے نجات حاصل
چکا تھا۔ اعظم خان نے نیچے گرتے ہی تیزی سے اٹھنے کی کوشش کی ا
اس کا جسم آدھے سے زیادہ اٹھ چکا تھا کہ عمران اس کے سر پر پہنچ گیا
جب کہ سردار خان کو اس نے جھٹکا دے کر آگے کی طرف د
ہوئے اس کی گردن کے گرد موجود بازو کو اس طرح حرکت دی تھی
سردار خان کے حلق سے صرف ایک چیخ ہی نکل سکی تھی اور نیچے گر
کے بعد وہ اسی طرح بے حس و حرکت پڑا رہ گیا تھا۔ پھر اس سے پہلے
اعظم خان پوری طرح اٹھ کر کھڑے ہونے میں کامیاب ہوتا۔ عمرا
اس کے سر پر پہنچ گیا۔ دوسرے لمحے اعظم خان کے حلق سے نکلنے والی
سے کمرہ گونج اٹھا۔ اعظم خان عمران کی لات کھا کر ایک بار پھر نیچے گ
ہی تھا کہ عمران نے ایک اور ضرب لگا دی اور اس کے ساتھ ہی ا
خان کا جسم ایک جھٹکا کھا کر ساکت ہو گیا۔ وہ بھی سردار خان کی طر
بے ہوش ہو چکا تھا۔ اس کے بے ہوش ہوتے ہی عمران تیزی سے
ساتھ بندھے ہوئے چوہان کی طرف بڑھا۔ اس نے اس کے دونوں ہا
آزاد کر دیئے۔

"جلدی کرو اپنے سارے ساتھیوں کو آزاد کرو"...... عمران نے کہا
د واپس مڑ کر وہ فرش پر بے ہوش پڑے ہوئے اعظم خان کی طرف
ھا۔ اس نے اس کی یونیفارم کی جیبوں کی تلاشی لینا شروع کر دی اور
ہ لمحوں بعد وہ اس کی جیب سے بھاری سرکاری ریوالور برآمد کرنے
ب کامیاب ہو گیا۔ یہ کمرہ ساؤنڈ پروف تھا۔ اس لئے اسے اس بات کی
ا۔ تھی کہ اعظم خان کے حلق سے نکلنے والی چیخ باہر سنی گئی ہو گی۔
"تم۔ تم انتہائی حیرت انگیز آدمی ہو۔ میں سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ
ں طرح بھی سچویشن بدلی جا سکتی ہے"...... کرنل آفتاب نے کہا۔
"کرنل صاحب مسئلہ سچویشن بدلنے کا نہیں ہے۔ یہ پولیس کا سنٹر
ہے اور اعظم خان پولیس چیف ہے۔ باہر اس کے باوردی آدمی موجود
ہیں اور چونکہ وہ سرکاری آدمی ہیں۔ اس لئے میں انہیں ہلاک بھی نہیں
کر سکتا اور وہ لوگ ہمیں باہر بھی نہ جانے دیں گے۔ اس لئے اب
ہمیں فوری طور پر فوج کی ضرورت ہے۔ یہاں کا ملٹری کمانڈر کون
ہے"...... عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔
"کرنل رستم ملٹری کمانڈر ہے"...... کرنل آفتاب نے جواب دیا۔
"کہیں وہ بھی تو ان لوگوں سے ملا ہوا نہ ہو گا۔ اعظم خان کی وجہ
سے اب کسی پر اعتبار نہیں رہا"...... عمران نے کہا۔
"نہیں جناب وہ انتہائی محب وطن آدمی ہیں"...... کرنل آفتاب
نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
"ان کا فون نمبر معلوم ہے آپ کو"...... عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں وہ میرے دوست ہیں۔ میری ان سے اکثر بات چیت ہوتی رہتی ہے"...... کرنل آفتاب نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے فون نمبر بھی بتا دیا۔ عمران تیزی سے ایک کونے میں رکھے ہوئے فون کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے رسیور اٹھالیا۔

"یس سر"...... اس کے رسیور اٹھاتے ہی دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"ملٹری کمانڈر رستم سے میری بات کراؤ۔ نمبر جانتے ہو اس کا"...... عمران نے اعظم خان کے لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"یس سر"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"سنو اٹ از سیکرٹ۔ اس لئے لنک کرا کر تم نے اپنے آپ کو آف کر دینا ہے سمجھے"...... عمران نے اعظم خان کے ہی لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"یس سر"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور عمران نے رسیور رکھ دیا۔ چند لمحوں بعد گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے رسیور اٹھالیا۔

"کرنل رستم صاحب سے بات کریں جناب"...... دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"ہیلو کرنل رستم بول رہا ہوں ملٹری کمانڈر"...... چند لمحوں بعد ایک بھاری آواز سنائی دی۔

"کرنل رستم میرا نام علی عمران ہے اور میرا تعلق سیکرٹ سروس سے ہے۔ ایک کیس کے سلسلے میں ہم یہاں کے بڑے خان سردار

اور پولیس چیف اعظم خان کے خلاف کام کر رہے تھے کہ اعظم خان نے پولیس فورس کی مدد سے مجھے اور میرے ساتھیوں کو پولیس کے سپیشل سنٹر میں قید کر دیا۔ وہ ہمیں خفیہ طور پر ہلاک کرنا چاہتے تھے۔ لیکن ہم نے سچوئشن بدل دی ہے اور سردار خان اور اعظم خان دونوں ہمارے سامنے بے ہوش پڑے ہوئے ہیں۔ لیکن چونکہ ہم پولیس کے سپیشل سیل میں ہیں اس لئے باہر پولیس کی نفری موجود ہے۔ اگر ہم چاہیں تو ان سب کو ہلاک کر کے بھی یہاں سے نکل سکتے ہیں۔ لیکن سرکاری افراد کو میں ہلاک نہیں کرنا چاہتا۔ آپ ایسا کریں کہ ملٹری فورس کے ساتھ فوراً پولیس کے سپیشل سیل پہنچ جائیں۔ ہم یہاں ایک ساؤنڈ پروف کمرے میں موجود ہیں۔ اس کمرے کے بارے میں آپ کو یہاں کے عملے سے معلوم ہو جائے گا"...... عمران نے اس بار اپنے اصل لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"سیکرٹ سروس اور یہاں پولیس سپیشل سنٹر میں۔ لیکن مجھے تو بتایا گیا تھا کہ پولیس چیف اعظم خان مجھ سے بات کرنا چاہتے ہیں"...... دوسری طرف سے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا گیا۔

"ہاں آپ سے بات کرنے کے لئے ایسا کہنا ضروری تھا۔ آپ بتائیں کہ آپ میرے کہنے کے مطابق کام کرنے کے لئے تیار ہیں یا اور حکومت سے آپ کو ہدایات چاہئیں"...... عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

"لیکن میں پولیس کے خلاف کیسے کام کر سکتا ہوں"...... دوسری

طرف سے ہچکچاتے ہوئے لہجے میں کہا گیا تو کرنل آفتاب نے ہاتھ بڑھا کر عمران کے ہاتھ سے رسیور لے لیا۔

"ہیلو میں کرنل ریٹائرڈ آفتاب احمد بول رہا ہوں"....... کرنل آفتاب نے تیز لہجے میں کہا۔

"اوہ کرنل آفتاب آپ۔ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آ رہا۔ کیا آپ بھی ان سیکرٹ سروس والوں کے ساتھ ہیں"....... کرنل رستم نے کہا۔

"کرنل صاحب۔ عمران صاحب جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ درست ہے یہ پولیس چیف اعظم خان اور سردار خان دونوں بہت بڑے مجرم ہیں آپ فوراً یہاں پہنچ جائیں"....... کرنل آفتاب نے کہا۔

"ٹھیک ہے مجھے آپ پر پورا اعتماد ہے۔ لیکن یہ سپیشل سنٹر ہے کہاں"....... دوسری طرف سے پوچھا گیا تو کرنل آفتاب نے اسے پتہ بتا دیا۔

"میں آ رہا ہوں"....... دوسری طرف سے کہا گیا اور کرنل آفتاب نے بغیر کوئی مزید بات کئے رسیور رکھ دیا۔

"عمران صاحب اس فیکٹری کو ملٹری کے ذریعے ہی کور کیا جا سکتا ہے ویسے نہیں"....... کرنل آفتاب نے کہا۔

"ہاں اب میں بھی اس نتیجے پر پہنچا ہوں۔ بہرحال کرنل رستم آ جائے پھر مزید بات ہو گی"....... عمران نے جواب دیا اور تقریباً آدھے گھنٹے بعد ٹیلی فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی تو عمران نے آگے بڑھ

کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس"....... عمران نے گول مول سے لہجے میں کہا۔

"کرنل رستم بول رہا ہوں۔ پولیس سپیشل سنٹر سے میں نے یہاں کا کنٹرول سنبھال لیا ہے۔ مجھے اس بلیک روم کے بارے میں بھی معلوم ہو گیا ہے۔ لیکن اس کا دروازہ اندر سے بند ہے اور چونکہ وہ ساؤنڈ پروف کمرہ ہے اس لئے باہر سے بھی کوئی آواز اندر نہیں آ سکتی اس لئے میں آپ کو فون پر کال کر رہا ہوں آپ دروازہ کھول کر باہر آ جائیں"....... دوسری طرف سے کرنل رستم کی آواز سنائی دی۔

"ٹھیک ہے"....... عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"کرنل رستم خاصا ذہین آدمی ہے۔ ورنہ عام آدمی اس انداز میں نہیں سوچتا"....... عمران نے رسیور رکھ کر کرنل آفتاب سے مخاطب ہو کر کہا۔

"وہ ملٹری انٹیلی جنس میں کافی عرصہ رہا ہے"....... کرنل آفتاب نے جواب دیا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے آگے بڑھ کر دروازے کا لاک کھول کر اس کے دونوں پٹ کھول دیئے۔ دوسرے لمحے ایک لمبے قد اور بھاری جسم کا کرنل اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے چار مسلح فوجی بھی تھے۔

"مجھے علی عمران کہتے ہیں"....... عمران نے اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں کرنل رستم ہوں عمران صاحب۔ مجھے افسوس ہے کہ میں

پہلے آپ کو نہ پہچان سکا تھا۔ لیکن بعد میں مجھے یاد آگیا کہ آپ کا نام تو ملٹری انٹیلی جنس میں بطور مثال استعمال ہوتا ہے۔ البتہ آپ سے ملاقات آج پہلی بار ہو رہی ہے"...... کرنل رستم نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"آپ نے جس ذہانت کا فون پر کال کی تھی۔ اس سے مجھے بھی آپ کی ذہانت کا اندازہ ہو گیا تھا اور کرنل آفتاب صاحب نے بتایا ہے کہ آپ ملٹری انٹیلی جنس میں رہے ہیں"...... عمران نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن یہ چکر کیا ہے۔ میری سمجھ میں ابھی تک یہ بات نہیں آئی"...... کرنل رستم نے فرش پر بے ہوش پڑے ہوئے سردار خان اور اعظم خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اب آپ سے تفصیلی بات ہو سکتی ہے۔ آپ ایسا کریں کہ ان دونوں کو ساتھ لے لیں۔ ان کے سامنے کہیں بیٹھ کر۔ تفصیلی بات ہو گی"...... عمران نے کہا تو کرنل رستم نے اثبات میں سر ہلا دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے فوجیوں کو ہدایات دینا شروع کر دیں اور پھر تھوڑی دیر بعد عمران اپنے ساتھیوں سمیت فوجی چھاؤنی کے اندر بنے ہوئے ایک بڑے سے کمرے میں موجود تھا۔ پولیس چیف اعظم خان اور سردار خان کو بھی یہاں لا کر ایک اور کمرے میں پہنچا دیا گیا تھا

"اب آپ مجھے بتائیں کہ یہ سب کیا سلسلہ ہے"...... کرنل رستم

نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا تو عمران نے مختصر طور پر اسے اسلحہ بنانے والی اس خفیہ فیکٹری اور وہاں موجود افراد کے بارے میں تفصیل بتا دی۔

"حیرت ہے کہ اس غیر قانونی دھندے میں پولیس چیف بھی خود ملوث ہے۔ مجھے اعلیٰ حکام کو اس بارے میں اطلاع دینی ہو گی"۔ کرنل رستم نے کہا۔

"کن اعلیٰ حکام کی بات کر رہے ہیں آپ"...... عمران نے چونک کر پوچھا۔

"ملٹری حکام کو"...... کرنل رستم نے جواب دیا۔

"پہلے ہم نے اس فیکٹری پر قبضہ کرنا ہے۔ وہاں پر موجود افراد کو اس غیر قانونی قید سے رہائی دلانی ہے۔ اس کے بعد حکام کو اطلاع دی جائے گی پہلے نہیں۔ ورنہ سردار خان خاصا بااثر آدمی ہے۔ اس پر ہاتھ ڈالنا ناممکن ہو جائے گا"...... عمران نے کہا۔

"عمران صاحب آپ اپنے طور پر درست کہہ رہے ہوں گے لیکن میں اپنی جگہ پر مجبور ہوں۔ سردار خان یہاں واقعی بے حد بااثر آدمی ہے اور پھر اعظم خان پولیس چیف ہے۔ اس لئے ان کے خلاف کوئی بھی کارروائی میں اپنے سر پر نہیں کر سکتا۔ مجھے بہرحال اعلیٰ حکام کو نہ صرف اطلاع دینی ہو گی بلکہ ان سے باقاعدہ اجازت لینی ہو گی"...... کرنل رستم نے جواب دیا۔

"آپ ایک کام کریں"...... عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"کون سا" ...... کرنل رستم نے چونک کر کہا۔

"آپ کی وجہ سے پولیس کے آدمی موت سے بچ گئے ہیں۔ بس اتنا ہی کافی ہے۔ اب آپ اس سارے معاملے سے لاتعلق ہو جائیں۔ ہم جانیں اور یہ لوگ" ...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"نہیں عمران صاحب اب میں اس معاملے سے کیسے لاتعلق ہو سکتا ہوں" ...... کرنل رستم نے کہا۔

"او کے مجھے فون دیجئے۔ میں خود بات کرتا ہوں" ...... عمران نے کہا۔

"کس سے بات کریں گے آپ" ...... کرنل رستم نے چونک کر پوچھا۔

"سیکرٹری وزارت خارجہ سر سلطان سے" ...... عمران نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ آپ ان سے بات کر لیں۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ انتہائی ذمہ دار آفیسر ہیں" ...... کرنل رستم نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے دروازے کے ساتھ کھڑے ہوئے مسلح فوجی کو کارڈلیس فون لے آنے کا حکم دے دیا۔ تھوڑی دیر بعد فون پیس لے آیا گیا۔ عمران نے فون پیس کرنل رستم سے لیا اور اس نے دارالحکومت کا کوڈ نمبر پریس کر کے سر سلطان کے نمبر پریس کر دیئے۔

"یس پی اے ٹو سیکرٹری خارجہ" ...... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے سر سلطان کے پی اے کی آواز سنائی دی۔

"عمران بول رہا ہوں سر سلطان سے بات کراؤ" ...... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"یس سر" ...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ہیلو سلطان بول رہا ہوں" ...... چند لمحوں بعد سر سلطان کی آواز سنائی دی۔

"سر سلطان میں اس وقت راکوش میں موجود ہوں۔ یہاں ایک سلسلے میں مجھے ملٹری کمانڈر کرنل رستم سے امداد حاصل کرنی پڑی ہے لیکن آگے مزید کام کے سلسلے میں کرنل رستم صاحب اپنے اعلیٰ حکام کو تفصیل بتا کر ہدایات لینے کے خواہش مند ہیں جب کہ میں کام مکمل ہونے تک ایسا نہیں چاہتا۔ اس لئے آپ ایسا کریں کہ ماؤنٹین بریگیڈ کے جنرل اسفند خان کو فون کر کے کہہ دیں کہ وہ کرنل رستم کو ہدایات دے دیں" ...... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے میں ابھی کہہ دیتا ہوں" ...... دوسری طرف سے کہا گیا اور عمران نے شکریہ ادا کر کے فون آف کر دیا۔

"آپ۔ آپ جنرل اسفند خان سے واقف ہیں" ...... کرنل رستم نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ابھی آپ کو کال آجائے گی۔ پھر مجھے بھی علم ہو جائے گا کہ میں تو ان سے واقف ہوں وہ بھی مجھ سے واقف ہیں یا نہیں" ...... عمران نے گول مول سا جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر تقریباً دس منٹ بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک باوردی فوجی ہاتھ میں سرخ رنگ کا فون

اٹھائے تیزی سے اندر داخل ہوا۔

"جنرل صاحب کا فون ہے سر"...... اس نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا اور رسیور کرنل رستم کی طرف بڑھا دیا۔

"یس کرنل رستم بول رہا ہوں جناب"...... کرنل رستم نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"کرنل رستم کیا علی عمران صاحب آپ کے پاس موجود ہیں"۔ دوسری طرف سے جنرل اسفند کی بھاری اور انتہائی رعب دار آواز سنائی دی۔

"یس سر"...... کرنل رستم نے جواب دیا۔

"انہیں رسیور دیں"...... دوسری طرف سے انتہائی تحکمانہ لہجے میں کہا گیا تو کرنل رستم نے رسیور عمران کی طرف بڑھا دیا۔

"ہیلو علی عمران۔ ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بذبان خویش آپ جیسے مرد درویش سے مخاطب ہونے کی جرأت کر رہا ہے"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ کیا سلسلہ ہے عمران سر سلطان نے مجھے بتایا ہے کہ کرنل رستم تم سے تعاون نہیں کر رہا۔ کیا تم نے اس سے اپنا تعارف کرایا تھا"...... جنرل اسفند خان کے لہجے میں حیرت کے ساتھ ساتھ غصے کی جھلک نمایاں تھی۔

"ارے ارے یہ بات نہیں۔ کرنل رستم تو پورا تعاون کر رہے ہیں۔ لیکن وہ اپنے ضابطوں سے مجبور ہیں جب کہ آپ کو تو معلوم ہے

کہ اس ضابطے کی پابندی نہ ہونے کے چکر میں مجھ جیسا آدمی دربدر دھکے کھاتا پھر رہا ہے۔ اگر ضابطے کی پابندی مجھ سے ہو سکتی تو اب تک ڈیڈی میرے قصیدے گاتے پھر رہے ہوتے"...... عمران کی زبان رواں ہو گئی تو دوسری طرف جنرل اسفند بے اختیار ہنس پڑے۔

"ٹھیک ہے میں اب صورت حال سمجھ گیا ہوں رسیور کرنل رستم کو دے دو"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"دیکھیے یہ ترقی یافتہ دور کا المیہ ہی ہے کہ اب رستم کو تلوار دینے کی بجائے رسیور دینے جانے کی بات کی جاتی ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور رسیور کرنل رستم کی طرف بڑھا دیا جو اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر عمران کو دیکھ رہا تھا جیسے عمران کے سر پر اچانک سینگ نکل آئے ہوں۔ شاید اس کے ذہن کے کسی دور دراز گوشے میں بھی یہ تصور نہ تھا کہ عمران جنرل اسفند خان جیسے انتہائی رکھ رکھاؤ والے افسر کے ساتھ اس طرح بے تکلفانہ انداز میں بھی گفتگو کر سکتا ہے۔

"یس سر کرنل رستم بول رہا ہوں سر"...... کرنل رستم نے رسیور لیتے ہی انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"کرنل رستم عمران صاحب پاکیشیا کے انتہائی ذمہ دار آدمی ہیں۔ مجھ سے بھی زیادہ سمجھیئے۔ اس لئے ان کے احکامات کی تعمیل بالکل اسی طرح ہونی چاہئے جس طرح میرے احکامات کی تعمیل ہو سکتی ہے۔ سمجھ گئے ہو یا مزید کسی اور لہجے میں سمجھاؤں"...... جنرل اسفند خان کی

تیز آواز رسیور سے نکل کر عمران کے کانوں تک بھی بخوبی پہنچ رہی تھی۔

"میں سمجھ گیا ہوں سر۔ اب آپ کو کوئی شکایت نہ ہو گی سر"۔ کرنل رستم نے جواب دیا تو دوسری طرف سے رابطہ ختم ہو گیا۔ کرنل رستم نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور فوجی کے ہاتھ میں دے دیا جو فون اٹھائے کھڑا تھا اور فوجی رسیور کریڈل پر رکھ کر تیزی سے واپس مڑ گیا۔

"میں معذرت خواہ ہوں عمران صاحب کہ آپ کو میری وجہ سے یہ ساری کارروائی کرنی پڑی"...... کرنل رستم نے قدرے شرمندہ سے لہجے میں کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں۔ بلکہ مجھے تمہاری فرض شناسی پسند آئی ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو کرنل رستم کے چہرے پر گہرے اطمینان کے تاثرات ابھر آئے۔

"اب آپ حکم دیں آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی"...... کرنل رستم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مسئلہ یہ ہے کہ ہم نے اس فیکٹری تک اس طرح پہنچنا ہے کہ وہاں موجود افراد کو آخری لمحے تک یہ شبہ نہ ہو سکے کہ ہم غیر ہیں۔ ورنہ وہ فیکٹری میں موجود افراد کو ہلاک بھی کر سکتے ہیں۔ انہوں نے وہاں انتہائی حفاظتی اقدامات کر رکھے ہیں بقول ان کے پوری فوج بھی وہاں قبضہ نہیں کر سکتی۔ حتیٰ کہ انہوں نے وہاں اینٹی ایئر کرافٹ گنیں تک فٹ کر رکھی ہیں"...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں بات کرتے ہوئے

ہے۔

"اوہ اگر ایسی بات ہے تو پھر"...... کرنل رستم نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"اس کے لئے ہمیں باقاعدہ پلاننگ بنانی پڑے گی۔ میرا خیال ہے کہ ہم اعظم خان اور سردار خان کے سیٹ اپ میں اپنے آدمیوں کو ساتھ لے کر وہاں جائیں"...... عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ جیسے آپ پلان کریں میری اور فوج کی خدمات حاضر ہیں"...... کرنل رستم نے کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس کے چہرے پر گہرے تفکر کے تاثرات نمودار ہو گئے تھے۔

میز پر موجود خصوصی ساخت کے ٹرانسمیٹر سے اچانک ٹوں ٹوں کی تیز آوازیں نکلنے لگیں تو میز کے پیچھے کرسی پر بیٹھا ہوا نوجوان بے اختیار چونک پڑا۔ اس نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو ہیلو وہاب کالنگ اوور"...... ٹرانسمیٹر کا بٹن دبتے ہی ایک بھاری سی آواز سنائی دی تو نوجوان اور زیادہ چونک پڑا۔

"یس محبت خان بول رہا ہوں وہاب۔ کیسے کال کی ہے اوور"۔ نوجوان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"محبت خان میں فوجی چھاؤنی سے بول رہا ہوں۔ اعظم خان اور بڑے خان کو بے ہوشی کے عالم میں یہاں لایا گیا ہے میں نے جب انہیں اس حالت میں دیکھا تو میں بے حد حد پریشان ہوا۔ میں نے فوری طور پر ایسے انتظامات کئے کہ مجھے اصل صورت حال کا علم ہو سکے اور جب مجھے حالات کا علم ہوا تو میں اور زیادہ پریشان ہو گیا ہوں۔

فیکٹری اس وقت شدید خطرے میں ہے اوور"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کیا کہہ رہے ہو اعظم خان اور بڑے خان کو بے ہوشی کے عالم میں چھاؤنی لے آیا گیا ہے کیا مطلب اور فیکٹری کیسے خطرے میں ہے۔ تفصیل سے بات کرو اوور"...... محبت خان نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

"میں تفصیل بتاتا ہوں اسی لئے تو میں نے جان پر کھیل کر تمہیں کال کیا ہے۔ دارالحکومت سے ایک گروپ جس کا تعلق سیکرٹ سروس سے ہے یہاں راکوش پہنچا ہے۔ انہوں نے بڑے خان کو پکڑ لیا۔ لیکن اعظم خان کو معلوم ہو گیا۔ انہوں نے فوری کارروائی کرتے ہوئے اس گروپ کو پکڑ لیا اور ان سے مزید پوچھ گچھ کے لئے اسے پولیس سپیشل سنٹر میں پہنچا دیا گیا۔ اعظم خان اور بڑے خان وہاں ان سے پوچھ گچھ کے لئے پہنچے لیکن وہاں اس گروپ کے سرغنہ جس کا نام علی عمران ہے۔ اس نے ان دونوں کو بے ہوش کر دیا اور کسی طرح کرنل رستم کو فون کر دیا۔ کرنل رستم نے ملٹری کے آدمیوں کے ساتھ پولیس سپیشل سنٹر پر چھاپہ مارا اور وہاں سے اس گروپ کے آدمیوں کے ساتھ ساتھ اعظم خان اور بڑے خان کو بے ہوشی کے عالم میں نکال کر یہاں چھاؤنی لے آئے ہیں۔ پھر اس عمران نے دارالحکومت کال کیا۔ وہاں سے جنرل اسفند خان نے کرنل رستم کو حکم دیا ہے کہ وہ اس عمران کے احکامات کی اس طرح تعمیل کرے

جیسے جنرل اسفند کی کی جاتی ہے۔ اس کے بعد اس عمران نے کر
رستم سے مل کر فیکٹری پر قبضہ کرنے کی جو پلاننگ بنائی ہے
انتہائی خطرناک ہے۔ اس کے مطابق عمران اپنے دو آدمیوں پر
خان اور بڑے خان کا میک اپ کرے گا اور پھر اعظم خان اور
خان ان لوگوں کو ساتھ لے کر فیکٹری پہنچیں گے اور اس کے
گروپ وہاں قبضہ کرے گا۔ انہوں نے اس پلاننگ پر عمل شروع
دیا ہے۔ وہ اس وقت اعظم خان اور بڑے خان کو ہوش میں لا کر
سے فیکٹری کے بارے میں پوری تفصیلات معلوم کر رہے ہیں۔
یقین ہے کہ یہ آج ہی فیکٹری پہنچ جائیں گے اور فوج بھی ان کے ساتھ
ہو گی اوور"۔ وہاب نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔
"اوہ۔ اوہ یہ تو واقعی انتہائی خطرناک بات ہے۔ لیکن کیا تم ا
خان اور بڑے خان کو وہاں سے کسی طرح رہائی نہیں دلا
اوور"۔ محبت خان نے انتہائی تشویش بھرے لہجے میں کہا۔
"نہیں میری پوزیشن کے مطابق ایسا ممکن نہیں ہے ویسے بھی
کرنل رستم کی وجہ سے وہاں انتہائی سخت حفاظتی انتظامات کئے گئے
تم کسی طرح فیکٹری کو ان لوگوں سے بچاؤ۔ بعد میں جو ہو گا د
جائے گا اوور"۔ وہاب نے تیز لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
"تم ایسا کرو کہ جب یہ لوگ چھاؤنی سے یہاں کے لئے چل پڑ
تو مجھے ایک بار پھر کال کر دینا۔ میں ان کا خاتمہ راستے میں ہی کرا
گا اور تم کوشش کر کے اعظم خان اور بڑے خان کو چھاؤنی سے فرا

۔ اس کے بعد وہ حالات کو خود ہی سنبھال لیں گے اوور"۔ محبت
نے کہا۔
"میری ڈیوٹی تھوڑی دیر بعد ختم ہو جائے گی۔ پھر میں کیسے ٹرانسمیٹر
ل کر سکوں گا۔ ویسے بھی فوج کا دستہ ساتھ ہو گا۔ اس لئے ایسا
ناممکن ہے۔ تم ایسا کرو کہ خود اپنے ساتھیوں سمیت وہاں سے
جاؤ۔ اگر کوئی آدمی ہاتھ نہ لگ سکا تو کوئی ثبوت نہ ملے گا۔ پھر بڑا
خود ہی سنبھال لے گا۔ اب یہی ہو سکتا ہے۔ آگے تمہاری مرضی
ہم اطلاع دینی تھی دے دی۔ اوور اینڈ آل"...... دوسری طرف
کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ محبت خان نے جلدی
ٹرانسمیٹر آف کیا اور پھر میز پر رکھی ہوئی ہاتھ سے بجانے والی گھنٹی پر
زور سے ہاتھ مارنے لگا۔ دوسرے لمحے دروازہ کھلا اور ایک مسلح
جوان اندر داخل ہوا۔
"زبیر کو بلاؤ جلدی فوراً"...... محبت خان نے کہا اور نوجوان سر ہلاتا
واپس چلا گیا۔ محبت خان کے ہونٹ بھینچے ہوئے تھے۔ اس کے
ے پر پریشانی کے تاثرات نمایاں تھے۔ وہ بے چینی سے کرسی پر بار
پہلو بدل رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور ایک درمیانی عمر کا
ی اندر داخل ہوا۔
"کیا بات ہے خان۔ بہت پریشان لگ رہے ہو"...... آنے والے
نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
"بیٹھو زبیر۔ ہمارے لئے ایک پریشان کن اطلاع ہے"...... محبت

خان نے کہا تو زبیر میز کی دوسری طرف کرسی پر بیٹھ گیا۔

"پریشان کن اطلاع کیا مطلب"...... زبیر کے لہجے میں شد...
حیرت ابھر آئی تھی۔ محبت خان نے اسے وہ تفصیل بتادی جو ٹرانسم...
اسے وہاب نے دی تھی۔ تو زبیر کے چہرے پر بھی شدید پریشانی ک...
تاثرات ابھر آئے۔

"اوہ واقعی۔ یہ تو انتہائی خطرناک بات ہے۔ سیکرٹ سروس...
انتہائی خطرناک تنظیم ہوتی ہے"...... زبیر نے پریشان سے لہجے میں ک...

"میں انہیں راستے میں ہی کہیں ختم کرانا چاہتا ہوں اور اسی ل...
میں نے تمہیں بلوایا ہے"۔ محبت خان نے زبیر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ان کی تعداد کتنی ہو گی"...... زبیر نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ زیادہ سے زیادہ دس افراد ہوں گے"...... محبت
خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن وہاب نے تو بتایا ہے کہ فوج کا دستہ ساتھ ہو گا"...... زبیر
نے کہا۔

"ہاں بتایا تو ہے لیکن پھر کیا کیا جائے۔ اسے بھی تو ساتھ ہی
کرانا ہو گا"...... محبت خان نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔

"دیکھو محبت خان اس معاملے کو اتنا آسان نہ لو۔ بلکہ اس پر پوری
سنجیدگی سے غور کرو۔ تم نے جو تفصیلات بتائی ہیں اس کے مطابق
بڑے خان اور اعظم خان دونوں ملٹری چھاؤنی میں قید ہیں۔ فوج کے
اعلیٰ حکام اس عمران کے ساتھ دے رہے ہیں۔ جنرل اسفند نے بھ...

...رنل رستم کو احکامات دے دیئے ہیں اور میں کرنل رستم کو اچھی
...ح جانتا ہوں وہ اب بھوت کی طرح اس فیکٹری کے پیچھے لگ جائے گا
...کب تک اور کہاں تک فوج کو روک سکیں گے"...... زبیر نے
انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"تمہاری بات درست ہے لیکن انہیں یہ معلوم ہی نہ ہو گا کہ
ہمارے پاس ان کی آمد کے بارے میں اطلاع موجود ہے۔ اس لئے وہ
غفلت میں مار کھا جائیں گے اور ہم کسی بھی پہاڑی سے ان کی جیپوں
پر فائر کھول کر ان کا خاتمہ کر دیں گے"...... محبت خان نے جواب دیتے
ہوئے کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن ان کی موت کے بعد باقی فوج کو کون
سنبھالے گا۔ وہ تو پورے راکوش پہاڑی سلسلے پر قیامت برپا کر دیں
گے۔ ہم کب تک لڑیں گے"...... زبیر نے جواب دیا۔

"پھر تمہارا کیا خیال ہے۔ ایسی صورت حال میں کیا کیا جائے"۔
محبت خان نے کہا۔

"ایسی صورت حال میں صرف ایک کام ہو سکتا ہے کہ یہاں موجود
فیکٹری۔ اسلحہ۔ بارود اور لیبر کو نکال کر پوائنٹ نو پر شفٹ کر دو۔ بڑی
بڑی تمام مشینیں بھی اکھاڑ کر لے جاؤ۔ فیکٹری والی جگہ کو یکسر خالی کر
دو۔ اگر وہ لوگ یہاں آئیں گے تو یہاں کچھ بھی انہیں نہ ملے گا۔ زیادہ
سے زیادہ خالی شیڈز ہوں گے۔ وہ ان کا کیا کریں گے۔ اب وہ پورے
پہاڑی علاقے میں تو ہمیں تلاش کرنے سے رہے۔ اور ثبوت نہ ملنے پر

"فوج خود ہی بڑے خان کو چھوڑنے پر مجبور ہو جائے گی ۔ اس کے بعد بڑے خان کا پلہ ویسے ہی بھاری ہو جائے گا اور فوج بھی یہی سمجھے گی کہ سیکرٹ سروس کی اطلاع غلط ہے ".....زبیر نے جواب دیتے ہوئے کہا تو محبت خان بے اختیار اچھل پڑا ۔

"اوہ گڈ تم نے واقعی بہترین ترکیب بتائی ہے ۔ اگر ہمیں وقت مل جائے تو ہم لوہے کے بنے ہوئے ان شیڈز کو بھی کھول کر لے جاسکتے ہیں ۔ یہاں صرف جنگل ہی جنگل رہ جائے گا ۔ فیکٹری بعد میں بھی بنائی جا سکتی ہے "..... محبت خان نے کہا تو زبیر کی آنکھوں میں بھی چمک ابھر آئی ۔

"تمہیں کتنا وقت چاہئے ۔ ان لوہے کے شیڈز کو کھولنے اور پوائنٹ نو پر پہنچانے کے لئے "..... زبیر نے کہا ۔

"اگر ابھی سے فوری کام شروع کر دیا جائے تو چار گھنٹے تو بہرحال لگ ہی جائیں گے "..... محبت خان نے جواب دیا ۔

"ٹھیک ہے میں دس محافظوں کو لے کر کریانی پہاڑی پر پہنچ جاتا ہوں ۔ یہ لوگ ہر صورت میں وہاں سے گزریں گے ۔ سپیشل ٹرانسمیٹر ساتھ لے جاؤں گا ۔ تم فوری طور پر کام شروع کر دو ۔ اگر یہ لوگ شفٹنگ سے پہلے کریانی پہنچ گئے تو پھر میں ان پر فائر کھول کر انہیں اڑا لوں گا ۔ لیکن اگر تم پہلے مکمل شفٹنگ کر لو تو مجھے کال کر دینا میں ساتھیوں سمیت خاموشی سے پوائنٹ نو پر پہنچ جاؤں گا ۔ پھر وہ جس طرح چاہیں ٹکریں مارتے پھریں ۔ خود ہی ناکام ہو کر واپس لوٹ

جائیں گے "..... زبیر نے جواب دیا ۔

"ٹھیک ہے ۔ تم جاؤ میں کام شروع کر دیتا ہوں ۔ چار گھنٹے تو میں نے زیادہ سے زیادہ کہے ہیں میں کوشش کروں گا کہ پوری قوت سے کام کرا کر کام دو تین گھنٹوں میں ہی مکمل ہو جائے اور انہیں راکوش سے روانہ ہونے کے بعد کریانی پہنچتے پہنچتے بہرحال دو گھنٹے تو لگ ہی جائیں گے اس طرح ہم انہیں مکمل طور پر ڈاج دینے میں کامیاب ہو جائیں گے "..... محبت خان نے کہا ۔

"خیال رکھنا شفٹنگ اس طرح کرانا کہ کوئی کلیو وہاں تک نہ پہنچے ورنہ یہ سیکرٹ سروس والے ماہر کھوجیوں کی طرح تمہارے سر پر بھی پہنچ سکتے ہیں "..... زبیر نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا ۔

"اس بات کی تم فکر مت کرو ۔ میں معمولی سا کلیو بھی نہ چھوڑوں گا "..... محبت خان نے جواب دیا تو زبیر اٹھ کھڑا ہوا ۔ اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے تھے ۔

پہاڑی سڑک پر وہ بڑی جیپیں تیز رفتاری سے آگے بڑھی چلی جا رہی تھیں۔ سڑک خاصی تنگ تھی۔ لیکن اس کے باوجود دونوں جیپیں خاصی رفتار سے آگے بڑھ رہی تھیں۔ سب سے آگے والی جیپ کی ڈرائیونگ سیٹ پر کرنل آفتاب تھا جب کہ اس کی سائیڈ سیٹ پر چوہان بیٹھا ہوا تھا جو بڑے خان کے میک اپ میں تھا۔ عقبی سیٹ پر نعمانی اعظم خان کے روپ میں اور اس سے عقبی سیٹوں پر عمران اور کرنل رستم بیٹھے ہوئے تھے۔ کرنل رستم اس وقت عام ڈریس میں تھا جب کہ دوسری جیپ کی ڈرائیونگ سیٹ پر ٹائیگر تھا۔ سائیڈ سیٹ پر خاور اور عقبی سیٹ پر صدیقی بیٹھا ہوا تھا۔ جیپ کے پچھلے حصے میں سیاہ رنگ کے دو بڑے بڑے تھیلے پڑے ہوئے تھے۔ عمران نے اعظم خان اور سردار خان دونوں سے جو پوچھ گچھ کی تھی۔ اس کے مطابق فیکٹری کا فل انچارج ایک نوجوان محبت خان تھا۔ وہاں رابطے کے لئے نہ ہی کوئی فون استعمال ہوتا تھا اور نہ کوئی ٹرانسمیٹر۔ بلکہ جب بھی اعظم خان اور سردار خان کو وہاں جانا ہوتا تھا وہ سرنگ کے دہانے پر پہنچ کر ریوالور سے چھ ہوائی فائر کرتے تھے۔ یہ چھ فائر اس بات کی نشانی ہوتی تھی کہ سرنگ کے دہانے پر اعظم خان یا سردار خان یا دونوں موجود ہیں کیونکہ اس جنگل میں ریوالور کی فائرنگ کی آوازیں دور دور تک گونجتی تھیں اس لئے تمام پہاڑی کی دوسری طرف وادی میں موجود فیکٹری کے لوگ بھی اسے سن لیتے تھے۔ پھر پہاڑی کے اوپر بنے ہوئے مورچوں سے دوربین کی مدد سے انہیں چیک کیا جاتا تھا۔ اس کے بعد سرنگ کا دہانہ اندر سے کھول دیا جاتا تھا اور محبت خان خود آکر انہیں اندر لے جاتا تھا۔ اس کے علاوہ اور رابطہ کی کوئی صورت نہ تھی اس بات کو سامنے رکھ کر عمران نے فیکٹری میں داخل ہونے کی پلاننگ بنائی تھی اور چوہان کو سردار خان اور نعمانی کو اعظم خان کا روپ دے دیا تھا۔ ضروری اسلحہ انہوں نے ساتھ لے لیا تھا۔ ویسے عمران نے ملٹری کے خصوصی سٹورز سے انتہائی زود اثر بے ہوش کر دینے والی وسیع رینج گیس کے مخصوص کیپسول بھی حاصل کر لئے تھے اور عمران کا پروگرام یہی تھا کہ فیکٹری میں پہنچتے ہی اعظم خان ارد گرد پہاڑیوں پر موجود حفاظتی مورچوں سے بھی سب کو وہیں فیکٹری میں ہی بلا لے گا۔ اس کے بعد یہ گیس اچانک فائر کر دی جائے گی۔ اس طرح ہر شخص پر آسانی سے قابو پایا جا سکے گا۔ جب سب پر قابو پا لیا جائے گا پھر کرنل رستم خصوصی ٹرانسمیٹر پر فوج کو وہاں کال کر لے گا اور فوج کی

مدد سے وہاں موجود اعظم خان اور سردار خان کے آدمیوں کو گرفتار کر لیا جائے گا اور پکڑ میں پکڑے ہوئے افراد کو فوج کی مدد سے وہاں سے نکال کر راکوش پہنچا دیا جائے گا۔ اس کے بعد اعظم خان اور سردار خان کے خلاف اسلحہ فیکٹری بنانے اور لوگوں کو اغوا کر کے ان سے بیگار لینے کے جرم میں باقاعدہ مقدمہ قائم کر کے انہیں جیل بھجوا دیا جائے گا اس پلاننگ کے باوجود عمران نے انتہائی جدید ترین اسلحے سے بھرے ہوئے دو بڑے تھیلے دوسری جیپ میں رکھوا دیئے تھے کیونکہ کسی قسم کے حالات بھی پیش آ سکتے تھے۔ دونوں جیپیں تیز رفتاری سے آگے بڑھی چلی جا رہی تھیں۔

"اس راکوش درے تک پہنچنے میں ہمیں مزید کتنی دیر لگ جائے گی"...... عمران نے ڈرائیونگ سیٹ پر موجود کرنل آفتاب سے مخاطب ہو کر کہا۔

"کافی لمبا سفر ہے عمران صاحب ابھی ہمیں چھاؤنی سے چلے ہوئے ایک گھنٹہ گزرا ہے۔ ابھی کم از کم دو گھنٹوں کا مزید سفر موجود ہے"...... کرنل آفتاب نے جواب دیا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"عمران صاحب ہو سکتا ہے کہ راستے میں بھی ان لوگوں نے کوئی مورچہ وغیرہ بنا رکھا ہو ایسے حالات میں ہم پر اچانک فائر بھی کھولا جا سکتا ہے"...... سائیڈ سیٹ پر بیٹھے ہوئے چوہان نے کہا۔

"تمہیں اسی لئے تو سائیڈ سیٹ پر بٹھایا ہے اور خود میں عقبی سیٹ

پر بیٹھا اچھل رہا ہوں کہ تمہاری شکل انہیں دور سے نظر آ جائے"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور کرنل رستم سمیت جیپ میں موجود سب افراد بے اختیار ہنس پڑے۔

"عمران صاحب اس فیکٹری کے بارے میں آپ کو اطلاع کیسے ملی جب کہ ہم یہاں رہتے ہیں ہمیں تو آج تک اس بارے میں علم نہیں ہو سکا"...... کرنل رستم نے کہا۔

"مجھے تو یہی اطلاع ملی تھی کہ سردار خان کی راکوش پہاڑیوں میں بہت سی فیکٹریاں ہیں۔ لیکن یہاں آ کر آدم خان سے معلوم ہوا کہ ایک ہی فیکٹری ہے"...... عمران نے جواب دیا۔

"ہو سکتا ہے عمران صاحب کہ آدم خان کو اس فیکٹری کے بارے میں ہی علم ہو۔ دوسری فیکٹریوں کے بارے میں علم نہ ہو...... اس بار اعظم خان کے روپ میں بیٹھے ہوئے نعمانی نے بات کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں میں نے سردار خان اور اعظم خان سے پوچھ گچھ کی ہے۔ ان کی یہی ایک اسلحہ فیکٹری ہے۔ یہ اسلحہ پاکیشیا میں فروخت کرنے کی بجائے ہمسایہ ملک بہادرستان میں سمگل کر دیتے ہیں وہاں سے انہیں اچھی خاصی رقم مل جاتی ہے۔ جہاں تک بچوں کے اغوا کا تعلق ہے۔ یہ بچوں کو باقاعدہ دوسرے ممالک میں فروخت کرنے کا دھندہ کرتے ہیں اور یہ کام بھی بہادرستان کے راستے ہی ہوتا ہے"...... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

"یہ انتہائی غیر انسانی دھندہ ہے۔ نجانے یہ لوگ اس قسم کا مکروہ دھندہ کیسے کرتے ہیں" ...... کرنل رستم نے نفرت بھرے لہجے میں کہا

"اس فیکٹری پر قبضہ ہو جائے۔ پھر اس اعظم خان اور سردار خان سے ان لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا جنہیں یہ بچے فروخت کرتے ہیں اور میری کوشش ہو گی کہ ایک ایک بچے کو واپس لایا جائے۔ چاہے وہ کہیں بھی موجود ہو" ...... عمران نے کہا اور سب نے اس طرح اثبات میں سر ہلائے جیسے وہ عمران کی بات سے پوری طرح متفق ہوں۔ پھر اس طرح کی مختلف باتوں میں سفر کٹتا چلا گیا۔

"اب ہم درے کے قریب پہنچنے والے ہیں" ...... اچانک کرنل آفتاب نے کہا تو سب یکلخت چوکنا ہو کر بیٹھ گئے۔

"تم دونوں نے فطری انداز میں اداکاری کرنی ہے سمجھے۔ انہیں تم پر معمولی سا شک بھی نہیں ہونا چاہئے" ...... عمران نے چوہان اور نعمانی سے مخاطب ہو کر کہا اور ان دونوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

تھوڑی دیر بعد کرنل آفتاب نے جیپ کو سڑک سے اتارا اور ایک طرف روک دیا۔

"یہ نسام پہاڑی ہے سامنے" ...... کرنل آفتاب نے آہستہ سے کہا اور پھر وہ سب ایک ایک کر کے نیچے اتر آئے۔ ان کے عقب میں دوسری جیپ بھی رک گئی تھی اور اس میں موجود افراد بھی نیچے اتر آئے تھے۔

"ارے یہ کیا۔ یہ سرنگ کا دہانہ تو کھلا ہوا ہے" ...... اچانک

ٹائیگر نے کہا تو وہ سب چونک کر اس طرف دیکھنے لگے۔ جدھر ٹائیگر کی نظریں جمی ہوئی تھیں اور واقعی ایک بہت بڑی پہاڑی چٹان کے درمیان بنی ہوئی سرنگ کا دہانہ صاف نظر آ رہا تھا۔ سرنگ قدرتی تھی۔ انسانی ہاتھوں کی بنی ہوئی نہ تھی۔

"ہاں یہ واقعی سرنگ کا ہی دہانہ ہے" ...... عمران نے کہا اور تیزی سے اس دہانے کی طرف بڑھ گیا۔

"تھیلے ساتھ لے لو۔ ہو سکتا ہے ہمارے لئے کوئی خاص جال بچھایا گیا ہو" ...... عمران نے دہانے پر رکتے ہوئے مڑ کر اپنے ساتھیوں سے کہا اور پھر وہ سرنگ کے اندر داخل ہو گیا۔ لیکن یہ طویل سرنگ خالی تھی اور اس سرنگ کے دوسرے دہانے سے ہلکی سی روشنی نظر آ رہی تھی اس سرنگ کو کراس کر کے تھوڑی دیر بعد وہ دوسری طرف وادی میں پہنچ گئے۔ لیکن یہاں دور دور تک جنگل اور جھاڑیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ وہاں نہ کوئی فیکٹری تھی۔ نہ کوئی مشین اور نہ کوئی آدمی۔

"کیا مطلب یہ فیکٹری کہاں چلی گئی" ...... عمران کے لہجے میں بے حد حیرت تھی۔

"میرا خیال ہے عمران صاحب آپ کو غلط اطلاع ملی ہے یہاں سرے سے کوئی فیکٹری ہی نہ تھی" ...... کرنل رستم نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"نہیں کرنل رستم یہاں فیکٹری بہرحال موجود تھی۔ تم ہوا میں بارود کی ہلکی سی بو محسوس نہیں کر رہے۔ ویسے اس کے نشانات آ گئے

چل کر واضح طور پر مل بھی جائیں گے" عمران نے کہا اور آگے بڑھ
گیا اور پھر تھوڑا سا آگے جانے کے بعد انہیں ایسے نشانات واضح طور پر
نظر آگئے کہ وہاں واقعی کوئی اسلحہ فیکٹری موجود تھی۔ کیونکہ مسلی ہوئی
جھاڑیوں کے علاوہ زمین میں لوہے کے ایسے بڑے بڑے راڈز بھی نظر آ
رہے تھے جن کے ساتھ شیڈز کسے جاتے ہیں۔ بھاری مشینری کی فٹنگ
کے آثار بھی نظر آرہے تھے اور کہیں کہیں تھوڑا بہت بارود بھی موجود تھا
لیکن اس وقت وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے پوری فیکٹری ہی
وہاں سے شفٹ کر دی گئی ہو۔

"ادھر ادھر پھیل جاؤ۔ ان لوگوں کو یقیناً ہماری آمد کی اطلاع مل
گئی ہے اور انہوں نے انتہائی حیرت انگیز طور پر یہاں سے سالم فیکٹری
ہی غائب کر دی ہے"...... عمران نے کہا اور پھر سارے ساتھی تیزی
سے ادھر ادھر پھیلتے چلے گئے۔ لیکن تقریباً ایک گھنٹے کی انتہائی سخت
چیکنگ کے باوجود کوئی ایسا سراغ حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے
جس سے وہ اس جگہ تک پہنچ سکتے جہاں فیکٹری کو لے جایا گیا تھا۔

"مجھے یقین ہو گیا ہے کہ اب اس فیکٹری کا سراغ لگانا مشکل
ہے"...... اچانک کرنل آفتاب نے کہا وہ سب ایک بار پھر اکٹھے ہو
چکے تھے۔

"کیسے یقین ہوا ہے"...... عمران نے کہا۔

"مجھے یقین ہے کہ جیسے ہی سردار خان اور اعظم خان کی گرفتاری
کی خبر ان لوگوں تک پہنچی ہوگی۔ انہوں نے فیکٹری یہاں سے غائب

کر دی ہوگی۔ تاکہ سرے سے کوئی ثبوت ہی باقی نہ رہے۔ اب سردار
خان اور اعظم خان کی گرفتاری کا کوئی جواز ہی باقی نہیں رہا"۔ کرنل
آفتاب نے کہا۔

"ہاں یقیناً ایسا ہی ہوگا اور سردار خان بے حد با اثر آدمی ہے۔ اب وہ
اپنی گرفتاری پر اس پورے علاقے میں قیامت برپا کر دے گا"۔ کرنل
رستم نے پریشان سے لہجے میں کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ مخبری تمہاری چھاؤنی سے ہوئی ہے"۔
عمران نے کہا تو کرنل رستم بے اختیار چونک پڑا۔

"میری چھاؤنی سے وہ کیسے"...... کرنل رستم نے حیرت بھرے
لہجے میں کہا۔

"یہاں جو آثار میں نے دیکھے ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ انہیں
یہاں سے گئے زیادہ سے زیادہ دو یا تین گھنٹے گزرے ہیں اور اتنا ہی
وقت ہمیں چھاؤنی سے نکلے ہوئے گزرا ہے"...... عمران نے کہا۔

"لیکن مخبری کیسے ہوئی ہوگی جب کہ یہاں کسی قسم کا رابطہ ہی
نہیں ہو سکتا"...... کرنل رستم نے کہا۔

"سردار خان اور اعظم خان نے تو یہی بات کہی ہے اور ان کے لہجے
بتا رہے تھے کہ وہ سچ کہہ رہے ہیں لیکن ہو سکتا ہے کہ ان دونوں نے
رابطے نہ ہوں۔ لیکن اس مخبر کا یہاں کے انچارج سے بہرحال رابطہ
موجود تھا"...... عمران نے کہا اور اس بار اس کے ساتھیوں نے اثبات
میں سر ہلا دیئے۔

"اب واپس جانا ہو گا۔ اب اس سردار خان اور اعظم خان سے معلوم ہو سکے گا کہ فیکٹری کو اس طرح شفٹ کرنے کے بعد وہ کہاں لے جا سکتے ہیں" عمران نے کہا اور واپس سرنگ کے دہانے کی طرف مڑ گیا۔ اس کے چہرے پر شدید الجھن کے تاثرات نمایاں تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ سب ایک بار پھر جیپوں پر سوار واپس چھاؤنی کی طرف جا رہے تھے لیکن اب ان سب کے چہرے ستے ہوئے تھے۔ خاص طور پر عمران کی حالت دیکھنے والی تھی۔ کیونکہ ایک لحاظ سے اس کا سارا مشن ہی یکسر ناکام ہو کر رہ گیا تھا۔ اس کی فراخ پیشانی پر شکنوں کا جال پھیلا ہوا تھا۔ دونوں جیپیں خاصی تیز رفتاری سے آگے بڑھی چلی جا رہی تھیں کہ اچانک انہیں دور سے کسی کے چیخنے کی آواز سنائی دی۔ انسانی چیخ تھی۔ آواز سڑک کی سائیڈ پر موجود ایک اونچی پہاڑی کی چوٹی سے آ رہی تھی۔

"رک جاؤ۔ خدا کے لیے رک جاؤ" ..... اچانک وہی انسانی آواز سنائی دی اور عمران نے کرنل آفتاب کو جیپ روکنے کے لیے کہہ دیا۔ چند لمحوں بعد دونوں جیپیں ایک سائیڈ پر رک گئیں اور عمران کے ساتھ باقی ساتھی تیزی سے نیچے اترے۔ لیکن اب کوئی آواز سنائی نہ دے رہی تھی اور نہ ہی کوئی انسان نظر آ رہا تھا۔

"ٹائیگر اور صدیقی اوپر جا کر چیک کرو جلدی کرو" .... عمران نے کہا اور ٹائیگر اور صدیقی دونوں تیزی سے دوڑتے ہوئے اس پہاڑی کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

ایک بڑی اور وسیع ہال نما غار میں اس وقت تین سو کے قریب انسان سہمے ہوئے بیٹھے ہوئے تھے۔ جن میں سے زیادہ تعداد بارہ سے اٹھارہ بیس سال کے لڑکوں کی تھی۔ جب کہ باقی نوجوان تھے۔ وہ سب جسمانی طور پر ڈھانچے ہی نظر آ رہے تھے۔ ان کے چہروں پر شدید خوف کے تاثرات نمایاں تھے۔ وہ سب سہمے ہوئے بیٹھے تھے۔ غار کا دہانہ باہر سے بڑی چٹان سے بند کر دیا گیا تھا۔ اس دہانے کے قریب ہی ایک نوجوان آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ اس کی عمر کے دو اور آدمی بھی موجود تھے۔

"ہمیں اس طرح اچانک یہاں کیوں لایا گیا ہے مراد"۔ ایک آدمی نے اس نوجوان سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"میں نے جو کچھ سنا ہے اس کے مطابق فیکٹری پر فوج کے چھاپے کا خطرہ تھا اس لیے محبت خان نے وہاں سے فیکٹری ہی شفٹ کر دی

ہے" ...... اس آدمی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ایک بار پہلے بھی ہمیں یہاں لایا گیا تھا اور ہمیں تین روز تک بھوکا رکھا گیا تھا۔ اب بھی یقیناً ایسا ہی ہوگا۔ لیکن اب تو ہماری حالت پہلے سے زیادہ خستہ ہو رہی ہے۔ اب تو ہم زندہ نہ بچ سکیں گے" تیسرے آدمی نے کہا۔

"اب ہم کون سے زندہ ہیں الطاف۔ ہماری حالت تو مردوں سے بھی بدتر ہے۔ اس سے تو موت آجائے تو زیادہ اچھا ہے" مراد نے انتہائی مایوسانہ لہجے میں کہا اور باقی افراد نے اثبات میں سرہلا دیئے۔ اسی لمحے دہانے پر موجود چٹان ہٹنے کی آواز سنائی دی تو وہ سب یکلخت مزید سہم سے گئے۔ دوسرے لمحے دھماکے سے دو آدمی اندر آئے۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں مشین گن اور دوسرے کے ہاتھ میں خوفناک کوڑا تھا۔

"سنو تم میں سے کسی کی آواز غار سے باہر گئی تو اس کی ہڈیاں توڑ دی جائیں گی۔ سمجھے" ..... کوڑے بردار نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے کوڑے کو ہوا میں جھنجھناتے ہوئے کہا اور غار میں موجود سب افراد نے میکانکی انداز میں اثبات میں سرہلا دیئے۔

"باہر کچھ بھی ہو جائے۔ کیسی ہی آوازیں تمہیں سنائی دیں۔ لیکن تمہارے حلق سے معمولی سی آواز بھی نہیں نکلنی چاہئے۔ سن لیا تم نے" ..... کوڑے بردار نے ایک بار پھر کوڑے کو جھنجھناتے ہوئے کڑکدار لہجے میں کہا اور ایک بار پھر سب نے پہلے کی طرح میکانکی انداز

میں سرہلا دیئے اور پھر وہ دونوں واپس مڑ کر غار سے باہر چلے گئے۔ ہلکی سی گڑگڑاہٹ کی آواز ابھری اور دہانہ چٹان سامنے آجانے کی وجہ سے بند ہو گیا۔

"ہمیں فوج تک ضرور کسی نہ کسی طرح پیغام پہنچانا چاہئے۔ ..." اچانک مراد نے بڑبڑاتے ہوئے کہا لیکن فقرہ ادھورا چھوڑ کر وہ خاموش ہو گیا۔

"کیسے۔ تمہارے ذہن میں یہ خیال کیسے آیا" ..... ساتھ بیٹھے ہوئے الطاف نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"پتہ نہیں۔ اچانک کیوں یہ بات خود بخود میرے ذہن میں آگئی ہے۔ لیکن ایسا ممکن ہی نہیں ہے۔ یہ لوگ حد درجہ ظالم ہیں اور ان کے آدمی باہر یقیناً موجود ہوں گے" ..... مراد نے کہا۔

"تمہاری بات نے مجھے بھی سوچنے پر مجبور کر دیا ہے مراد۔ اس بے بسی کی زندگی سے تو بہتر ہے کہ آدمی مر ہی جائے" ..... الطاف نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہے تو ایسا لیکن" ..... مراد نے بڑے بے بسی سے لہجے میں کہا۔

"میں دمہ کا مریض ہوں مراد۔ اس لئے بھاگ نہیں سکتا۔ جب کہ تم بہرحال مجھ سے زیادہ صحت مند ہو۔ اگر تم ہمت کرو تو ہو سکتا ہے کہ قسمت ہم پر مہربان ہو جائے" ..... الطاف نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"لیکن کس طرح چٹان کی وجہ سے راستہ تو بند ہے" ...... مراد نے
حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
"اگر تم کہو تو میں اس چٹان کو اس حد تک کھول سکتا ہوں کہ تم
باہر نکل جاؤ" الطاف نے کہا تو مراد چونک کر اٹھ کھڑا ہوا اور غار
میں موجود سب افراد چونک کر اسے دیکھنے لگے۔
"تم تیار ہو۔ سوچ لو اگر تم ان کے ہاتھ آگئے تو پھر تمہاری ایک
بھی ہڈی سلامت نہ رہے گی" ...... الطاف نے کہا۔
"میں تیار ہوں الطاف۔ اب میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ چاہے مجھے
موت ہی کیوں نہ آجائے میں بہر حال یہاں سے ضرور نکلوں گا۔ موت
تو یہاں بھی آہی جائے گی" ...... مراد نے بڑے اعتماد بھرے لہجے میں
کہا۔
"ایک اور وعدہ بھی کرو کہ تم صرف اپنی ذات کو نہیں بچاؤ گے
بلکہ ہمیں بچانے کے لئے بھی کام کرو گے" ...... الطاف نے کہا تو مراد
نے فوراً ہی وعدہ کر لیا۔
"سنو مراد فرار ہو رہا ہے تاکہ فوج کی مدد حاصل کر کے ہم سب کو
ان درندوں کے چنگل سے چھڑوائے۔ اول تو مراد کی عدم موجودگی کا
کسی کو علم نہ ہو سکے گا۔ لیکن اگر ہو جائے تو تم میں سے کسی نے نہیں
بتانا کہ اسے کس نے فرار کرایا ہے" ...... الطاف نے غار میں موجود
سب افراد سے مخاطب ہو کر کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔
"آؤ میرے ساتھ" ...... الطاف نے کہا اور غار کے دہانے پر موجود
چٹان کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دہانے پر پڑے ہوئے ایک بڑے سے
پتھر کو اٹھایا جس کی ایک سائیڈ پر نوک تھی۔ اس نے یہ نوک دہانے
اور چٹان کے درمیان رخنے میں پھنسائی اور پھر اسے پوری قوت سے
سائیڈ میں دبانے لگا۔ اس کے ایسا کرتے ہی ہلکی سی گڑگڑاہٹ کی آواز
سنائی دی اور چٹان تھوڑا سا پیچھے کی طرف ہٹ گئی۔
"نکل جاؤ۔ دہانہ اس سے زیادہ نہ کھل سکے گا۔ خدا تمہاری حفاظت
کرے گا" ...... الطاف نے بھینچے بھینچے لہجے میں کہا تو مراد کسی چھپکلی کی
طرح رینگتا ہوا اس سوراخ میں سے گھسٹ کر باہر نکل گیا۔ باہر اونچی
اونچی جھاڑیاں ہر طرف پھیلی ہوئی تھیں مراد پہلے تو سانس روکے وہیں
پڑا ادھر ادھر دیکھتا رہا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ جھاڑیوں کی آڑ لیتا ہوا آگے کی
طرف رینگتا چلا گیا۔ اسے وہ راستہ معلوم تھا جس راستے سے انہیں
یہاں تک لایا گیا تھا۔ وہ مسلسل رینگتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ انہیں
قید کرنے والے شاید ان کی طرف سے پوری طرح مطمئن تھے۔ اس
لئے انہوں نے یہاں پہرے کی طرف توجہ نہ دی تھی۔ کافی دور آنے
کے بعد مراد اٹھا اور پھر اس نے بے تحاشا انداز میں دوڑنا شروع کر دیا۔
لیکن چونکہ جسمانی طور پر وہ خاصا کمزور تھا اس لئے جلد ہی ہانپنے لگا۔ تو
اس نے تیز دوڑنا بند کر دیا۔ وہ اسی راستے پر جا رہا تھا جہاں سے انہیں
لایا گیا تھا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ وہاں پہنچ گیا جہاں پہلے فیکٹری تھی
لیکن وہ جگہ خالی تھی۔ وہ سرنگ سے ہوتا ہوا باہر سڑک پر آیا تو اسے
دور سے دو جیپیں جاتی ہوئی دکھائی دیں لیکن دونوں جیپیں سڑک کا

موڑ مڑ کر اس کی نظروں سے غائب ہو گئیں۔

"اوہ ان جیپوں کو روکنا چاہئے۔ ان کی مدد سے میں شہر پہنچ سکتا ہوں۔ ورنہ اگر ان لوگوں کو میرے فرار کا علم ہو گیا تو وہ پورے راکوش میں اپنے آدمیوں کو اطلاع کر دیں گے اور پھر میں کسی چوہے کی طرح پکڑا جاؤں گا"..... مراد نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے تیزی سے پہاڑی پر چڑھنا شروع کر دیا۔ کافی بلندی پر پہنچ کر وہ اپنی پوری قوت سے دوڑنے لگا۔ اسے معلوم تھا کہ پہاڑی سڑک گھوم کر اس پہاڑی کی دوسری طرف سے ہی گزرتی ہے اس لئے جیپیں چکر کاٹ کر اس طرف ہی آئیں گی۔ اس لئے اسے امید تھی کہ وہ بہر حال ان جیپوں کے وہاں تک پہنچنے تک پہاڑی کے اس طرف پہنچ جانے میں کامیاب ہو جائے گا اور وہی ہوا تھوڑی دیر بعد وہ جب پہاڑی کی دوسری طرف پہنچا تو اس نے دونوں جیپوں کو تیزی سے آتے ہوئے دیکھا۔ اس نے بے اختیار دونوں ہاتھ اٹھا کر انہیں روکنے کے لئے دوڑنا چاہا۔ لیکن دوسرے لمحے اس کا پیر ایک چٹان سے پھسلا اور اس کے حلق سے خود بخود ایک تیز چیخ نکل گئی۔ لیکن شکر ہے کہ وہ گہرائی میں نہ گرا تھا اور فوراً ہی سنبھل گیا تھا۔ لیکن جب تک وہ سنبھلتا جیپیں وہاں سے گزر گئی تھیں۔

"رک جاؤ خدا کے لئے رک جاؤ"..... مراد نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے اپنی پوری قوت سے چیختے ہوئے کہا اور پھر اس کا دل بلیوں اچھل پڑا جب اس نے ان دونوں جیپوں کو رکتے ہوئے دیکھا۔

وہ تیزی سے نیچے اترنے ہی لگا تھا کہ یکلخت وہ ٹھٹھک کر رک گیا۔ کیونکہ جیپوں سے اترنے والے افراد میں سے اس نے بڑے خان اور اعظم خان کو بھی اترتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔

"اوہ خدایا یہ میں نے کیا کر دیا۔ یہ تو بڑے درندے ہیں"۔ مراد نے انتہائی خوفزدہ لہجے میں کہا اور تیزی سے دوڑتا ہوا قریب ہی ایک غار میں جا کر چھپ گیا۔ اس کا دل اس قدر تیزی سے دھڑک رہا تھا جیسے ابھی سینہ پھاڑ کر باہر آ جائے گا خوف کی وجہ سے اس کی آنکھیں باہر کو ابل آئی تھیں لیکن یہاں معاملہ ایسا تھا کہ وہ بھاگ نہ سکتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ بڑے خان کے ساتھی لامحالہ اسے تلاش کریں گے اور اگر اس نے بھاگنے کی کوشش کی تو بہر حال وہ انہیں نظر آ جائے گا۔ جب کہ اس غار میں چھپ کر شاید وہ انہیں نظر نہ آئے اور وہ اسے تلاش کرنے میں ناکام رہ کر واپس چلے جائیں۔ لیکن تھوڑی دیر بعد اس نے غار سے باہر دو آدمیوں کے قدموں کی آوازیں سنیں تو وہ بے اختیار سہم کر غار کی دیوار سے چپٹ گیا۔

"تم جو کوئی بھی ہو باہر آ جاؤ۔ ورنہ ہم غار میں بم پھینک دیں گے"..... باہر سے ایک چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

"مم۔ مم۔ مجھے معاف کر دو۔ مجھے معاف کر دو"..... مراد نے ڈوبتے ہوئے لہجے میں کہا اور غار سے باہر آ کر وہ زمین پر اوندھے منہ لیٹ سا گیا۔

"کون ہو تم"..... ان میں سے ایک نے جھک کر اس کا بازو پکڑ

کر اسے اٹھاتے ہوئے قدرے نرم لہجے میں کہا۔

"مم۔ مم مجھے چھوڑ دو۔ تمہیں تمہارے خدا کا واسطہ مجھے چھوڑ دو میں تو بڑے خان کا غلام ہوں۔ مجھے چھوڑ دو۔ معاف کر دو"...... مراد نے ہذیانی انداز میں کہا۔ اس کا ذہن خوف کی شدت سے واقعی ماؤف سا ہو کر رہ گیا تھا۔

"اوہ تو تم بڑے خان سے ڈر رہے ہو۔ کیا تمہارا تعلق اسلحہ فیکٹری سے تھا"...... ان میں سے ایک نے کہا۔

"ہاں ہاں مجھے معاف کر دو۔ مجھے چھوڑ دو میں مر جاؤں گا۔ خدا کے لئے مجھے چھوڑ دو"...... مراد نے گھگھیاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"گھبراؤ نہیں ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں دوست ہیں آؤ ہمارے ساتھ"...... ایک آدمی نے کہا۔

"مم۔ مم مگر اعظم خان اور بڑا خان۔ وہ۔ وہ تو میری بوٹیاں اڑا دیں گے"...... مراد نے چیختے ہوئے کہا۔

"کچھ نہیں کہیں گے وہ تمہیں آؤ ہمارے ساتھ"...... دوسرے آدمی نے کہا اور اس نے اس کا دوسرا بازو پکڑ لیا۔

"نہیں نہیں وہ مجھے مار ڈالیں گے وہ میری بوٹیاں اڑا دیں گے مجھ پر رحم کرو۔ خدا کے لئے مجھ پر رحم کرو مجھے چھوڑ دو"...... مراد نے لاشعوری طور پر ان کی گرفت میں مچلتے ہوئے اور روتے ہوئے کہا۔ لیکن وہ دونوں اسے دونوں بازوؤں سے پکڑے پہاڑی سے نیچے لے گئے اب مراد کو سڑک پر موجود دونوں جیپیں اور ان کے سامنے کھڑے

ـے اعظم خان اور بڑا خان صاف دکھائی دینے لگے اور اسے یقین ہو
ـہ اب وہ کسی بھی صورت میں عبرت ناک موت سے نہیں بچ سکتا
ـف کی شدت سے اس کا ذہن یکلخت تاریک ہوتا چلا گیا۔ وہ خوف
انتہائی شدت کی وجہ سے بے ہوش ہو گیا تھا۔

"یہ کیسے اس طرح اٹھائے لئے آرہے ہیں کون ہے یہ"...... ا
نے اوپر دیکھتے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ کیونکہ اس نے
تھا کہ ٹائیگر اور صدیقی ایک آدمی کے دونوں بازو پکڑے اسے ا
لحاظ سے اٹھائے نیچے آرہے تھے اور وہ ان کی گرفت میں بری طرح
رہا تھا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ نیچے سڑک تک پہنچتے اس آدمی کا
یکلخت ڈھیلا پڑ گیا اور ٹائیگر نے اسے اٹھا کر کاندھے پر ڈال لیا۔ وہ ا
بے ہوش ہو چکا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ٹائیگر اسے اٹھائے نیچے سڑک پ
گیا۔

"کون ہے یہ"...... عمران نے پوچھا۔

"یہ ایک غار میں چھپا ہوا تھا۔ انتہائی خوفزدہ ہے۔ کہہ رہا ہے
اعظم خان اور بڑا خان اسے عبرتناک موت ماریں گے"...... صم
نے کہا اور اسی لمحے ٹائیگر نے اسے کاندھے سے اتار کر نیچے سڑک پ

ہس کی حالت تو بے حد خراب ہے۔ اوہ اوہ یقیناً اس کا تعلق اسلحہ
ی سے ہوگا۔ اس کے لباس پر بارود کے نشانات موجود ہیں"۔
ی نے اس پر جھکتے ہوئے کہا اور پھر اس نے اس آدمی کا منہ اور
دونوں ہاتھوں سے بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد جب اس کے جسم
کت کے تاثرات نمودار ہوئے تو عمران اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔
جیپ سے پانی کی بوتل نکالو"...... عمران نے ٹائیگر سے کہا اور
جیپ کی طرف بڑھ گیا۔ اس آدمی نے چند لمحوں بعد آنکھیں کھول
ور اس کے ساتھ ہی اس کے چہرے پر ایک بار پھر انتہائی خوف
ثرات ابھر آئے۔
مم۔ مم مجھے مت مارو۔ مجھے معاف کر دو۔ تمہیں تمہارے خدا کا
مجھے مت مارو"...... اس آدمی نے ہوش میں آتے ہی بجلی کی سی
ے اٹھ کر چوہان کے جو بڑا خان بنا ہوا تھا پیر پکڑ لئے۔ اس کی
، اس قدر خستہ ہو رہی تھی کہ عمران کے ساتھ ساتھ باقی سب
ں کے چہرے پر شدید افسوس کے تاثرات ابھر آئے تھے۔
ہم دوست ہیں۔ ڈرو نہیں۔ ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے"۔
ی نے اسے بازو سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے انتہائی نرم لہجے میں کہا
مے ٹائیگر نے پانی کی بوتل اس کی طرف بڑھا دی۔
پانی پی لو۔ تمہاری حالت سنبھل جائے گی۔ حوصلہ کرو تم
وں میں ہو دشمنوں میں نہیں ہو"...... عمران نے اس کی پشت کو

تھپتھپاتے ہوئے کہا تو وہ آدمی پہلے تو پھٹی پھٹی آنکھوں سے اُ
دیکھتا رہا جیسے اسے عمران کی بات پر یقین نہ آ رہا ہو۔ ٹائیگر کی
ہوئی پانی کی بوتل اس کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تھی۔ لیکن بوتل
طرح لرز رہی تھی جیسے وہ رعشہ کا مریض ہو۔

"تمہارا نام کیا ہے۔ اپنے متعلق تفصیل بتاؤ۔ مجھے محسوس ہو
ہے کہ میں نے تمہیں پہلے بھی کہیں دیکھا ہے۔ لیکن پوری طرح
نہیں آ رہا"...... عمران نے بڑے دوستانہ لہجے میں کہا۔

"مم۔ مم مجھے معاف کر دو۔ بڑے خان مجھے معاف کر دو۔ میں
نہیں بھاگوں گا۔ مجھے معاف کر دو"...... اچانک اس آدمی نے ہا
میں پکڑی ہوئی پانی کی بوتل پھینکی اور ایک بار پھر چوہان کے قدم
پر گر گیا۔

"ارے ارے۔ میں بڑا خان نہیں ہوں۔ گھبراؤ نہیں"...... چوہا
نے جلدی سے جھک کر اسے بازو سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا۔

"حد سے زیادہ خوفزدہ ہے یہ شخص"...... کرنل رستم نے افسو
بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ ظالم اور سفاک لوگ ظلم بھی ایسے توڑتے ہیں کہ آد
مستقل طور پر خوف کا مریض بن جاتا ہے۔ ویسے اس کے بڑے خان
پہچان لینے کا مطلب یہی ہے کہ میرا اندازہ درست ہے کہ اس کا تع
اس اسلحہ فیکٹری سے ہی ہے"...... عمران نے کہا۔

"بب بب بڑے خان نہیں ہو۔ کیا۔ کیا مطلب"...... اس آد

اس کے لہجے میں خوف کی شدت کے ساتھ ساتھ حیرت کا عنصر نمایاں تھا۔
وہ اب آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چوہان اور نعمانی کو دیکھ رہا تھا۔

"دیکھو تمہیں میں نے پہلے بھی بتایا ہے کہ تم دشمنوں میں نہیں
دوستوں میں ہو۔ جنہیں تم بڑا خان اور اعظم خان سمجھ رہے ہو یہ
دراصل وہ نہیں ہیں۔ یہ ان کے میک اپ میں ہیں اور یہ کرنل رستم
ہیں۔ راکوش کے ملٹری کمانڈر اور ہمارا تعلق دارالحکومت سے ہے۔
تمہارے لباس پر موجود بارود کے واضح نشانات سے مجھے یہی اندازہ ہوا
ہے کہ تمہارا تعلق اس خفیہ اسلحہ فیکٹری سے رہا ہے اور اب تم جس
طرح بڑے خان اور اعظم خان سے خوفزدہ ہو رہے ہو۔ اس سے بھی
یہی ثابت ہوتا ہے۔ ہم اس فیکٹری چلانے والوں کو گرفتار کرنے اور
یہاں قید افراد کو ان کی قید سے چھڑوانے کے لئے آئے ہیں۔ لیکن جس
جگہ فیکٹری تھی وہاں سے اب فیکٹری غائب کر دی گئی ہے۔ اس لئے ہم
واپس جا رہے تھے کہ تمہاری آواز سن کر رک گئے۔ اس لئے تم پوری
طرح ہوش میں آؤ اور اگر تمہارا تعلق واقعی اس فیکٹری سے ہے تو ہمیں
بتاؤ کہ اب وہ کہاں ہے اور تم کہاں سے آئے ہو اور کس طرح آئے
ہو"...... عمران نے اسے نرم لہجے میں سمجھاتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ اوہ تو۔ تو۔ یہ بات ہے۔ وہ۔ وہ تمہاری وجہ سے فیکٹری
اٹھا کر لے گئے ہیں۔ اوہ خدایا۔ تیرا شکر ہے۔ تو نے مجھے بچا لیا"۔ اس
آدمی نے کہا اور دوسرے لمحے وہ سڑک پر ہی سجدے میں گر گیا۔

"اب اسے پانی دو ٹائیگر اب یہ کچھ سنبھل گیا ہے"...... عمران نے

مسکراتے ہوئے ٹائیگر سے کہا جس نے سڑک پر گرنے والی پانی کی بوتل اٹھالی تھی۔ چونکہ بوتل پلاسٹک کی تھی اس لئے ٹوٹی نہ تھی۔

"یہ لو پانی پیو"...... ٹائیگر نے آگے بڑھ کر اسے بجرے سے اٹھاتے ہوئے کہا اور اس بار اس آدمی نے دونوں ہاتھوں سے پانی کی بوتل پکڑی اور اسے منہ سے لگالیا۔ وہ اس طرح غٹاغٹ پانی پیے چلا جا رہا تھا جیسے صدیوں سے پیاسا ہو۔

"اوہ خدایا تیرا شکر ہے" اس آدمی نے بوتل منہ سے ہٹاتے ہوئے کہا۔ اب اس کے چہرے پر خوف کی بجائے گہرے اطمینان کے تاثرات نمودار ہو گئے تھے۔

"تمہارا نام کیا ہے"...... عمران نے اس سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"میرا نام مراد ہے۔ میں دارالحکومت میں سوشل ویلفیئر آفیسر تھا۔ میں نے ایک بردہ فروش گروہ کی مخبری کی تو مجھے اغوا کر کے یہاں بڑے خان اور اعظم خان کے سامنے پیش کیا گیا۔ جہاں مجھے بہت بری طرح زدو کوب کیا گیا۔ میں ڈھیٹ تھا یا میری زندگی باقی تھی کہ میں پھر بھی مرنے سے بچ گیا تو انہوں نے مجھے اسلحہ ساز فیکٹری میں بھیج دیا وہاں تین سو کے قریب افراد اور ہیں۔ ان میں دو سو کے قریب دس بارہ سالوں سے اٹھارہ بیس سال کے لڑکے ہیں۔ باقی جوان اور بڑی عمر کے ہیں۔ ہم سے دن رات بیگار لی جاتی تھی۔ ہمیں کھانے کو بہت تھوڑا دیا جاتا تھا۔ ہمیں ڈرایا دھمکایا جاتا تھا۔ بعض اوقات بغیر کسی وجہ کے بچوں کو گولیاں مار کر ہلاک کر دیا جاتا تھا۔ چار پانچ گھنٹے پہلے

ی بات ہے کہ فیکٹری کے انچارج محبت خان نے فیکٹری اکھاڑنے کا
ُکم دیا اور پھر وہ سب کچھ لے کر کچھ دور ایک پہاڑی میں پہنچ گئے جہاں
بڑی بڑی غاریں ہیں۔ ان میں سے ایک بڑی غار میں اسلحہ بارود اور
مشینری رکھی گئی ہے اور دوسری بڑی غار میں ہم تین سو افراد کو بھیڑ
بکریوں کی طرح قید کر دیا گیا ہے ہمیں اندازہ ہو گیا تھا کہ فوج کے
چھاپے کی وجہ سے فیکٹری اکھاڑی گئی ہے۔ کئی سال پہلے بھی ایسا ہی
ہوا تھا۔ میرے ساتھیوں نے کہا کہ یہ موقع ہے۔ میں فرار ہو کر اگر
فوج تک پہنچ جاؤں تو شاید ان کی رہائی کی کوئی صورت نکل آئے۔ میں
تیار ہو گیا۔ میرے ساتھیوں نے مجھے اس غار سے نکال دیا۔ وہ لوگ
مطمئن تھے۔ اس لئے وہاں باہر کوئی پہرہ نہ تھا۔ میں وہاں سے پہلے
اس جگہ پہنچا جہاں فیکٹری تھی وہاں سے سڑک پر میں نے ان دونوں
جیپوں کو جاتے ہوئے دیکھا تو انہیں روکنے کے لئے میں پہاڑی پر چڑھ
کر دوسری طرف گیا۔ میں نے آواز دی جیپیں رک گئیں۔ میں خوش ہو
گیا لیکن جب میں نے جیپوں میں سے اعظم خان اور بڑے خان کو نکلتے
دیکھا تو میری روح فنا ہو گئی۔ میں خوف کے مارے ایک غار میں چھپ
گیا وہاں سے مجھے پکڑ کر یہاں لے آیا گیا ہے"...... مراد نے پوری
تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"ہاں تم واقعی مراد ہو۔ تمہاری بیوی اور بچے سے میں مل چکا ہوں
اور تمہاری تلاش کے چکر میں یہ سارا کیس شروع ہوا۔ میں نے تمہارا
فوٹو دیکھا تھا۔ لیکن تمہاری حالت اس قدر بدل چکی ہے کہ میں تمہیں

پہچان نہیں سکا۔ صرف اتنا احساس ہوا تھا کہ میں نے تمہیں پہلے کہیں دیکھا ہے۔ بہرحال مجھے خوشی ہے کہ تم زندہ سلامت ہو۔ تمہاری بیوی اور تمہارے بیٹے کے لئے یہ ان کی زندگی کی سب سے بڑی خوشخبری ہوگی۔ لیکن تمہارے ساتھ جو لڑکے اور لوگ قید ہیں۔ ان کے لواحقین بھی اسی طرح ان کی راہ دیکھ رہے ہوں گے جس طرح تمہاری بیوی اور تمہارا بچہ تمہاری راہ دیکھ رہے ہیں اس لئے اب تم نے ہماری اس طرح مدد کرنی ہے کہ ہم ان سب کو صحیح سلامت ان کی قید سے رہا کرا سکیں"...... عمران نے کہا تو مراد کے چہرے پر انتہائی مسرت کے تاثرات ابھر آئے۔

"بالکل۔ میں بالکل تمہاری مدد کروں گا۔ لیکن وہ لوگ بے حد ظالم ہیں۔ اگر انہیں ذرا بھی شبہ پڑ گیا تو وہ سب کو ہلاک کر کے اور سب کچھ تباہ کر کے پہاڑوں میں غائب ہو جائیں گے اور ہو سکتا ہے کہ اب تک انہیں میرے فرار کا بھی علم ہو گیا ہو۔ اور وہ مجھے تلاش کر رہے ہوں۔ وہ یہاں پہنچ جائیں گے وہ انتہائی ہوشیار اور باخبر لوگ ہیں"...... مراد نے ایک بار پھر سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کرنل آفتاب آپ اس پورے علاقے سے اچھی طرح واقف ہیں۔ [illegible] سے اس پہاڑی کے بارے میں پوری تفصیل معلوم کر لیں تاکہ ان لوگوں کو پکڑا جا سکے"...... عمران نے کرنل آفتاب سے مخاطب ہو کر کہا۔

"میرا خیال ہے میں فوج کا دستہ طلب کر لوں اس طرح ہمیں اپنے

کام میں آسانی ہو جائے گی"...... کرنل رستم نے کہا۔

"نہیں کرنل۔ فوج یہاں پہنچی تو انہیں فوراً خبر ہو جائے گی اور پھر یہ لوگ واقعی اپنا ہر نشان مٹا ڈالیں گے۔ پھر ہمیں وہاں سے ان مظلوم قیدیوں کی صرف لاشوں کے ٹکڑے ہی ملیں گے۔ مجھے اسلحہ فیکٹری کی مشینری یا اسلحہ بارود سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان بے کس اور مجبور قیدیوں کو زندہ سلامت ان بھیڑیوں کے ہاتھوں سے رہائی دلا سکوں"...... عمران نے بڑے پرعزم لہجے میں کہا۔

"لیکن وہ لوگ ہوشیار بھی ہوں گے اور مسلح بھی"...... کرنل رستم نے کہا۔

"آپ فکر نہ کریں سب ٹھیک ہو جائے گا"...... عمران نے کہا۔

ادھر کرنل آفتاب مراد سے گفتگو میں مصروف تھا۔

"میں نے معلوم کر لیا ہے۔ نسام پہاڑی سے جنوب کی طرف تقریباً دو کلو میٹر کے فاصلے پر ایک اور پہاڑی ہے ٹانگرہ۔ اس پہاڑی میں یہ غاریں ہیں۔ لیکن وہ علاقہ بے حد دشوار گزار ہے اور سامنے سے جانے پر انہیں دور سے ہی پتہ چل جائے گا"...... کرنل آفتاب نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہم عقبی طرف سے نہیں جا سکتے"...... عمران نے کہا۔

"نہیں عقبی طرف سے پہاڑی بالکل عمودی ہے"...... کرنل آفتاب نے جواب دیا۔

"اور کوئی راستہ"...... عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں سوائے سامنے کے رخ جانے کے اور کوئی راستہ نہیں ہے"...... کرنل آفتاب نے جواب دیا۔

"اوکے ٹائیگر جیپ کے پیچھے پڑے ہوئے بیگ میں سے میک اپ باکس نکالو۔ میں مراد کا میک اپ کر کے وہاں جاؤں گا۔ تم لوگ اس جگہ رکو گے جہاں پہلے یہ فیکٹری تھی۔ سپیشل ٹرانسمیٹر پر میں جب کال کروں تو آپ لوگ وہاں پہنچ جائیں"...... عمران نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب کیا آپ اکیلے جائیں گے"...... کرنل رستم اور کرنل آفتاب دونوں نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں یہ ضروری ہے۔ مجھے یقین ہے کہ انہیں مراد کے فرار کی خبر اب تک ہو چکی ہو گی اور وہ اسے تلاش کر رہے ہوں گے۔ اس لئے جب میں وہاں جاؤں گا تو وہ مجھے پکڑ لیں گے۔ اس کے بعد میں کوشش کروں گا کہ وہ مجھے اپنے ٹھکانے پر لے جائیں۔ پھر سب اوکے ہو جائے گا"...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنا لباس اتارا اور پھر مراد کا لباس اتروا کر اس نے خود پہنا اور اپنا لباس مراد کو پہنا کر اس نے ایک چٹان کی اوٹ میں اپنے چہرے پر مراد کا میک اپ کرنا شروع کر دیا۔

"کمال ہے۔ تم۔ تم تو واقعی جادوگر ہو"...... کرنل رستم اور کرنل آفتاب نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ مراد بھی حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر عمران کو دیکھ رہا تھا۔

"دعا کریں کہ یہ جادوگری آگے بھی کام آجائے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اپنے لباس سے نکالی ہوئی چیزیں جو اس نے پہلے ایک طرف رکھ دی تھیں اٹھا اٹھا کر اس لباس کی جیبوں میں ڈالنا شروع کر دیں جو اس نے پہن رکھا تھا۔ پھر کرنل آفتاب اور مراد سے راستے کے بارے میں پوری تفصیل معلوم کر کے وہ تیزی سے دوڑتا ہوا پہاڑی کے اوپر چڑھنے لگا۔ اس نے فیصلہ کیا تھا کہ سڑک کے راستے جانے کی بجائے وہ پہاڑی کے اوپر سے ہو کر ان لوگوں کی طرف جائے گا۔ تاکہ انہیں کسی قسم کا شک نہ ہو سکے۔

"ہم کب تک یہاں رہیں گے محبت خان"...... زبیر نے محبت خان سے مخاطب ہو کر کہا۔ وہ دونوں ایک غار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ بیس کے قریب محافظ بھی تھے۔

"تمہارا کیا مطلب ہے۔ کیا ہم واپس چلے جائیں"...... محبت خان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"نہیں میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ بلکہ میرا مطلب ہے کہ ہمیں یہاں چھپ کر بیٹھنے کی بجائے اپنے آدمی وہاں بھیجنے چاہیں تاکہ معلوم تو ہو سکے کہ وہ لوگ وہاں پہنچے بھی ہیں یا نہیں۔ اگر پہنچے ہیں تو ان کا رد عمل کیا ہے"...... زبیر نے جواب دیا۔

"نہیں ان لوگوں کا تعلق سیکرٹ سروس سے ہے۔ اگر ہمارا ایک آدمی بھی ان کی نظروں پر چڑھ گیا تو پھر وہ یہاں ہمارے سروں پر پہنچ

جائیں گے۔ انہیں وہاں ٹکریں مارنے دو۔ خود ہی ٹکریں مار کر واپس چلے جائیں گے"...... محبت خان نے جواب دیا۔

"میرا خیال ہے سردار کہ ہمیں کم از کم دو آدمیوں کو سامنے کی پہاڑیوں پر ضرور بھیجنا چاہیئے۔ تاکہ اگر وہ ادھر آ رہے ہوں تو کم از کم ہمیں ان کے متعلق پیشگی اطلاع تو مل جائے"...... ایک اور آدمی نے کہا۔

"ہاں ایسا ہو سکتا ہے۔ رحمت اور احمد خان دونوں باہر جاؤ اور اوپر چوٹی پر ایسی جگہ چھپ جاؤ جہاں سے تم ہر طرف نگاہ رکھ سکو۔ اگر کوئی مشکوک بات ہو تو ایک آدمی فوراً ہمیں آکر اطلاع دے دے"۔ محبت خان نے کہا اور اس کے ساتھ ہی محافظوں میں سے دو آدمی اٹھے اور تیز تیز قدم اٹھاتے غار سے باہر نکل گئے۔

"ان لوگوں کو کھانے کے لئے آج کیا دیا جائے گا۔ سب کچھ تو پیک ہو چکا ہے"...... چند لمحوں بعد زبیر نے کہا۔

"لعنت بھیجو ان پر۔ ایک رات میں یہ مر نہیں جائیں گے اور مر بھی گئے تو کیا ہو گا۔ ان کی جگہ دوسرے لوگ آ جائیں گے۔ پہلے یہ خطرہ تو دور ہو"...... محبت خان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"تم سیکرٹ سروس سے بے حد خوفزدہ ہو گئے ہو محبت خان پہلے تو میں نے تمہاری ایسی کوئی کیفیت نہیں دیکھی تھی"...... زبیر نے کہا۔

"محبت خان خوفزدہ نہیں ہو سکتا زبیر۔ لیکن میں محتاط ضرور ہو گیا ہوں۔ کیونکہ میں چار سال تک ملٹری انٹیلی جنس میں کام کرتا رہا ہوں

مجھے معلوم ہے کہ یہ لوگ کس قدر خطرناک ہوتے ہیں"...... محبت خان نے تلخ لہجے میں کہا۔

"اگر فرض کیا یہ اچانک یہاں پہنچ جاتے ہیں تو پھر تم نے کیا احتیاطی تدابیر کی ہیں"...... زبیر نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا تو محبت خان بے اختیار مسکرا دیا۔

"تو تمہارا کیا خیال ہے میں ویسے ہی یہاں آکر بیٹھ گیا ہوں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ یہاں کسی کے پہنچنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے۔ وہی راستہ جہاں سے ہم آئے ہیں۔ میں نے راستے میں خاص خاص جگہوں پر ایسی بارودی سرنگیں دبا دی ہیں کہ اگر کوئی ادھر آیا تو یقیناً ان میں سے کوئی نہ کوئی پھٹ جائے گی۔ اس طرح ایک تو کم از کم ان کا ایک آدمی تو بہرحال ہلاک ہو جائے گا۔ دوسرا دھماکے کی آواز سنے ہم ہوشیار ہو جائیں گے۔ اس کے بعد ہم سب اوپر پہاڑی پر چڑھ جائیں گے۔ پھر چاہے یہاں پوری فوج ہی کیوں نہ آجائے۔ ان میں سے ایک بھی بچ کر نہ جا سکے گا"...... محبت خان نے جواب دیا۔

"لیکن یہ ضروری تو نہیں کہ کسی نہ کسی کا پیر بارودی سرنگ پر بھی جائے گا"...... زبیر نے کہا۔

"ایک تو تم جیسا احمق آدمی پہلے میری نظروں سے نہیں گزرا۔ اگر تم بڑے خان کے دور کے رشتہ دار نہ ہوتے تو اپنی اس حماقت کی وجہ سے اب تک نجانے کتنی بار میرے ہاتھوں سے ہلاک ہو چکے ہوتے۔ احمق آدمی وہ ایک آدمی تو نہیں ہو گا۔ جو یہاں آئے گا اور بارودی

سرنگ پر اس کا پیر نہ آئے گا۔ ظاہر ہے وہ بہت سے آدمی ہوں گے۔ اس لئے لامحالہ ان میں سے کسی ایک کا پیر لازماً اس پر پڑے گا"...... محبت خان نے کہا تو زبیر بے اختیار ہنس پڑا۔

"اب تم جیسی عقل تو میرے پاس نہیں ہے محبت خان اسی وجہ سے تو تمہیں اس فیکٹری کا انچارج بنایا گیا ہے"...... زبیر نے قدرے خوشامدانہ لہجے میں کہا اور محبت خان بھی ہنس دیا۔ لیکن پھر اس سے پہلے کہ ان کے درمیان مزید کوئی بات ہوتی۔ باہر سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں تو وہ سب بے اختیار اٹھ کھڑے ہوئے۔ پھر محبت خان تیزی سے غار کے دہانے سے باہر آگیا۔ آنے والا احمد خان تھا جسے انہوں نے پہرے پر بھیجا تھا۔

"سردار سردار۔ وہ مراد فرار ہو گیا تھا۔ رحمت نے اسے پکڑ لیا ہے"...... احمد خان نے تیز لہجے میں کہا۔

"مراد فرار ہو گیا۔ کیا مطلب وہ تو اس غار میں قید تھا۔ وہاں سے کیسے فرار ہو گیا"...... محبت خان نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"وہ فرار ہو گیا ہے سردار۔ رحمت نے اچانک اس کی ایک جھلک دیکھ لی۔ وہ ایک بڑے پتھر کے پیچھے چھپ رہا تھا پھر میں نے بھی اسے دیکھ لیا۔ ہم نے بڑی مشکل سے اسے گھیر کر پکڑا ہے سردار بڑی مشکل سے۔ رحمت اسے لے آرہا ہے"...... احمد خان نے کہا تو محبت خان کے چہرے پر شدید غصے کے تاثرات ابھر آئے۔

"اوہ اوہ میں اس کی بوٹیاں اڑا دوں گا۔ لیکن یہ فرار کیسے ہوا۔ لازماً

اس کے ساتھ اور بھی ہوں گے۔ زبیر دو آدمیوں کو ساتھ لے جاؤ اور
چیک کرو کتنے آدمی فرار ہوئے ہیں اور کیسے ...... محبت خان نے غصے
کی شدت سے چیختے ہوئے کہا تو زبیر دو مسلح افراد کو ساتھ لے کر دوڑتا
ہوا اس طرف کو بھاگ پڑا۔ جدھر وہ غار تھا جہاں قیدیوں کو بند کیا گیا
تھا تھوڑی دیر بعد دور سے رحمت ایک آدمی کو بازو سے پکڑے تقریباً
گھسیٹتا ہوا آتا دکھائی دیا۔ اس آدمی کے بازو عقب میں بندھے ہوئے
تھے۔

"ہاں یہ واقعی مراد ہے" ...... محبت خان نے کہا اور اس کے ساتھ
ہی وہ اپنے ساتھ کھڑے ہوئے ایک محافظ کی طرف مڑ گیا۔

"میرا کوڑا لے آؤ۔ میں اس کی اور اس کے ساتھ دینے والوں کی
کھالیں اتار دوں گا" ...... محبت خان نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا اور
محافظ سر ہلاتا ہوا تیزی سے غار کی طرف دوڑ گیا جب کہ محبت خان قہر
بھری نظروں سے اپنی طرف بڑھتے ہوئے مراد کو دیکھنے لگا۔ اس کا انداز
بتا رہا تھا کہ وہ مراد کو انتہائی عبرتناک سزا دینے کا حتمی فیصلہ کر چکا ہے۔

عمران مراد کے روپ میں پہاڑی جنگل میں تیزی سے چلتا ہوا آگے
بڑھا چلا جا رہا تھا اور اسے صحیح معنوں میں اب اس بات کا احساس ہو رہا
تھا کہ اگر کرنل آفتاب نے اس کی تفصیل سے رہنمائی نہ کی ہوتی تو
اس دشوار گزار اور گھنے پہاڑی جنگل میں وہ لازماً راستہ بھول جاتا۔ لیکن
کرنل آفتاب واقعی اس سارے علاقے سے پوری طرح واقف تھا۔
اس نے عمران کو اس انداز میں راستہ بتایا تھا کہ عمران صحیح راستے پر
تیزی سے آگے بڑھا چلا جا رہا تھا۔ اب وہ ایسے علاقے میں پہنچ چکا تھا
جہاں سے وہ غاروں والی پہاڑی کے کافی قریب۔ اس نے اپنی رفتار کم
کر دی تھی اور وہ بڑے محتاط انداز میں ہر طرف کا جائزہ لے رہا تھا کیونکہ
اس نے ایک فرار ہونے والے آدمی کا کردار ادا کرنا تھا۔ اس کے ساتھ
ساتھ اسے یہ بھی خیال رکھنا تھا کہ اس پر اچانک فائرنگ نہ کر دی
جائے۔ کیونکہ ان لوگوں کا کچھ پتہ نہ تھا کہ وہ فرار ہونے والے آدمی

سے کس انداز میں پیش آتے ہیں۔ اسے گرفتار کرتے ہیں یا اس پر براہ راست فائر کھول دیتے ہیں۔ محتاط انداز میں آگے بڑھتے بڑھتے اچانک وہ ٹھٹھک کر رک گیا۔ اس کی تیز نظریں وہاں سے کچھ فاصلے پر موجود ایک جھاڑی پر جمی ہوئی تھیں۔ اس نے وہاں کسی آدمی کی جھلک دیکھی تھی اور پھر چند لمحوں بعد جب اس نے واقعی ایک مسلح آدمی کو اس بڑی جھاڑی کے پیچھے سے نکل کر دوسری جھاڑی کے پیچھے چھپتے ہوئے دیکھا تو وہ سمجھ گیا کہ اسے دیکھ لیا گیا ہے۔ وہ تیزی سے مڑا اور پھر ایک ایسی چٹان کے پیچھے دبک کر بیٹھ گیا کہ جب تک کوئی اس کے سر پر نہ پہنچ جائے تب تک اس پر دور سے فائر نہ کھولا جا سکتا تھا۔ اس کی پوری توجہ اب اس طرف تھی جہاں سے اس نے اس آدمی کو دیکھا تھا اور چند لمحوں بعد اسے احساس ہو گیا کہ آنے والے دو آدمی ہیں اور بڑے ماہرانہ انداز میں اسے دونوں اطراف سے گھیرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ عمران ویسے ہی دبکا پڑا رہا۔

"خبردار"...... اچانک ایک کرخت سی آواز اسے سنائی دی اور دوسرے لمحے ایک آدمی اس پر اس طرح آن پڑا۔ جیسے عقاب کسی چڑیا پر جھپٹتا ہے۔ عمران چاہتا تو ایک لمحے میں اسے جھٹک کر نیچے گہرائی میں گرا سکتا تھا۔ لیکن وہ چونکہ اس وقت مراد کا روپ دھارے ہوئے تھا۔ اس لئے اس کے حلق سے ایک گھٹی گھٹی اور سہمی ہوئی چیخ نکلی اور وہ نیچے گر کر اس طرح ہاتھ پیر مارنے لگا جیسے اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کر رہا ہو۔ اس پر جھپٹنے والے نے اس کے سینے پر اپنا گھٹنا رکھا

ہوا تھا۔

"فراری کتے۔ فرار ہو رہا تھا"...... اس آدمی نے غراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی دوسرے آدمی نے اسے پلٹ دیا اور پھر عمران کے دونوں ہاتھ اس کی پشت پر کر کے بڑی مہارت سے باندھ دیئے گئے۔

"مم۔ مم مجھے چھوڑ دو۔ مجھے معاف کر دو۔ مجھے مت مارو"۔ عمران کے حلق سے مراد کی طرح خوفزدہ سی آوازیں نکل رہی تھیں۔

"تم نے کیا سمجھا تھا کہ فرار ہو جاؤ گے"...... ایک آدمی نے غصیلے انداز میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کا زوردار تھپڑ پوری قوت سے عمران کے چہرے پر پڑا اور عمران کے حلق سے ایک بار پھر خوفزدہ سی چیخ نکل گئی۔

"یہ فرار کیسے ہوا ہو گا رحمت یہ تو وہاں غار میں بند تھا"۔ دوسرے آدمی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اب عمران کو بازو سے پکڑ کر اٹھا کر کھڑا کر دیا گیا تھا۔ عمران کا جسم واضح طور پر کانپ رہا تھا۔

"اب تمہیں پتہ چلے گا حرام خور کہ بھاگنے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے"۔ اس رحمت نے عمران کی گردن پر مکہ مارتے ہوئے غرا کر کہا اور عمران نے خوف کی شدت سے واقعی رونا شروع کر دیا۔

"اب روتے ہو۔ فرار ہو رہے تھے۔ تمہاری یہ جرأت۔ جاؤ احمد خان جا کر محبت خان کو اطلاع دو۔ میں اسے لے آتا ہوں"...... رحمت نے تیز لہجے میں کہا اور احمد خان سر ہلاتا ہوا واپس دوڑ پڑا۔ جب کہ رحمت خان عمران کو بازو سے پکڑے دھکیلتا ہوا غاروں والی پہاڑی کی

طرف لے جانے لگا۔ عمران مسلسل اس سے معافیاں مانگ رہا تھا اور
انتہائی کامیابی سے حد درجہ خوفزدہ آدمی کی اداکاری بھی ساتھ ساتھ کرتا
چلا جا رہا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کے ناخنوں میں لگے ہوئے
بلیڈ بھی اپنا کام کرتے چلے جا رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ ایک
پہاڑی چٹان کے پیچھے سے نکل کر آگے بڑھے تو اس نے ایک آدمی کو
ہاتھ میں کوڑا پکڑے بڑے بے رحمانہ انداز میں کھڑے ہوئے دیکھا۔
اس کے پیچھے بارہ تیرہ مشین گنوں سے مسلح افراد بھی کھڑے ہوئے
تھے۔

"یہ فرار ہو رہا تھا محبت خان"...... رحمت نے اس کوڑا بردار کے
سامنے لے جا کر عمران کو دھکیلتے ہوئے کہا۔

"کیوں حرام خور کیوں فرار ہو رہے تھے تم"...... محبت خان نے
انتہائی جارحانہ لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ میں پکڑا
ہوا کوڑا یکلخت گھما کر عمران کو مارنا چاہا۔ لیکن عمران بے اختیار اچھل
کر ایک طرف ہٹ گیا اور کوڑا ہوا میں ہی گھوم کر رہ گیا۔

"تمہاری یہ جرأت کہ تم میرے کوڑے کے سامنے سے ہٹ
جاؤ"...... محبت خان نے غصے سے پاگل ہوتے ہوئے کہا لیکن دوسرے
لمحے عمران کے ساتھ کھڑا ہوا رحمت خان یکلخت چیختا ہوا فضا میں اڑتا
ہوا محبت خان سے ٹکرایا اور وہ دونوں ایک دوسرے سے ٹکرا کر نیچے گر
گئے۔ اس کے ساتھ ہی عمران نے چھلانگ لگائی اور وہ ایک قریبی
چٹان کی اوٹ میں ہو گیا۔ دوسرے لمحے یکے بعد دیگرے کئی بار کھٹاک

کھٹاک کی آوازیں ابھریں اور چٹان کے پیچھے سے سرخ رنگ کے
کیپسول نکل کر محبت خان اور اس کے ساتھیوں کے درمیان زمین پر
گر کر پھٹے اور ہر طرف سرخ رنگ کا دھواں تیزی سے پھیلتا چلا گیا۔
اس کے ساتھ ہی ریٹ ریٹ کی تیز آوازیں گونجیں اور ایک طرف سے
آنے والے تین مسلح افراد چیختے ہوئے نیچے گرے اور بری طرح تڑپنے
لگے۔ محبت خان اور اس کے ساتھی اس دھوئیں میں گھر کر اس طرح
گرے جس طرح زہریلی دوا چھڑکنے سے حشرات الارض زمین پر گرتے
اور تڑپ تڑپ کر ساکت ہو جاتے ہیں۔ چند لمحوں بعد دھواں چھٹ گیا
لیکن عمران چٹان کی اوٹ میں سانس روکے بیٹھا پوری صورت حال کو
دیکھتا رہا۔ اسے صرف یہ خطرہ تھا کہ کہیں اس محبت خان کے اور
ساتھی ادھر ادھر موجود نہ ہوں۔ اس نے ایک طرف سے آنے والوں پر
مشین گن کی فائرنگ بھی اس لئے کی تھی تاکہ اگر ادھر ادھر اور لوگ
موجود ہوں تو وہ سامنے آ جائیں۔ مشین گن اس نے رحمت کو محبت
خان پر اچھلتے ہوئے اس کے ہاتھ سے جھپٹ لی تھی۔ بے ہوش کر
دینے والی انتہائی زود اثر گیس کے کیپسول فائر کرنے والا پسٹل پہلے سے
اس کی جیب میں موجود تھا اور رحمت اور احمد خان نے صرف اس کے
ہاتھ ہی باندھنے پر اکتفا کیا تھا اس کی تلاشی لینے کی زحمت ہی نہ کی تھی۔
اس میں عمران کی شاندار اداکاری کا بھی دخل تھا۔ اس کی اداکاری کی
وجہ سے انہیں آخری لمحے تک یہ شک ہی نہ ہو سکا تھا کہ جسے انہوں نے
پکڑا ہے وہ مراد کی بجائے کوئی اور بھی ہو سکتا ہے اور ظاہر ہے مراد کے

پاس کسی اسلحے کی موجودگی کا تو انہیں تصور بھی نہ ہو سکتا تھا۔ کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد جب کوئی اور آدمی سامنے نہ آیا تو عمران چٹان کی اوٹ سے نکلا اور تیزی سے چلتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ محبت خان اور اس کے ساتھی بے ہوش پڑے ہوئے تھے اور اسے معلوم تھا کہ اب جب تک انہیں خاص طور پر ہوش میں نہ لایا جائے گا یہ ہوش میں نہ آسکیں گے اس لئے وہ ان کی طرف سے پوری طرح مطمئن تھا۔ کچھ آگے بڑھنے کے بعد عمران کو ایک غار کا دہانہ نظر آگیا جو کھلا ہوا تھا۔ عمران نے جھک کر زمین سے ایک پتھر اٹھایا اور اسے غار کے اس کھلے دہانے سے اندر پھینک دیا۔ تاکہ اگر کوئی اندر موجود بھی ہو تو باہر آجائے لیکن جب کوئی باہر نہ آیا تو عمران مشین گن پکڑے غار میں داخل ہو گیا۔ غار کافی بڑا تھا۔ اس میں مختلف قسم کی پیٹیوں اور دوسرے عام استعمال کے سامان کا ڈھیر موجود تھا لیکن وہاں کوئی آدمی نہ تھا۔ عمران باہر آیا اور اس نے دوسری غار کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔ جس میں مراد کے بقول مشینری رکھی گئی تھی اور تھوڑی سی تلاش کے بعد اس نے وہ غار بھی دریافت کر لیا۔ اس بڑے اور وسیع غار میں واقعی اکھاڑی گئی مشینری موجود تھی۔ مشینری خاصی جدید تھی۔ اسے پیک کرنے کی بجائے ویسے ہی اکھاڑ کر اور مختلف پارٹس میں تبدیل کر کے یہاں رکھا گیا تھا۔ عمران کچھ دیر غور سے یہاں کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر وہ اس غار سے باہر آگیا۔ اب صرف ایک غار باقی رہ گیا تھا جہاں بیگار میں پکڑے گئے مراد کے ساتھی قید تھے۔ عمران کو اندازہ تھا کہ جن تین

...د کو اس نے فائرنگ سے ہلاک کیا ہے۔ وہ یقیناً اسی غار سے ہی ...ے ہوں گے اور ہو سکتا ہے کہ مراد کے فرار اور پکڑے جانے کی ...لاع ملنے پر وہ وہاں چیکنگ کے لئے گئے ہوں کہ دیکھ سکیں کہ کتنے ...فراد فرار ہوئے ہیں اس لئے وہ ادھر کو چل پڑا اور تھوڑی دیر بعد ہی اس نے ایک غار کے دہانے کو چیک کر لیا جس کے باہر ایک بھاری چٹان موجود تھی اور عمران نے ایک ہی نظر میں دیکھ لیا کہ یہ چٹان باقاعدہ دہانے پر اس طرح نصب کی گئی تھی کہ اندر سے اسے کسی صورت بھی دھکیل کر نہ کھولا جا سکے۔ عمران آگے بڑھنے کی بجائے واپس ہٹا۔ اسے معلوم تھا کہ اندر تین سو افراد موجود ہوں گے۔ لیکن وہ انہیں آزاد کرانے سے پہلے مراد اور اپنے ساتھیوں کو یہاں بلانا چاہتا تھا۔ کیونکہ ...ے خطرہ تھا کہ اگر اس نے خود انہیں آزاد کر دیا تو پھر یہ خوف کی شدت سے فرار ہونے کی کوشش کریں گے۔ اس طرح انہیں سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ جو حالت مراد کی تھی وہی حالت ان افراد کی بھی ہو گی اور وہ واپس اس جگہ آیا جہاں محبت خان اور اس کے مسلح ساتھی بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ عمران نے مشین گن ایک چٹان سے ٹکائی اور پھر اندرونی جیب سے اس نے ریموٹ کنٹرول جتنا چھوٹا سا آلہ نکال کر اس کا بٹن دبا دیا۔ یہ فکسڈ فریکونسی کا سپیشل ٹرانسمیٹر تھا۔ اس کا دوسرا سیٹ چوہان کے پاس موجود تھا۔ آلے میں ٹوں ٹوں کی آوازیں نکلنے لگیں اور ایک چھوٹا سا بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔ چند لمحوں بعد ہی بلب مسلسل جلنے لگا۔

"ہیلو عمران کالنگ اوور"...... عمران نے ایک بٹن دباتے ہوئے کہا۔

"یس چوہان بول رہا ہوں اوور"...... دوسری طرف سے چوہان کی آواز سنائی دی۔

"ارے میں نے تو کال بڑے خان کو کیا تھا۔ یہ چوہان کی آواز کہاں سے آنے لگی ہے اوور"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ مجھے چوہان ہی رہنے دیں۔ مجھے بڑا خان بننے کی کوئی خواہش نہیں ہے اوور"...... دوسری طرف سے چوہان نے ہنستے ہوئے کہا۔

"چلو بڑا خان نہ سہی کیے از فور سٹارز سہی۔ بہرحال میں نے کور کر لی ہے۔ ساتھیوں سمیت یہاں آ جاؤ۔ تاکہ مراد کے دوسرے ساتھیوں کو رہا کرایا جا سکے اوور"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا وہ لوگ قابو میں آ گئے ہیں اوور"...... چوہان نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہاں کا انچارج محبت خان تھا اور محبت میں کسی کو ناکام کرنا کون سا مشکل کام ہے۔ اس لئے وہ اپنے ساتھیوں سمیت ناکام محبت خان بنا بے ہوش پڑا ہوا ہے اوور"...... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ہم آ رہے ہیں۔ عمران صاحب اوور"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور عمران نے اوور اینڈ آل کہہ کر ٹرانسمیٹر آف کیا پھر اسے جیب میں

۔ وہ چٹان پر بیٹھ گیا۔ پھر تقریباً چالیس پینتالیس منٹ کے بعد
ے اپنے ساتھیوں کو سامنے کی پہاڑی سے نیچے اترتے ہوئے دیکھا
ن کی رہنمائی کر رہا تھا۔

"عمران صاحب اگر مراد ہمارے ساتھ نہ ہوتا تو شاید ہم سب یہاں
لامت نہ پہنچ سکتے"...... قریب آنے پر چوہان نے کہا۔

"وہ کیوں کیا تم راستہ بھول گئے تھے۔ یہ تو بالکل ہی صاف اور
راستہ ہے"...... عمران نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ بات نہیں۔ مراد نے ہمیں بتایا ہے کہ محبت خان نے
یوں سے لے کر غاروں تک پہنچنے کے درمیانی راستے میں کئی
ں پر انتہائی حساس بارودی سرنگیں دفن کرائی تھیں اور اب یہ
ی ہے کہ یہ بارودی سرنگیں اس نے مراد کے ذریعے ہی دفن کرائی
ں اس لئے مراد کو معلوم تھا کہ کہاں کہاں بارودی سرنگیں موجود
اور ویسے یہ سرنگیں واقعی ایسی جگہوں پر مدفون ہیں کہ لامحالہ ہم
ے کسی نہ کسی کا پیر اس پر لازماً آ جاتا"...... چوہان نے جواب
تے ہوئے کہا۔

"لیکن مراد نے پہلے تو ان سرنگوں کے بارے میں کوئی بات نہ کی
ل"...... عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"م۔ مم۔ میں اس وقت پوری طرح ہوش میں ہی نہ تھا جناب
نہ ضرور بتا دیتا"...... مراد نے ایک بار پھر خوفزدہ لہجے میں بات
رتے ہوئے کہا۔ وہ عمران کے سنجیدہ لہجے سے ہی خوفزدہ ہو گیا تھا۔

"ہاں واقعی تمہاری حالت ایسی تھی ۔ بہر حال اللہ کا شکر ہے
پیران پر نہیں آیا ۔ ورنہ میرے تو واقعی یہاں ٹکڑے بکھرے پڑے
رہے ہوتے" ...... عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا ۔

"جج جج جناب غلطی ہو گئی تھی ۔ آپ کو اللہ کا واسطہ مجھے معاف
دیں جناب" ...... مراد نے عمران کے سامنے بے چارگی کے انداز
ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا ۔

"ارے ارے یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے ۔ اب تو تم ان ظالموں کی
سے نکل آئے ہو ۔ اب کیوں ڈر رہے ہو ۔ حوصلہ کرو" ...... عمران
اسے کھینچ کر سینے سے لگاتے ہوئے کہا ۔

" اس کے ذہن میں خوف راسخ ہو چکا ہے عمران صاحب آہ
آہستہ ہی یہ سنبھلے گا" ...... کرنل رستم نے کہا اور عمران نے اثبات
میں سر ہلا دیا ۔

"دیکھو مراد مجھے معلوم ہے کہ تم پر اتنے طویل عرصے سے گزر
رہی ہے ۔ تمہارا خوف اپنی جگہ درست ہے ۔ لیکن اب تم اپنے آپ
پوری طرح سنبھال لو کیونکہ اب تم نے اپنے ساتھیوں کو رہائی بھی
دلانی ہے اور انہیں حوصلہ بھی دینا ہے ۔ کیونکہ ان کی حالت بھی یقیناً
تم سے مختلف نہ ہو گی ۔ ایسا نہ ہو کہ وہ انتہائی خوف کی وجہ سے فرار
ہونے کی کوشش کریں اس طرح پہاڑوں میں ان کے ہلاک ہو جانے
کا خدشہ بھی سامنے آسکتا ہے ۔ میں چاہتا ہوں کہ ان سب کو راکوش
ملٹری چھاؤنی لے جایا جائے اور وہاں ان سے ان کے پتے حاصل کر کے

ے لواحقین کو وہیں بلا کر انہیں ان کے حوالے کیا جائے اور یہ
ام اب تم نے سرانجام دینا ہے" ...... عمران نے مراد کے شانے
ی دیتے ہوئے کہا ۔

ٹھیک ہے جناب ۔ یہ آپ کی مہربانی ہے ۔ ورنہ ہم لوگ تو
ی کی بازی نجانے کب سے ہار چکے تھے" ...... مراد نے جواب دیا اور
ن نے ایک بار پھر اس کے شانے پر تھپکی دی ۔ پھر وہ سب اس غار
ف بڑھ گئے جہاں مراد کے ساتھی بند تھے ۔

"عمران صاحب یہ جرگے کا کیا سلسلہ ہے۔ اگر کرنل رستم
سے آپ سردار خان کے خلاف خود کوئی کارروائی نہیں کر سکتے
اسے دارالحکومت لے جایا جا سکتا تھا۔ وہاں اس کے خلاف
کارروائی ہو سکتی تھی۔ ہمارے پاس گواہ اور ثبوت سب کچھ تو م
ہے"۔ صدیقی نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔ وہ سب اس
کرنل رستم کی ذاتی رہائش گاہ کے ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے

"اعظم خان تو سرکاری ملازم ہے۔ اس لئے اس کے خلاف تو
کارروائی ہی ہو گی اور اس سلسلے میں آج رات کو سوپر فیاض بیٹھ
رہا ہے۔ لیکن جہاں تک سردار خان کا تعلق ہے۔ اس کے
دارالحکومت میں کوئی کارروائی نہیں کی جا سکتی۔ وہ یہاں را کوش
سردار ہے۔ یہاں اس علاقے میں جرگے کا قانون نافذ ہے۔ ا
اس کے خلاف کوئی بھی فیصلہ جرگہ ہی کر سکتا ہے کرنل ر

درمیان میں نہ ہوتا تو پھر واقعی سردار خان کو اس کے جرائم کی سزا ہم
خود دے دیتے لیکن ظاہر ہے کرنل رستم کے درمیان میں آجانے کے
بعد اب اس کے خلاف ہم براہ راست کوئی ایسی کارروائی نہیں کر سکتے
جسے کرنل رستم غیر قانونی سمجھتا ہو" عمران نے جواب دیا۔

"لیکن عمران صاحب جرگہ تو یہاں کے مقامی سرداروں پر ہی
مشتمل ہو گا اور سردار خان بھی یہاں کا بڑا سردار ہے۔ پھر جرگہ اس کے
خلاف کیسے فیصلہ کرے گا۔ وہ تو لامحالہ اس کی ہی سائیڈ لیں
گے"...... نعمانی نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ علاقہ غیرت مند لوگوں کا علاقہ ہے
یہاں کے لوگ جرائم کے خلاف ہم سے بھی زیادہ سخت موقف رکھتے
ہیں۔ البتہ انہیں اس بارے میں ٹھوس ثبوت کی ضرورت ہوتی ہے
اور ٹھوس ثبوت ہمارے پاس موجود ہے۔ قیدی لڑکے اور آدمی بذات
خود ان کے لواحقین محبت خان اور اس کے ساتھی کرنل رستم کرنل
آفتاب یہ سب اس کے خلاف ٹھوس ثبوت ہیں اور مجھے یقین ہے کہ ان
ثبوتوں کے بعد جرگہ اپنے اس بڑے خان کو ایسی عبرتناک سزا دے گا
کہ شاید اس کا تصور بھی تمہارے ذہنوں میں نہ ہو"۔ عمران نے
انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"عمران صاحب۔ اسلحہ ساز فیکٹری کی مشینری اور اسلحہ وغیرہ کیا یہ
ثبوت نہیں ہیں آپ نے ان کا ذکر نہیں کیا"۔ اس بار صدیقی نے
بات کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں یہاں اسلحہ بنانا یا اسے فروخت کرنا جرم نہیں سمجھا جاتا۔ اسے ناجائز صرف اس لئے کہا جاتا ہے کہ پاکیشیا کی حکومت اسے ناجائز اور غیر قانونی سمجھتی ہے۔ جب کہ یہ آزاد علاقہ ہے۔ البتہ بردہ فروشی اور لوگوں سے بیگار لینا جیسے انتہائی مکروہ ترین غیر انسانی جرائم کو یہاں بھی بہت بڑا جرم سمجھا جاتا ہے یہ آزاد لوگوں کا علاقہ ہے اور آزادی کی قدر یہ لوگ ہم سے بھی زیادہ جانتے ہیں"...... عمران نے جواب دیا اور پھر اس سے پہلے کہ ان کے درمیان مزید کوئی بات ہوتی کرنل رستم کمرے میں داخل ہوا۔

"کیا ہوا کرنل صاحب"...... عمران نے چونک کر کرنل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"سب کچھ اوکے ہو گیا ہے۔ علاقے کا بڑا جرگہ ایک گھنٹے بعد بیٹھ رہا ہے۔ میں نے تمام انتظامات مکمل کر لئے ہیں"...... کرنل رستم نے انتہائی اطمینان بھرے لہجے میں کہا تو عمران کے چہرے پر بھی اطمینان کے تاثرات ابھر آئے۔

"یہ جرگہ کہاں بیٹھے گا"...... عمران نے پوچھا۔

"راکوش کے بڑے میدان میں۔ بڑا جرگہ وہیں ہوتا ہے۔ راکوش کے تمام بڑے قبیلوں کے سرداروں پر یہ جرگہ مشتمل ہوتا ہے"۔ کرنل رستم نے جواب دیا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"آپ کا کیا خیال ہے کرنل صاحب کیا جرگہ سردار خان کے خلاف فیصلہ دے گا یا نہیں"...... چوہان نے کرنل رستم سے مخاطب ہو کر

کہا۔

"اگر وہ اس کے خلاف پیش کئے گئے ثبوتوں اور شہادتوں سے مطمئن ہو گئے تو یقیناً فیصلہ اس کے خلاف ہو گا ورنہ نہیں"۔ کرنل رستم نے گول مول سا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"جرگے کا سرپنچ کون ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"اصل سرپنچ تو سردار خان خود تھا۔ لیکن اب چونکہ سردار خان ملزم کے طور پر پیش ہو رہا ہے۔ اس لئے ایک اور بڑے قبیلے کا سردار سرپنچ ہو گا"...... کرنل رستم نے جواب دیا۔

"کیا ہمیں جرگے کی کارروائی دیکھنے کی اجازت ہو گی"...... چوہان نے پوچھا۔

"ہاں کیوں نہیں۔ جرگے کی کارروائی کھلے عام ہوتی ہے۔ ہر شخص اسے دیکھ سکتا ہے۔ ویسے آپ سب کے لئے میں نے وہاں خصوصی انتظامات کئے ہیں۔ ابھی ہم وہاں کے لئے روانہ ہو جائیں گے"۔ کرنل رستم نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ ملٹری کی جیپوں میں سوار ہو کر اس کھلے اور وسیع میدان میں پہنچ گئے۔ جہاں ایک طرف ایک بڑا سا سٹیج بنایا گیا تھا۔ یہ سٹیج زمین سے تھوڑا سا اونچا تھا۔ اس پر قالین اور گاؤ تکیے رکھے ہوئے تھے۔ جب کہ ایک طرف کرسیاں رکھی گئی تھیں۔ وہاں کافی تعداد میں لوگ جمع تھے۔ عمران اور اس کے ساتھیوں کو ان کرسیوں پر بٹھا دیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد میدان لوگوں سے بھر گیا۔ وہ سب سردار خان کے بارے میں ہی باتیں کر رہے تھے۔

پھر جرگے کے لوگ آنا شروع ہو گئے۔ وہ سب اس سٹیج پر بیٹھ رہے تھے وہ سب اپنے اپنے قبیلے کے مخصوص لباسوں میں تھے۔ ان میں بوڑھے بھی تھے۔ ادھیڑ عمر بھی اور جوان بھی۔ تھوڑی دیر بعد ایک بوڑھا خان آیا اور وہ درمیان میں آکر بیٹھ گیا۔ اس کے بیٹھتے ہی میدان میں یکلخت خاموشی سی چھا گئی۔ عمران کے ساتھیوں کے لئے چونکہ یہ سب کچھ نیا بھی تھا اور دلچسپ بھی۔ اس لئے وہ بڑی دلچسپی سے اسے دیکھ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد سٹیج کے سامنے کچھ فاصلے پر ایک کرسی رکھ دی گئی اور پھر کرنل رستم کے ساتھ سردار خان میدان میں داخل ہوا۔ وہ بڑے اطمینان بھرے انداز میں چلتا ہوا سٹیج کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر بھی گہرے اطمینان کے تاثرات نمایاں تھے۔ کرنل رستم اپنی یونیفارم میں تھا۔ وہ سردار خان کے ساتھ سٹیج کے سامنے پہنچا۔ سردار خان اطمینان سے اس کرسی پر اکڑ کر بیٹھ گیا۔

"سردار خان پر کیا الزامات ہیں"...... سٹیج کے درمیان میں بیٹھے ہوئے بوڑھے سردار نے اونچی مگر رعب دار آواز میں کرنل رستم سے مخاطب ہو کر کہا۔

"میں چونکہ سرکاری ملازم ہوں سردار۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا ہے کہ اس کارروائی کے لئے ایک ایسے آدمی کو منتخب کروں جو اس سارے سلسلے میں مجھ سے بھی پہلے شامل ہوا ہے اور وہ اس وقت سرکاری ملازمت میں بھی نہیں ہے۔ کرنل ریٹائرڈ آفتاب احمد کو آپ سب اچھی طرح جانتے ہیں۔ اس لئے وہی اس ساری کارروائی میں حصہ

لے گا"...... کرنل رستم نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ہم کرنل آفتاب کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ ہم اجازت دیتے ہیں کہ وہ سردار خان کے خلاف الزامات کے بارے میں ہمیں بتائے"...... جرگے کے بڑے سردار خان نے کہا تو میدان کے ایک کونے سے کرنل آفتاب آگے بڑھا۔ جب کہ کرنل رستم تیزی سے مڑ کر عمران کے ساتھ پڑی ہوئی خالی کرسی پر آکر بیٹھ گیا۔ کرنل آفتاب نے سردار خان کے قریب کھڑے ہو کر عمران اور اس کے ساتھیوں کی آمد اس سے ملنے سے لے کر آخری لمحے تک جب کہ اس غار میں قید لوگوں کو چھڑوایا گیا۔ پوری تفصیل بیان کر دی۔ اس کا انداز بالکل صاف اور سادہ تھا۔

"تو سردار خان پر یہ الزام ہے کہ وہ بردہ فروشوں کی سرپرستی کرتا رہا ہے اور اس نے دارالحکومت سے اغوا کئے گئے۔ لڑکوں اور آدمیوں کو ناحق قید میں رکھا اور ان سے بیگار لی"...... جرگے کے سردار نے کہا۔

"جی ہاں سردار۔ یہی الزام ہے سردار خان پر"...... کرنل آفتاب احمد نے سادہ سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"سردار خان تمہیں معلوم ہے کہ بردہ فروشی کی ہمارے ہاں کیا سزا ہوتی ہے اور تم اس سارے علاقے کے بڑے خان اور جرگے کے سردار ہو۔ اگر تم بردہ فروشی میں ملوث ہو تو پھر یہ سزا اور زیادہ بڑھ جائے گی کیونکہ تمہاری وجہ سے یہ جرم اور زیادہ بھیانک ہو جاتا ہے۔ بڑے

خان کا ایسے مکروہ جرم میں ملوث ہونا اس علاقے کے رہنے والے باغیرت لوگوں کے منہ پر طمانچہ ہے۔ لیکن تم جرگے کے اس قانون سے واقف ہو کہ اگر ملزم اعتراف جرم کر لے تو پھر اس کی سزا میں نرمی کا اختیار بھی جرگے کو حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے تم بتاؤ کہ کیا تم پر یہ الزام درست ہے یا غلط اور اگر درست ہے تو کیا تم اس کا اعتراف کرتے ہو"...... جرگے کے سردار نے اونچی پاٹ دار آواز میں سامنے کرسی پر بیٹھے ہوئے سردار خان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یہ سب جھوٹ ہے۔ مجھ پر تہمت ہے۔ آپ سب لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میرا کیا کردار ہے اور ایسے مکروہ جرم میں ملوث ہو سکتا ہوں۔ یہ سب میرے اور اعظم خان کے خلاف ایک بھیانک سازش ہے۔ لکڑی کے کاروبار کی وجہ سے ایک گہری سازش کر کے مجھے اور اعظم خان کو راستے سے ہٹانے کی کوشش کی جا رہی ہے اور کرنل آفتاب اس سازش کا سرغنہ ہے۔ انہوں نے اعظم خان کے منیجر آدم خان کو ہلاک کر دیا۔ انہوں نے میرے ڈیرے پر زبردستی قبضہ کر کے میرے باڈی گارڈوں اور میرے بے گناہ ملازموں کو ہلاک کر دیا۔ جب اعظم خان کو اطلاع ملی تو اس نے پولیس کی مدد سے ان افراد کو میرے ڈیرے سے گرفتار کیا اور ان سب کو مزید تفتیش کے لئے پولیس کے سپیشل سنٹر میں لے گیا۔ لیکن اس سے پہلے کہ مزید انکوائری ہوتی۔ کرنل رستم جو ان سازشیوں کا ساتھی ہے نے فوج کے دستے کی مدد سے وہاں چھاپہ مارا اور مجھے اور اعظم خان کو وہاں سے اٹھا

کر فوجی چھاؤنی میں لے آیا۔ وہاں اعظم خان اور مجھے قید کر دیا گیا۔ اعظم خان اب تک وہاں قید ہے۔ جب کہ مجھے ابھی کرنل رستم سب کے سامنے چھاؤنی سے لے کر یہاں آیا ہے اور اب یہ لوگ کسی اسلحہ ساز فیکٹری اور وہاں قید کئے گئے لڑکوں اور آدمیوں کا قصہ سنا رہے ہیں جب کہ مجھے تو کسی بات کا علم ہی نہیں ہے۔ میں بے قصور ہوں"...... سردار خان نے کھڑے ہو کر بڑے بارعب اور کڑک دار لہجے میں جرگے سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تم اب بیٹھ جاؤ۔ ہم نے تمہاری بات سن لی ہے اور یقین کرو تمہارے ساتھ پورا پورا انصاف کیا جائے گا"...... جرگے کے سردار نے کہا اور سردار خان دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر انتہائی اطمینان کے تاثرات ابھر آئے تھے اور اب اس نے اپنی بڑی بڑی مونچھوں کو تاؤ بھی دینا شروع کر دیا۔

"کرنل آفتاب سردار خان کا بیان تم نے سن لیا۔ کیا اس کا بیان درست ہے"...... جرگے کے سردار نے کرنل آفتاب سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اس حد تک درست ہے کہ عمران اور اس کے ساتھیوں نے آدم خان کو پکڑا اور پھر اس سے اس فیکٹری کے بارے میں معلومات حاصل کر کے اسے ہلاک کر دیا۔ پھر عمران اپنے ایک ساتھی کے ساتھ سردار خان کے ڈیرے پر چلا گیا۔ وہاں کیا ہوا اس بارے میں مجھے معلوم نہیں ہے۔ البتہ مجھے اور عمران کے دوسرے ساتھیوں کو کسی گیس کی

مدد سے اچانک بے ہوش کر دیا گیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو ہم سپیشل
سنٹر کے بلیک روم میں زنجیروں سے جکڑے ہوئے تھے۔ اور اعظم
خان اور سردار خان اپنے مسلح ساتھیوں کے ساتھ وہاں موجود تھے۔ پھر
عمران نے کسی نامعلوم طریقے سے اپنے ہاتھوں میں موجود زنجیریں
کھول دیں اس کے بعد وہاں صورت حال بدل گئی۔ سردار خان اور
اعظم خان کو بے ہوش کر دیا گیا۔ وہیں سے عمران نے کرنل رستم کو
فون کیا۔ کرنل رستم سے میری بھی بات کرائی۔ اس کے بعد کرنل
رستم فوجیوں کے ساتھ وہاں آئے اور ہم سب کو اور سردار خان اور
اعظم خان کو ساتھ لے کر فوجی چھاؤنی میں آ گئے۔ جہاں میرے سامنے
عمران نے سردار خان اور اعظم خان سے اس فیکٹری اور وہاں محبوس
لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور اس کے بعد ہم سب
وہاں پہنچے اور جس کی میں نے پہلے تفصیل بتائی ہے۔ وہاں سے تین سو
افراد کو جن میں سے ڈھائی سو کے قریب لڑکے ہیں آزادی دلائی گئی۔
یہ فیکٹری سردار خان کی ہے۔ اعظم خان اس کا بزنس پارٹنر تھا۔ اعظم
خان چونکہ سرکاری ملازم ہے۔ اس لئے اس کے خلاف حکومت پاکیشیا
اپنے قانون کے تحت کارروائی کرے گی۔ عمران اور اس کے ساتھیوں
کا تعلق بھی حکومت سے ہے۔ اس لئے ان کے خلاف بھی کارروائی
کرنے کی مجاز حکومت ہی ہے۔ البتہ سردار خان کے خلاف جرگہ فیصلہ
کرنے کا مجاز ہے"...... کرنل آفتاب نے ایک بار پھر صاف انداز میں
سب کچھ بتاتے ہوئے کہا۔

"تمہارے پاس سردار خان کے ملزم ہونے کے بارے میں کیا
ثبوت ہیں۔ اگر ہیں تو پیش کئے جائیں"...... جرگے کے سردار نے کہا
اور کرنل آفتاب نے سب سے پہلے مراد کو پیش کیا۔ مراد نے حلف
اٹھا کر سارے واقعات بتائے۔ پھر ان محبوس لڑکوں اور دوسرے
افراد کو جرگے کے سامنے اکٹھا پیش کیا گیا اور ان سب نے حلف اٹھا کر
بیانات دیئے۔ اس کے بعد محبت خان اور اس کے ساتھیوں کو پیش
کیا گیا۔ محبت خان نے حلف اٹھا کر سب باتوں کا اعتراف کر لیا اور
اس نے واضح طور پر سب کچھ بتا دیا۔

"محبت خان تم تو خود اس جرم میں برابر کے شریک ہو۔ تمہاری
گواہی کو ہم کیسے قبول کر سکتے ہیں"...... جرگے کے سردار نے محبت
خان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"بڑے سردار میں نے حلف اٹھا کر جو سچ تھا وہ بتا دیا ہے۔ میں جرم
میں واقعی برابر کا شریک ہوں۔ لیکن میں جرگے کے سامنے حلف اٹھا کر
جھوٹ نہیں بول سکتا۔ اب یہ آپ کی مرضی کہ آپ میرے بیان کو
قبول کریں یا نہ کریں"...... محبت خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"نہیں تمہاری گواہی قانون کے مطابق قبول نہیں کی جا سکتی۔
کوئی مجرم جب اپنے خلاف گواہی دیتا ہے تو اس کا صاف مطلب ہے کہ
وہ کسی بڑے لالچ کے تحت ایسا کر رہا ہے اور مجھے یقین ہے کہ تمہیں
بھی کوئی بڑا لالچ دے کر تم سے گواہی دلائی گئی ہے۔ ورنہ اگر سردار
خان ملزم ثابت ہو جاتا ہے تو پھر اس کے ساتھ ساتھ تمہیں بھی سزا مل

سکتی ہے"...... جرگے کے سردار نے اونچی آواز میں فیصلہ کن لہجے میں کہا تو محبت خان پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔

"تمہارے پاس اور کوئی ثبوت ہے کرنل آفتاب"...... جرگے کے سردار نے کرنل آفتاب سے مخاطب ہو کر کہا۔

"نہیں سردار میرے پاس یہی ثبوت تھے جو میں نے پیش کر دیئے ہیں"...... کرنل آفتاب نے جواب دیا۔

"کرنل آفتاب میں کوئی فیصلہ نہیں کر رہا۔ فیصلہ جرگہ مشورے سے کرے گا۔ جرگے نے سب کچھ سن بھی لیا ہے اور سمجھ بھی لیا ہے بحیثیت جرگے کے سردار یہ میرا فرض ہے کہ میں تمہیں بتا دوں کے سوائے محبت خان کے اعتراف جرم کے اور کوئی ایسی گواہی نہیں ہے جو حتمی طور پر سردار خان کو بردہ فروشی کا مجرم ثابت کر سکے۔ نہ ہی سردار خان موقع سے پکڑا گیا ہے۔ نہ ہی اس کے ڈیرے یا اس کے زیر قبضہ کسی عمارت سے کوئی قیدی برآمد ہوا ہے اور نہ ہی کسی قیدی نے کہا ہے کہ اسے سردار خان نے خود پکڑا ہے اور نہ ہی کسی نے ایسے کسی آدمی کا نام لیا ہے جس نے ان قیدیوں کو پکڑا ہو اور وہ سردار خان کا ماتحت ہو۔ محبت خان چونکہ خود سردار خان کا ماتحت ہے۔ اس لئے اس کا اعتراف جرم میرے نزدیک حتمی گواہی نہیں بن سکتی۔ اس لئے میں تمہیں آخری موقع دے رہا ہوں کہ اگر کوئی اور ٹھوس ثبوت تمہارے پاس ہو تو تم پیش کر دو۔ ورنہ اس کے بعد تمہیں کوئی موقع نہ دیا جائے گا اور پھر جرگہ مشورہ کر کے اپنے فیصلے کا اعلان کر دے

گا"...... جرگے کے سردار بوڑھے نے اپنی پاٹ دار آواز میں کہا تو کرسی پر بیٹھے ہوئے سردار خان کا چہرہ یکلخت چمک اٹھا۔

"عمران صاحب جرگے کا فیصلہ سردار خان کے حق میں جا رہا ہے اور یہ ہمارے لئے بہت برا ہو گا۔ اس طرح ملکی سطح پر بھی بہت سی پیچیدگیاں پیدا ہو سکتی ہیں"...... عمران کے ساتھ بیٹھے ہوئے کرنل رستم نے انتہائی پریشان سے لہجے میں کہا۔ میدان میں موجود افراد میں بے اختیار چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ یقیناً سب افراد نے سردار خان کی بریت کی اندازہ لگا لیا تھا۔

"جناب میں مزید کیا کہہ سکتا ہوں"...... کرنل آفتاب نے بے بس سے لہجے میں کہا اس کا منہ بھی لٹک گیا تھا۔

"کیا مجھے کچھ کہنے کی اجازت ہے جناب"...... اچانک عمران نے کرسی سے اٹھ کر اونچی آواز میں کہا تو سب کی توجہ اس کی طرف ہو گئی سردار خان بھی چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"آپ کون ہیں"...... جرگے کے سردار نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرا نام علی عمران ہے اور میرا تعلق دارالحکومت سے ہے"۔ عمران نے بڑے باوقار لہجے میں کہا۔

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ یہاں جرگے میں کچھ کہنے کے لئے کسی اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہر شخص کو یہاں کھل کر بات کرنے کی اجازت ہے"...... جرگے کے سردار نے کہا۔

"آپ جرگے کے سردار مقرر ہوئے ہیں ۔ جب کہ سردار خان بطور ملزم پیش ہوا ہے ۔ لیکن مجھے یہ دیکھ کر بے حد افسوس ہو رہا ہے کہ آپ نے ملزم کو تو کرسی پر بٹھایا ہوا ہے ۔ جب کہ کرنل آفتاب کو جو ان تین سو بے بس افراد کی نمائندگی کر رہے ہیں انہیں آپ نے کھڑا کیا ہوا ہے ۔ کیا اسی کا نام انصاف ہے ۔ اگر آپ سردار خان کو اس کی معزز حیثیت کی وجہ سے کرسی پر بٹھانے کے لئے مجبور ہیں تو پھر کرنل آفتاب کو بھی کرسی دی جائے یا پھر دونوں کو کھڑا کیا جائے" .... عمران نے تیز لہجے میں کہا ۔

"آپ نے درست کہا ہے ۔ یہ واقعی ہم سے غلطی ہوئی ہے ۔ سردار خان تم کھڑے ہو جاؤ" .... جرگے کے سردار نے فوراً ہی اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے سردار خان کو اٹھ کر کھڑے ہونے کا حکم دیا تو سردار خان اس طرح اٹھ کھڑا ہوا جیسے وہ ایسا بادل نخواستہ کر رہا ہو ۔ اس کے چہرے پر کبیدگی کے ساتھ ساتھ غصے کے تاثرات ابھر آئے تھے ۔

"کرسی ہٹا دی جائے" .... جرگے کے سردار نے کہا تو ایک آدمی نے آگے بڑھ کر وہ کرسی اٹھائی اور اسے دور لے گیا ۔

"بس یا آپ کو اور بھی کچھ کہنا ہے" .... جرگے کے سردار نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا ۔

"آپ نے جس طرح اپنی غلطی کا کھلے عام اعتراف کیا ہے اور جس طرح فوری طور پر اس کی تلافی کی ہے ۔ اس سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ آپ لوگ واقعی کھلے ذہن کے ساتھ یہاں موجود ہیں اور آپ کھلے ذہن

کے ساتھ ہی کوئی فیصلہ کریں گے اس لئے میں بھی اس سلسلے میں ایک ثبوت جرگے کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں" .... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا ۔

"آپ یہاں سامنے آ جائیں اور جو ثبوت آپ کے پاس ہو وہ پیش کریں" .... جرگے کے سردار نے کہا تو عمران قدم بڑھاتا سٹیج کے سامنے جا کر سردار خان اور کرنل آفتاب کے سامنے کھڑا ہو گیا ۔

"معزز جرگے کے سامنے اگر سردار خان کا اعتراف جرم پیش کر دیا جائے تو کیا یہ ثبوت نہ ہو گا" .... عمران نے کہا ۔

"میں نے کوئی اعتراف جرم نہیں کیا اور کیوں کروں جب میں نے کوئی جرم ہی نہیں کیا" .... سردار خان نے چمک کر کہا ۔

"سردار خان نے اپنے ڈیرے پر میرے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے اس فیکٹری کے بارے میں اپنے ملوث ہونے کے سلسلے میں تفصیلی بیان دیا تھا ۔ سردار خان کو البتہ یہ معلوم نہ تھا کہ میری جیب میں ایک جدید ساخت کا ٹیپ ریکارڈر بھی موجود ہے ۔ ہمارا تعلق دارالحکومت کے ایک قانون نافذ کرنے والے ادارے سے ہے ۔ اس لئے ہم ایسے آلات استعمال کرتے ہیں تاکہ مجرموں کے خلاف عدالت کو ثبوت مہیا کیا جا سکے" .... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور جیب سے اس نے ایک چھوٹا سا ریموٹ کنٹرول جتنا آلہ نکالا اور پھر اس کا بٹن دبا دیا ۔

"میں بتاتا ہوں ۔ سب کچھ بتا دیتا ہوں" .... سردار خان کی خوفزدہ

سی آواز سنائی دی اور اس کے بعد سردار خان نے تفصیل سے فیکٹری کے بارے میں اور وہاں قید کئے گئے افراد کے بارے میں اور پھر دارالحکومت سے اغوا ہونے والے لڑکوں اور آدمیوں کے بارے میں بیان دینا شروع کر دیا۔ جرگے سمیت پورے میدان میں موجود ہر شخص پر جیسے سکوت سا طاری ہو گیا۔ خاموشی کی وجہ سے ٹیپ ریکارڈر سے نکلنے والی آواز پورے میدان میں آسانی سے سنی جا رہی تھی۔ جب بیان ختم ہوا تو عمران نے بٹن آف کر دیا۔

"آپ سب لوگ سردار خان کی آواز پہچانتے ہوں گے اور میرے خیال میں اس کے بعد کسی ثبوت کی ضرورت باقی نہیں رہتی"۔ عمران نے کہا۔

"نہیں یہ غلط ہے۔ یہ بیان مجھ پر جبر کر کے لیا گیا تھا۔ مجھے قتل کرنے کی دھمکی دی گئی تھی"...... سردار خان نے یکلخت چیختے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تم اس بات کا اعتراف کرتے ہو کہ یہ بیان تمہارا ہے"...... جرگے کے سردار نے کہا۔

"ہاں لیکن یہ مجھ سے جبر کر کے لیا گیا تھا اور آپ جانتے ہیں کہ جبر سے لیا گیا بیان قابل قبول نہیں ہوتا"...... سردار خان نے اونچی آواز میں کہا۔

"کیا سردار خان درست کہہ رہا ہے۔ یہ بیان اس سے جبر کی حالت میں لیا گیا تھا"...... جرگے کے سردار نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اگر جبر کا مطلب ہے کہ اس سے زبردستی غلط بیان لیا گیا۔ تو ایسا

کوئی جبر نہ تھا۔ یہ بیان سردار خان نے خود دیا ہے۔ ہاں اگر جبر کا مطلب یہ ہے کہ اس کی مرضی کے بغیر اس سے بیان لیا گیا تو پھر واقعی یہ جبر سے لیا گیا ہے۔ اسے بے بس کر کے جب اسے موت کی دھمکی دی گئی تب یہ تفصیل بتانے پر آمادہ ہوا تھا"...... عمران نے سچی اور کھری بات کرتے ہوئے کہا۔

"یہی جبر ہوتا ہے"...... سردار خان نے چمک کر کہا۔

"اس کا فیصلہ جرگہ کرے گا"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اور کوئی بات"...... جرگے کے سردار نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اگر ابھی بھی مزید کسی بات کی آپ ضرورت محسوس کرتے ہیں تو پھر ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ سردار خان آپ کے سامنے خود ہی اپنے جرم کا اعتراف کرے"...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"میں کیوں اعتراف کروں گا۔ میرا دماغ تو خراب نہیں ہے۔ تم سب میرے خلاف سازش کر رہے ہو"...... سردار خان نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

"جرگہ تو اس کے متعلق کوئی بھی فیصلہ کر سکتا ہے۔ اسے آزاد بھی کر سکتا ہے اور اسے سزا بھی دے سکتا ہے اور سزا سخت بھی ہو سکتی ہے اور انتہائی نرم بھی۔ لیکن اگر سردار خان کو دارالحکومت کی کسی خصوصی عدالت میں پیش کر دیا گیا تو پھر اسے موت سے کوئی نہ بچا سکے گا۔ پاکیشیا کے قانون میں اب بردہ فروش کی سزا موت رکھ دی گئی

ہے اور اسے انتہائی بھیانک جرم سمجھا جاتا ہے۔ البتہ پاکیشیا کا یہ قانون بھی ہے کہ اگر آزاد علاقے کا جرگہ کسی ملزم کو سزا دیتا ہے تو چاہے یہ سزا کتنی بھی نرم کیوں نہ ہو۔ پھر پاکیشیا کا قانون اس سزا کا احترام کرتا ہے۔ اب یہ سردار خان کی مرضی ہے کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ بس مجھے اتنا ہی کہنا تھا"...... عمران نے انتہائی سنجیدہ اور سرد لہجے میں کہا اور پھر مڑ کر واپس اپنی کرسی کی طرف بڑھ گیا۔

"سردار خان سب کچھ تم نے سن لیا ہے۔ اب آخری بار تم سے پوچھا جا رہا ہے کہ کیا تم اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہتے ہو"...... جرگے کے سردار نے سردار خان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"میں معزز سردار ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ جرگہ میری حیثیت کا خیال رکھے گا"...... سردار خان نے کہا۔

"تم اس وقت محض ایک ملزم ہو سردار خان اور جرگہ صرف انصاف کرے گا"...... جرگے کے سردار نے پاٹ دار لہجے میں کہا۔

"تم۔ تم نے پہلے کہا تھا کہ اگر میں اعتراف جرم کر لوں تو میری سزا نرم ہو جائے گی۔ کیا کیا اب ایسا ہو سکتا ہے"...... اچانک سردار خان نے کہا تو میدان میں موجود ہر شخص چونک پڑا جب کہ عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

"تم اگر اعتراف جرم کرنا چاہتے ہو تو کر سکتے ہو۔ فیصلہ بہرحال جرگہ کرے گا کہ تمہیں کیا سزا دی جائے اور کیا نہیں"...... جرگے کے سردار نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"پہلے میرے ساتھ وعدہ کیا جائے کہ اگر میں اعتراف جرم کر لوں تو مجھے انتہائی نرم سزا دی جائے گی"...... سردار خان نے کہا۔

"نہیں سردار خان کوئی وعدہ نہیں کیا جا سکتا"...... جرگے کے سردار نے کہا۔

"تو ٹھیک ہے۔ میں کوئی اعتراف جرم نہیں کر رہا۔ میں نے کوئی جرم نہیں کیا۔ میرے خلاف جو ثبوت پیش کئے گئے ہیں وہ سب جھوٹے ہیں"...... سردار خان نے بارعب لہجے میں کہا۔

"ہم فیصلہ کرتے ہیں۔ ہمارے فیصلے کا انتظار کیا جائے"۔ جرگے کے سردار نے کہا اور پھر سٹیج پر بیٹھے ہوئے جرگے کے سب افراد اکٹھے ہو گئے اور ایک دوسرے سے سرگوشیوں میں باتیں کرنے لگے۔

"کاش یہ اعتراف جرم کر لیتا"...... کرنل رستم نے کہا۔

"اس نے اعتراف جرم کر لیا ہے۔ اس کی یہ بات کہ اگر وہ اقرار جرم کرے تو اسے نرم سزا دی جائے۔ بلاواسطہ طور پر اقرار جرم ہی کہلائے گا اور میں نے دیکھا ہے کہ جرگے کا سردار بہرحال اس معاملے میں بے حد ذہین آدمی ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب آپ نے واقعی بہترین انداز میں سردار خان کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ اس انداز کا اقرار جرم کرے"...... دوسری طرف بیٹھے ہوئے صدیقی نے کہا۔

"میں نے جان بوجھ کر آخری بات کی تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ اب سردار خان یہ کوشش کرے گا کہ کسی طرح اسے جرگے سے ہی کوئی

نرم سزا مل جائے ۔ کیونکہ اسے معلوم ہے کہ اگر وہ بری ہو گیا تو پھر ہم اسے اغوا کر کے بھی دارالحکومت لے جا سکتے ہیں اور وہی ہوا ۔ اس نے بہرحال میرے اندازے کے مطابق ایسی بات کر دی "...... عمران نے کہا ۔

"سنو جرگے نے فیصلہ کر لیا ہے اور میں فیصلے کا اعلان کرتا ہوں ۔ جرگے کے متفقہ فیصلے کے مطابق سردار خان نے یہ بات کہہ کر کہ اگر وہ اعتراف جرم کرے تو اسے نرم سزا دیئے جانے کا وعدہ کیا جائے ۔ دراصل اقرار جرم کر لیا ہے اس لئے مزید کسی ثبوت کی ضرورت باقی نہیں رہتی ۔ اب رہ گئی یہ بات کہ سردار خان اس علاقے کا بڑا سردار ہے اور انتہائی معزز آدمی ہے ۔ اس لئے اسے نرم سزا دی جائے ۔ شرعی طور پر غلط ہے ۔ بلکہ اتنے بڑے سردار نے اس طرح کا مکروہ گھٹیا اور قابل نفرت جرم کر کے اس پورے علاقے کی توہین کرائی ہے ۔ اس لئے اسے انتہائی سخت ترین سزا دی جاتی ہے ۔ جرگے کے متفقہ فیصلے کے مطابق بردہ فروشی کے انتہائی مکروہ جرم میں سردار خان محبت خان اور اس کے ساتھیوں کو سوائے اعظم خان کے کیونکہ وہ سرکاری ملازم ہے اس کے جرم کا فیصلہ پاکیشیا کی عدالت کرے گی ۔ فوری طور پر موت کی سزا دی جاتی ہے اور جرگے کے قانون کے مطابق اس سزا پر فوری عمل درآمد ہو گا اور سب کے سامنے ہو گا ۔ تاکہ دوسروں کو عبرت ہو ۔ سزا پر عمل کیا جائے "...... جرگے کے سردار نے کاٹ دار لہجے میں کہا ۔

"نہیں نہیں ۔ یہ غلط ہے ۔ یہ غلط ہے ۔ مجھے موت کی سزا نہیں دی جا سکتی ۔ میں بڑا خان ہوں ۔ میں معزز آدمی ہوں "...... سردار خان نے ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا اور اس نے مڑ کر بھاگنے کی کوشش کی لیکن دوسرے لمحے دس مسلح افراد عقابوں کی طرح اس پر جھپٹ پڑے اور پھر اسے قابو میں کر کے وہیں ایک درخت کے تنے کے ساتھ رسی سے باندھ دیا گیا ۔ سردار خان نے اب جرگے سمیت سب کو گالیاں دینی شروع کر دیں ۔ محبت خان اور اس کے ساتھیوں کو بھی سردار خان کے ساتھ ہی درختوں سے باندھ دیا گیا اور چند لمحوں بعد میدان فائرنگ کے دھماکوں اور گھٹیا اور مکروہ مجرموں کے حلق سے نکلنے والی آخری چیخوں سے گونج اٹھا ۔

عمران نے مسز مراد کے فلیٹ کے بند دروازے پر دستک دی اور
پھر وہ ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور مسز
مراد کے لڑکے عامر نے باہر جھانکا۔

"کیا حال ہے ماسٹر عامر"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"انکل آپ۔ السلام علیکم۔ آیئے اندر آجایئے"...... عامر نے خوش
ہوتے ہوئے کہا۔

"تمہاری ممی کی طبیعت اب کیسی ہے۔ میں تو کچھ عرصہ
دارالحکومت سے باہر رہا ہوں"...... عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا

"ٹھیک ہے۔ آیئے"...... عامر نے کہا۔

"کون ہے دروازے پر عامر بیٹے"...... اندر سے مسز مراد کی آواز
سنائی دی۔

"انکل عمران ہیں ممی"...... عامر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ انہیں اندر بلاؤ بیٹے۔ مہمانوں کو دروازے پر نہیں کھڑا کیا
کرتے"...... مسز مراد نے کہا۔

"آیئے انکل۔ اب تو ممی نے بھی کہہ دیا ہے"...... عامر نے
مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں ضرور"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ عامر
کے ساتھ اندر داخل ہوا اور عامر اسے ڈرائنگ روم میں لے آیا۔ اسی
لمحے مسز مراد بھی اونی چادر لپیٹے اندر داخل ہوئی۔

"اب آپ کی طبیعت کیسی ہے مسز مراد"...... سلام دعا کے بعد
عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ٹھیک ہوں۔ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ آپ مراد کو تلاش کرنے کی
کوشش کریں گے۔ لیکن پھر آپ کہیں باہر چلے گئے تھے کیا آپ نے
کوئی کوشش کی ہے"...... مسز مراد نے امید بھرے لہجے میں کہا۔

"نہ صرف میں نے خود کوشش کی بلکہ یہاں ایک ایسا گروپ ہے
جو مجرموں کے خلاف اپنے طور پر کام کرتا رہتا ہے۔ فور سٹارز گروپ۔
اس نے بھی مسٹر مراد کی تلاش پر کام کیا ہے اور"...... عمران نے کہا
اور پھر فقرہ مکمل کئے بغیر ہی خاموش ہو گیا۔

"اور یہ کہ آپ سب ناکام رہے ہیں۔ ٹھیک ہے۔ میرا بھی یہی
خیال تھا۔ لیکن میں اپنے دل کو کیسے سمجھاؤں کہ معمولی سی امید پر بے
چین ہو جاتا ہے"...... مسز مراد نے انتہائی مایوسانہ لہجے میں کہا۔

"کیا عامر بھی اپنے ڈیڈی کو یاد کرتا ہے"...... عمران نے عامر کی

طرف دیکھتے ہوئے کہا جو سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔

"یہ بے چارہ تو بہت چھوٹا تھا۔ جب وہ غائب ہوئے ہیں لیکن اب بھی یہ ان کی تصویر اپنی جیب میں رکھتا ہے"...... مسز مراد نے کہا۔

"کیوں عامر۔ کیا واقعی ایسا ہے"...... عمران نے عامر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس انکل مجھے ڈیڈی بے حد یاد آتے ہیں اور خاص طور پر اس وقت جب دوسرے بچوں کے ڈیڈی انہیں سکول سے لینے آتے ہیں اور جب ممی اچانک بیمار ہو جاتی ہیں"...... عامر نے تقریباً رونے والے لہجے میں کہا۔

"اگر اب تم اپنے ڈیڈی کو دیکھو تو کیا تم انہیں پہچان لو گے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں بالکل میں انہیں ضرور پہچان لوں گا۔ لیکن۔ میں انہیں کیسے دیکھ سکتا ہوں"...... عامر نے کہا۔

"عامر اپنے ڈیڈی کے بارے میں بہت جذباتی ہے عمران صاحب۔ اس لئے پلیز اس سے ایسی باتیں نہ کریں جس سے اس کے دل کو مزید تکلیف پہنچے"...... مسز مراد نے کہا تو عمران ہنس پڑا۔

"مسز مراد آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو گئی ہیں"۔ عمران نے کہا۔

"نہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے تو میں مایوس نہیں ہوئی۔ لیکن ان حالات کا کیا کروں۔ اپنے دل کا کیا کروں"...... مسز مراد نے کہا۔

"میں آپ سے مٹھائی کھانے کے لئے آیا تھا۔ مگر آپ نے تو مایوسی کی باتیں شروع کر دیں۔ اب مجھے مٹھائی کون کھلائے گا"...... عمران نے کہا تو مسز مراد بے اختیار چونک پڑیں۔

"مٹھائی۔ کیا مطلب۔ کس بات کی مٹھائی"...... مسز مراد نے حیرت اور امید کے ملے جلے لہجے میں کہا۔

"عامر کے ڈیڈی کے مل جانے کی مٹھائی"...... عمران نے کہا تو مسز مراد بے اختیار ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔ جب کہ عامر کے چہرے پر ابھر آنے والی کیفیات دیکھنے کے لائق تھیں۔

"کیا۔ کیا۔ آپ سچ کہہ رہے ہیں کیا یہ کوئی سنگین مذاق تو نہیں ہے"...... مسز مراد نے اٹکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"نہیں مسز مراد میں ایک دکھیا بہن کے ساتھ کیسے اتنا سنگین مذاق کر سکتا ہوں۔ میں اور فور سٹارز گروپ مسلسل مراد صاحب کی تلاش میں لگے رہے ہیں اور نہ صرف ہم نے مراد صاحب کو ڈھونڈ نکالا ہے بلکہ ان کے ساتھ قید تین سو دوسرے افراد کو بھی مجرموں کے قبضے سے نجات دلائی ہے اور ان میں ڈھائی سو کے قریب عامر جتنے لڑکے بھی تھے"...... عمران نے کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ کہاں ہیں وہ بخیریت تو ہیں۔ ان کی صحت کیسی ہے"...... مسز مراد نے انتہائی جذباتی لہجے میں کہا۔

"انکل۔ میرے ڈیڈی مل گئے ہیں میرے اپنے ڈیڈی۔ میرے ڈیڈی"...... عامر نے بھی انتہائی جذباتی لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ

ہی وہ بے اختیار رونے لگا۔

"ارے ارے تم تو بہادر بچے ہو اور بہادر تو رویا نہیں کرتے۔ ابھی آجاتے ہیں تمہارے ڈیڈی"...... عمران نے عامر کو گلے سے لگا کر تھپکی دیتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے میز پر پڑے ہوئے فون کا رسیور اٹھایا اور اپنے فلیٹ کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"سلیمان بول رہا ہوں"...... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے سلیمان کی آواز سنائی دی۔

"سلیمان مراد صاحب کو ساتھ لے کر ان کے فلیٹ پر آجاؤ"۔ عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"میں انہیں براہ راست یہاں اس لئے نہیں لایا تھا کہ کہیں اچانک ان سے ملاقات پر آپ دونوں پر شادی مرگ کی کیفیت نہ طاری ہو جائے۔ لیکن اب آپ سنبھل گئے ہیں۔ اس لئے اب ایسا کوئی خطرہ نہیں۔ اب مجھے مٹھائی مل سکتی ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور عامر تیزی سے دوڑتا ہوا کمرے سے نکل کر فلیٹ کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ جب کہ مسز مراد کی نظریں بھی دروازے پر ہی جمی ہوئی تھیں۔

"ڈیڈی۔ میرے ڈیڈی۔ میرے اپنے ڈیڈی"...... تھوڑی دیر بعد بیرونی دروازے کی طرف سے عامر کی انتہائی مسرت بھری چیختی ہوئی آواز سنائی دی تو مسز مراد بے اختیار اٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔ چند لمحوں بعد دروازے پر مراد عامر کو اٹھائے اندر داخل ہوئے تو مسز مراد کا چہرہ

مسرت کی شدت سے جگمگا سا اٹھا۔

"خدایا تیرا شکر ہے۔ تو نے میری دعائیں قبول کر لیں"...... مسز مراد کے منہ سے بے اختیار نکلا اور دوسرے لمحے وہ تیزی سے مڑیں اور کمرے سے باہر نکل گئیں۔ مراد کے جسم پر اب صاف لباس تھا اور چہرے پر مسرت کی جگمگاہٹ۔ اب وہ ایک نارمل انسان لگ رہا تھا۔ اس کے چہرے اور انداز میں وہ خوف کی کیفیت اب موجود نہ تھی۔

"عمران صاحب میں آپ کا اور آپ کے ساتھیوں کا احسان تا زندگی نہ اتار سکوں گا۔ آپ نے واقعی مجھے اور میری فیملی کو نئی زندگی دی ہے"...... مراد نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے عامر کو گود میں بٹھاتے ہوئے انتہائی مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"بس اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ممکن ہوا ہے۔ ویسے مجھے آپ کی خوش قسمتی پر رشک آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی نیک بخت بیوی عطا کی ہے جس کی دعائیں شاید دنیا کے سب شوہر مانگتے رہتے ہیں"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ کی بات درست ہے عمران صاحب میں واقعی اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر گزار ہوں"...... مراد نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اچھا اب مجھے اجازت دیجئے تاکہ آپ سب مل کر جشن مسرت منا سکیں"...... عمران نے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"ارے ارے آپ بیٹھیں۔ آپ"...... مراد نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"نہیں اب میں چلتا ہوں ۔ پھر ملاقات ہو گی ۔ اوکے ماسٹر عامر ۔ اب تو آپ کو آپ کے اپنے ڈیڈی مل گئے ہیں ۔ اب تو آپ خوش ہیں" ...... عمران نے مسکراتے ہوئے عامر کے گال پر تھپکی دیتے ہوئے کہا۔

"تھینک یو انکل دی گریٹ" ...... عامر نے مسرت بھرے لہجے میں کہا اور عمران مسکراتا ہوا کمرے سے نکل کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

ختم شد

عمران سیریز میں ایک دلچسپ اور ہنگامہ خیز ایڈونچر

تھرڈ فورس

مصنف :- مظہر کلیم ایم اے

تھرڈ فورس ـــــ ایک ایسی بین الاقوامی مجرم تنظیم جس نے پاکیشیا میں ایک ایسی پلاننگ کی کہ عمران بھی اس کا آلہ کار بن کر رہ گیا ـــــ انتہائی حیرت انگیز اور دلچسپ پلاننگ ۔

تھرڈ فورس ـــــ جس کی کامیاب پلاننگ کی وجہ سے سر رحمان جیسے شخص کو اخبارات میں معافی نامہ شائع کرانا پڑا ـــــ کیوں ـــــ ؟ انتہائی حیرت انگیز سچوئشن ۔

تھرڈ فورس ـــــ جس سے فارمولا حاصل کرنے کے لئے عمران اور اس کے ساتھیوں کو کاسٹریا کے مختلف شہروں میں انتہائی بے چارگی کے عالم میں مارے مارے پھرنا پڑا ۔

تھرڈ فورس ـــــ جس کے ہیڈ کوارٹر اور سربراہ کو تلاش کرنے کے لئے عمران نے اپنی پوری ذہنی صلاحیتیں صرف کر دیں مگر نتیجہ سوائے ناکامی کے اور کچھ نہ نکلا ۔

تھرڈ فورس ـــــ جس کا ہیڈ کوارٹر اور سربراہ ایکسٹو سے بھی زیادہ خفیہ تھا جسے عمران جیسا شخص بھی تلاش نہ کر سکا ۔

تھرڈ فورس ـــــ جس کے ہیڈ کوارٹر کی تلاش کے لئے عمران اور نعمانی میں شرط لگ گئی اور عمران کو نعمانی کے مقابلے میں اپنی شکست تسلیم کرنی پڑی ۔

تھرڈ فورس ـــــ جس کے ہیڈ کوارٹر اور سربراہ کو نعمانی نے انتہائی آسانی سے ٹریس کر لیا ـــــ کیسے ـــــ ؟

تھرڈ فورس ـــــ جس کا سربراہ جب نعمانی کی ذہانت کی وجہ سے سامنے آیا تو عمران حیرت سے بت بن کر رہ گیا ـــــ تھرڈ فورس کا سربراہ کون تھا ـــــ ؟ انتہائی حیرت انگیز انکشاف ۔

• کیا عمران تھرڈ فورس کے سربراہ سے فارمولا حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکا ـــــ یا ـــــ ؟

• وہ لمحہ جب پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبر چوہان نے شادی کرنے کا اعلان کر دیا اور ایکسٹو اور عمران باوجود کوشش کے اسے نہ روک سکے کیوں ـــــ ؟ کیا چوہان کی شادی ہو گئی ـــــ ؟

ایکشن سسپنس اور ذہنی صلاحیتوں کی مسل اور بھرپور جنگ
انتہائی دلچسپ اور منفرد انداز میں لکھا گیا ہنگامہ خیز ایڈونچر

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان

عمران اور اس کے ساتھیوں کا ایک یادگار اور لافانی شاہکار

ناقابلِ تسخیر مجرم

گولڈن جوبلی نمبر ——— مصنف: مظہر کلیم ایم اے

- ناقابل تسخیر مجرم جنہوں نے قتل و غارت کا طوفان برپا کر دیا۔
- ایسے مجرم جن کے مقابلے میں دنیا کی طاقتور ترین سیکرٹ سروسز بے بس ہو کر رہ گئیں
- ایٹمی بجلی گھر اور اٹیمک ریسرچ لیبارٹری تباہ کر دی گئی۔
- پل اور ڈیم اڑا دیئے گئے مگر مجرم آزادی سے دندناتے پھر رہے تھے۔
- سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر پر مجرموں کا خوفناک حملہ۔ ہیڈ کوارٹر تباہ کر دیا گیا۔
- ہر طرف تباہی ہی تباہی پھیل گئی۔ موت کا بھیانک رقص پورے عروج پر پہنچ گیا۔
- عمران اور اس کے ساتھی کیا کر رہے تھے؟ ناقابل تسخیر مجرم کون تھے؟
- عمران اور سیکرٹ سروس کے لئے انتہائی بھیانک تجربہ۔
- انتہائی منفرد انداز میں لکھا گیا ایک یادگار ایڈونچر۔
- شائع ہو چکا ہے ——— آج ہی اپنی کاپی قریبی بک سٹال پر بُک کروا لیجیے۔

یوسف برادرز۔ پاک گیٹ ملتان

عمران اور سیکرٹ سروس کا ایک یادگار اور لافانی شاہکار

موت کا رقص

مصنف ——— مظہر کلیم ایم اے

- ناقابل تسخیر مجرم جن کے گرد موت کا رقص ہر لمحے جاری رہتا تھا۔
- قدم قدم پر تباہی ——— لمحہ بہ لمحہ تباہ کن ——— خوفناک مقابلے۔
- دنیا کی طاقتور ترین سیکرٹ سروسز اور موت کے جیالوں کے درمیان خوفناک جھڑپیں۔
- اور جب موت کا رقص اپنے پورے عروج پر پہنچ گیا تو عمران اور اس کے ساتھیوں کا کیا حشر ہوا؟
- ناقابل تسخیر مجرموں کا انجام کیا ہوا ——— کیا وہ تسخیر کر لیے گئے یا ——— ؟
- بے پناہ ایکشن۔ اعصاب شکن سسپنس اور لرزا دینے والے قہقہوں سے بھرپور ناول۔
- شائع ہو گیا ہے ——— آج ہی طلب فرمائیں۔

یوسف برادرز۔ پاک گیٹ ملتان